النصرت

لجنہ اماءاللہ برطانیہ کا تعلیمی و تربیتی مجلّہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے خواتین کو مخاطب کر کے فرمایا:

”اب دیکھو رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے عورتوں کو تعلیم دلانے کی کتنی اہمیت بیان فرمائی ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ عورتوں کی تعلیم و تربیت کے بغیر کام نہیں چل سکتا۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے الہاماً فرمایا ہے کہ اگر پچاس فی صد عورتوں کی اصلاح کر لو تو اسلام کو ترقی حاصل ہو جائے گی۔ گویا اللہ تعالیٰ نے اسلام کی ترقی کو تمہاری اصلاح کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے۔ جب تک تم اپنی اصلاح نہ کر لو ہمارے مبلغ خواہ کچھ کریں کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا“

(اوڑھنی والیوں کے لیے پھول۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ۔ صفحہ 391)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

النصرت

عہد نامہ لجنہ اماء اللہ

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ۔

”میں اقرار کرتی ہوں کہ اپنے مذہب اور قوم کی خاطر اپنی جان، مال، وقت اور اولاد کو قربان کرنے کے لئے تیار رہوں گی۔ نیز سچائی پر ہمیشہ قائم رہوں گی اور خلافتِ احمدیہ کے قائم رکھنے کے لئے ہر قربانی کے لئے تیار رہوں گی۔“ ان شاء اللہ

فہرست مضامین

خلافتِ احمدیہ اور لجنہ اماء اللہ

لجنہ اماء اللہ کی اپنے عہد سے وفاداری

لجنہ اماءاللہ کی قیمتی یادداشتیں

لجنہ اما ءاللہ شعبہ جات

قرآن کریم

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِينَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِينَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِينَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِينَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصّٰٓئِمِينَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِينَ اللّٰهَ كَثِيرًا وَّالذّٰكِرٰتِ أَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّأَجْرًا عَظِيمًا ﴿٣٦﴾

(سورة الاحزاب ۔ آیت 36)

ترجمہ:

یقیناً مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں اور صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں، اللہ نے ان سب کے لئے مغفرت اور اجرِ عظیم تیار کئے ہوئے ہیں۔

(ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہُ اللہ)

حضرت خلیفتہ المسیح الاوّل ؓ ان آیات کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں:

”ایک دفعہ ایک نواب نے مجھے اپنے مکان پر وعظ کے واسطے کہا۔ جب وعظ کے واسطے میں وہاں گیا۔ تو اس نے بتلایا کہ ایک طرف بیگمات پردہ کر کے بیٹھی ہیں اور ایک طرف مرد بیٹھے تھے۔ اس وقت میں نے یہ آیت پڑھی جس میں متواتر ایک لفظ مردوں کے واسطے اور ایک لفظ عورتوں کے واسطے آتا ہے۔ سب لوگ حیران ہوئے کہ قرآن شریف کیسی جامع کتاب ہے۔ گویا خاص اس وقت اور موقع کے واسطے ایک خاص آیت پہلے سے قرآن شریف میں رکھ دی ہوئی تھی۔“

(بدر 29 ستمبر 1905ء صفحہ 6)

حدیث نبوی ﷺ

عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تُنْكَحُ الْمَرْاَةُ لِأَرْبَعٍ:

لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَجَمَالِهَا وَلِدِينِهَا، فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّينِ، تَرِبَتْ يَدَاكَ

(بخاری کتاب النکاح باب الاکفاء فی الدین 5090)

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کسی عورت سے نکاح کرنے کی چار ہی بنیادیں ہو سکتی ہیں یا تو اس کے مال کی وجہ سے یا اس کے خاندان کی وجہ سے یا اس کے حسن و جمال کی وجہ سے یا اس کی دینداری کی وجہ سے۔ لیکن تو دین دار عورت کو ترجیح دے، اللہ تیرا بھلا کرے اور تجھے دین دار عورت حاصل ہو۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ إِنَّمَا الدُّنْيَا

مَتَاعٌ، وَلَيْسَ مِنْ مَتَاعِ الدُّنْيَا شَيْءٌ اَفْضَلَ مِنَ الْمَرْاَةِ الصَّالِحَةِ

(ابن ماجه کتاب النکاح باب افضل النساء 1855)

ترجمہ:

حضرت عبد اللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دنیا تو صرف ایک عارضی فائدہ کی چیز ہے اور اس دنیا کے عارضی فائدے میں صالحہ عورت سے بڑھ کر افضل کوئی چیز نہیں۔

(حديقة الصالحين)

کلام الامام

جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کی آیات پر ایمان لاتا ہے اس پر واجب ہے کہ وہ اس بات پر بھی ایمان لائے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کی طرف چاہے وحی کرتا ہے خواہ وہ رسول ہو یا غیر رسول اور وہ جس سے چاہے کلام کرتا ہے خواہ وہ نبی ہو یا محدثوں میں سے کوئی ہو۔ کیا تمہیں علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن مجید) میں یہ خبر دی ہے کہ اس نے (موسیٰ علیہ السلام) کی والدہ سے کلام کیا اور اس سے کہا لَا تَخَافِیۡ وَ لَا تَحۡزَنِیۡ ۚ اِنَّا رَآدُّوۡہُ اِلَیۡکِ وَ جَاعِلُوۡہُ مِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ پھر اس طرح اس نے مسیح ناصری علیہ السلام کے حواریوں کی طرف بھی وحی کی اور ذوالقرنین سے بھی اس نے کلام کیا اور اس نے ہمیں اس بات کے متعلق اپنی کتاب میں خبر دی ہے۔(ترجمہ از مرتب)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ امت میں الہام کا دروازہ بند ہے ایسے لوگوں نے قرآن کریم پر پوری طرح تدبر نہیں کیا اور نہ ہی وہ ملہمین سے ملے ہیں۔ پس اے صاحبِ رشد! جان لے کہ یہ بات بالکل غلط ہے اور کتاب اللہ، سنت نبوی اور صالحین کی شہادت کے خلاف ہے۔ کتاب اللہ ہی کو دیکھو تم اس میں بہت سی ایسی آیات پڑھو گے جو ہماری بات کی تائید کرتی ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی محکم کتاب میں بعض مردوں اور عورتوں سے متعلق خبر دی ہے کہ ان کے رب نے ان سے کلام کیا اور انہیں مخاطب کیا۔ انہیں بعض باتوں کے کرنے کا حکم دیا اور بعض امور سے منع کیا اور وہ رب العالمین کی طرف سے نہ تو نبی تھے اور نہ ہی رسول۔ کیا تو قرآن کریم میں یہ آیت نہیں پڑھتا جس میں حضرت موسیٰؑ کی ماں کو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ’لَا تَخَافِیۡ وَ لَا تَحۡزَنِیۡ ۚ اِنَّا رَآدُّوۡہُ اِلَیۡکِ وَ جَاعِلُوۡہُ مِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ ‘

پس اے منصف اور عقل مند تم اس بات پر غور کرو کہ اس امت میں جو خیر الامم ہے کیوں بعض مردوں سے خدا تعالیٰ کا کلام کرنا جائز نہیں حالانکہ اس نے تم سے پہلی امتوں کی عورتوں سے بھی کلام کیا ہے اور پہلوں کی مثالیں تمہارے پاس موجود ہیں۔

(بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام، جلد6، صفحہ 237-238)

اداریہ

میری پیاری بہنو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

اللہ تعالیٰ کا بے حد کرم و احسان ہے کہ لجنہ اماء اللہ برطانیہ کو صد سالہ جوبلی کے اس مبارک موقع کی مناسبت سے ایک خصوصی مجلّہ پیش کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذلک۔ اس مجلّہ کی تیاری کا کام محترمہ ڈاکٹر فریحہ خان صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ برطانیہ اور سیکرٹری اشاعت محترمہ لبنیٰ سہیل صاحبہ کی زیرِ نگرانی، ایک لمبے عرصے سے جاری تھا اور تمام ٹیم النصرت ان کے وقت اور توجہ ٔ خاص کے لیے بے حد ممنون ہے۔ ہماری مجلس ادارت کی معزز ارکان نے بھی ہمیں اپنے بیش قیمتی وقت سے وافر حصہ عطا فرمایا اور تحریرات کی نوک پلک مزید سنوارنے میں ہماری رہنمائی فرمائی۔ خدا تعالیٰ ان سب کو احسن اجر سے نوازے۔ آمین۔

مزید برآں ہم ان تمام ممبرات کی بھی بے حد مشکور ہیں جنہوں نے نہائت محنت سے مواد اکٹھا کر کے انہیں الفاظ و بیان کے خوبصورت جامے زیبِ تن کروائے اور بروقت ہمیں اپنے مضامین ارسال کیے تاکہ اس خاص شمارے کی زینت بن سکیں۔ قارئین کو فہرست مضامین سے ہی بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ لجنہ اماء اللہ برطانیہ جہاں اس یادگار تاریخی موقع پر خدا تعالیٰ اور اس کی نعمتِ عظمیٰ خلافتِ حقہ کی حقیقی شکر گزاری کے جذبات سے لبریز ہے، وہیں وہ اپنی اس ذمہ داری کی ادائیگی کے لیے بھی فکر مند ہے کہ اس احساسِ شکر کے ساتھ ساتھ ہمارے خلفاء کی اِن تمام بیش قیمت نصائح کو اپنی اور اپنی اولادوں کے فکر و عمل میں زندہ رکھ پائیں جو ہماری اصل متاع ہیں۔ امید ہے کہ تمام بہنیں ان مضامین کو مفید اور دلچسپ پائیں گی۔ تاہم بشری تقاضوں کے ماتحت اس میں جو کمی رہ گئی ہو اس کے لیے ہم معذرت خواہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہماری اس عاجزانہ سعی کو قبول فرمائے اور اس مجلہ کی اشاعت کو ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور یہ بھی استدعا ہے کہ وہ ہمیں اس بات کی توفیق عطا فرمائے کہ ہم تا عمر خلافتِ احمدیہ کے ساتھ اپنے عہد وفاداری پر کاربند ہوں اور اسی حال میں اپنی جانیں مولائے حقیقی کے سپرد کریں۔

مدیرہ

زیرِنگرانی	ڈاکٹرفریحہ خان(صدر لجنہ اماء اللہ۔برطانیہ) لبنیٰ سہیل (سیکرٹری اشاعت لجنہ اماء اللہ۔برطانیہ)
مدیرہ	فریدہ بشارت
نائب مدیرہ	صدیقہ سلطانہ ، ستارہ جمیل
مجلس اِدارت	قانتہ راشدصاحبہ ، نصیرہ نور صاحبہ ، سائحہ معاذ صاحبہ
ٹائپنگ، پروف ریڈنگ اور ڈیزائننگ	صفیہ سامی، رافعہ کوثر ،عاصمہ بدر، بشریٰ لطیف، ہبہ باقی، سلطانہ جاوید، خولہ وحید، شمسہ انور
مینیجر	اسماء شاہد
معاونہ	عاطفہ احمد
تصاویر	بشکریہ مخزنِ تصاویر

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

کا خواتین سے رُوح پرور خطاب

برموقع سالانہ اجتماع لجنہ اماء اللہ برطانیہ 2010ء بتاریخ 3 اکتوبر 2010ء

بروز اتوار بمقام اسلام آباد (یوکے)

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

آنحضرت ﷺ کے دعویٰ نبوت کے ساتھ ہی پہلے آپ کا استہزاء اور ہنسی ٹھٹھا شروع ہوا اور پھر جب کفار نے دیکھا کہ یہ تو ایک ایک کر کے ہم میں سے لوگوں کو اپنے اندر سمیٹتے چلے جا رہے ہیں، ہمارے کمزور اور ہمارے غلام اِس شخص کی بیعت میں آکر ہمارے بتوں کی پوجا کرنے کی بجائے خدائے واحد کی عبادت کرنے والے بنتے چلے جا رہے ہیں تو پھر کفار نے آپ ﷺ کے لئے ہر منصوبہ بندی کی کہ کس طرح آپؐ کے پیغام کو اور آپؐ کے کام کو روکا جا سکتا ہے۔ آپ کے ماننے والوں پر ظلم و تعدی کی انتہاء کر دی۔ آپ ﷺ کے ماننے والوں میں نہ کوئی مرد ظالم کفار کے ہاتھوں محفوظ رہا اور نہ کوئی عورت۔ اسلام کی تاریخ میں دو اونٹوں سے ایک شخص کی ٹانگیں باندھ کر اُن کو مخالف سمت دوڑا کر جسم کو چیرنے کا واقعہ ملتا ہے، وہ بھی ایک عورت تھی، باوجود اپنے بھیانک انجام کے سامنے دیکھنے کے اُس پر عزم عورت نے، توحید پر ہمیشہ قائم رہنے کا عہد کرنے والی عورت نے، اپنے عہد کو پورا کرنے کے لئے اپنے جسم کو ظالمانہ طور پر چیرا جانا برداشت کر لیا لیکن اپنے خدا سے بے وفائی نہیں کی۔

پھر مکہ میں ہی ظلم کی داستان کا ایک واقعہ ہمیں ملتا ہے جب حضرت یاسرؓ کے پورے خاندان کو ظلم کا نشانہ بنایا گیا۔ ایک دن ایسے ہی ظلم کا نشانہ بنتے ہوئے یہ خاندان جب اُس میں سے گزر رہا تھا تو آنحضرت ﷺ کا وہاں سے گزر ہوا۔ آپؐ نے دیکھا کہ یہ لوگ رسیوں سے جکڑے ہوئے ہیں اور ظالمانہ طریقے سے اِن کو مارا جا رہا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے آلِ یاسر! صبر کرو۔ اللہ تعالیٰ نے جنت میں تمہارے لئے مکان تعمیر کیا ہے۔ تمہارا ایک مکان بن رہا ہے جنت میں۔ اِس ظلم کے دوران ہی حضرت یاسرؓ تو شہید ہو گئے اور حضرت سمیعہؓ جو آپ کی بیوی تھیں اُن کا بھی بُرا حال تھا، ظلم اور تشدد کی وجہ سے نیم بے ہوشی کی حالت تھی۔ اُس حالت میں بھی ابو جہل نے اُن پہ ظالمانہ طور پر ایک نیزہ مار کے اُن کو شہید کر دیا۔ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی رضا کا پروانہ لے کر، جو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کے ذریعے آپ کو دیا تھا، اِس دنیا کو چھوڑ کر ہمیشہ کی زندگی پا گئے۔ آج چودہ سو سال گزرنے کے بعد بھی اِن کی یہ قربانی تاریخ اسلام میں نہایت آب و تاب سے چمک رہی ہے اور ہر جگہ اِن کی قربانی کا ذکر ہوتا ہے جب بھی آپ تاریخ اسلام اُٹھائیں گے۔

عورت فطرتاً کمزور ہوتی ہے لیکن اِسلام نے وہ عورتیں پیدا

کی ہیں جو مردوں کے شانہ بشانہ قربانیاں دیتی چلی گئیں۔ توحید کے قیام و استحکام کے لئے اپنے پیچھے وہ نمونے چھوڑ گئیں جو ہمارے ایمانوں میں مضبوطی پیدا کرنے کا ہمیشہ باعث بنتے چلے جائیں گے۔ پھر دیکھیں آنحضرت ﷺ کی مکی زندگی کے دوران ہی شعبِ ابی طالب کا واقعہ پیش آیا جہاں آنحضرت ﷺ، حضرت خدیجہؓ اور آپؐ کے خاندان اور آپؐ کے ماننے والے اڑھائی سال تک وہ قربانیاں دیتے رہے جس میں مسلسل بھوک اور پیاس بھی برداشت کرنی پڑی۔ بچے بھوک سے بلکتے رہے۔ مائیں بچوں کی حالت کو دیکھ کر بے چین اور پریشان تو ضرور تھیں۔ اپنے بچوں کو بھوک کی حالت میں دیکھ کر اور اس بھوک کی حالت کی وجہ سے قریب المرگ دیکھ کر غمزدہ تو ضرور تھیں لیکن جس توحید کی دولت اور جس زندہ خدا کو وہ پا چکی تھیں اُس سے بے وفائی اور مُنہ موڑنے کا وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھیں۔

عورت فطرتاً کمزور ہوتی ہے لیکن اِسلام نے وہ عورتیں پیدا کی ہیں جو مردوں کے شانہ بشانہ قربانیاں دیتی چلی گئیں۔

ثباتِ قدم اور استقامت کے پیکر اگر مرد تھے تو عورتیں بھی اُس سے کم نہیں تھیں۔ پس قربانی اور ایمان میں مضبوطی کی ایک رُوح تھی جو اِسلام نے مردوں اور عورتوں میں یکساں پیدا کر دی۔ اور پھر جب اللہ تعالیٰ کے اِذن سے مدینہ میں ہجرت ہوئی، اور اِسلام کے پھیلنے کا ایک نیا دور شروع ہوا تو وہاں بھی دشمنانِ اسلام نے مسلمانوں کا پیچھا کیا اور ایک فوج کے ساتھ مدینہ پر لشکر کشی کی تب خدا تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو اجازت عطا فرمائی کہ دشمنوں کے اِن ظلموں کو روکنے کے لئے آپؐ کو اپنا دفاع کرنے کی اجازت ہے اور اب اِن کا جواب سختی سے دینے کی ضرورت ہے کیونکہ اب اِن ظلموں کو نہ روکا گیا تو یہ ظلم بڑھتے بڑھتے ہر مذہب کے خلاف آگیں بھڑکائیں گے اور اُس تعلیم کے خلاف جو خدائے واحد کی عبادت پر زور دیتی ہے یہ ظلم کرنے والے ہمیشہ تلوار اُٹھاتے چلے جائیں گے۔ پس آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی اجازت سے مدینہ پر حملہ کرنے والوں کے خلاف صف آرائی کی، اُن کے سامنے کھڑے ہوئے۔

پہلی جنگ، بدر کے میدان میں لڑی گئی اور پھر جب بھی دشمن کو موقع ملتا رہا دشمن مسلمانوں کے خلاف جنگ کے شعلے بھڑکاتا رہا۔ مسلمان باوجود تعداد میں کم اور معمولی ہتھیاروں کے دشمن کا مقابلہ کرتے رہے اور اِن جنگوں میں بھی جو خالصتاً مردوں کا کام ہے مسلمان عورتوں نے اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔ اُن بہادر عورتوں نے اپنے فرض کو نبھایا اور خوب نبھایا۔ جو فرائض عمومی طور پر انجام دیئے اُن میں فوجیوں کو، جو زخمی فوجی تھے، لڑنے والے جو مسلمان تھے اُن کو پانی پلانا، زخمیوں کی مرہم پٹی کرنا، شہیدوں اور زخمیوں کو میدانِ جنگ سے اُٹھا کر لانا، تیر اُٹھا کر مردوں کو دینا تاکہ وہ چلائیں۔ اَب ایک عورت جو بظاہر کمزور سمجھی جاتی ہے، ہوش و حواس قائم رکھتے ہوئے اور اپنی کمزوریوں پر قابو پاتے ہوئے، یہ کام انجام دے سکتی ہے، اُس کے بغیر تو ناممکن ہے کہ یہ کام سرانجام دے سکے۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ بعض واقعات میں بیان کروں گا بلکہ ایک واقعہ زیادہ اہمیت کا حامل ہے جو مَیں نے اِس وقت چُنا ہے جس میں دکھلایا گیا ہے کہ مردوں کی طرح تلوار بھی عورتوں نے چلائی۔ پھر فوجیوں کے لئے کھانے کا انتظام کرنا یہ بھی عورتوں کا کام تھا، شہیدوں کے لئے قبریں کھودنے میں مردوں کا ہاتھ بٹانا یہ بھی عورتوں کا کام تھا۔ پھر فوج کو ہمت دلانے کے لئے اپنا کردار ادا کرنا۔ اِس میں بھی عورتوں نے خوب کردار ادا کیا لیکن کافر عورتوں کی طرح گانے گا کر اور غلط طریقے سے اُن کے جذبات اُبھار کر نہیں بلکہ اُن کو دینی غیرت دلا کر، خود مرنے کے لئے آگے قدم بڑھا کر۔

پس اِسلام کی تاریخ میں عورتوں کا ایک مقام ہے۔ جنگ ٹھونسی گئی تو جنگی حالات میں مسلمان عورتوں نے اپنا پورا کردار ادا کیا ورنہ یہ اُن کی زندگی کا مقصد نہیں تھا۔ وہ صحابیات ایسی تھیں جنہوں نے اُس وقت کے ماحول کے مطابق جو نظام جماعت تھا اُس کو بہترین مشورے بھی دیئے، اُن صحابیات نے علمی کارنامے بھی انجام دیئے۔ عبادتوں کے معیار بھی قائم کئے۔ اپنے بچوں کی ایسی تربیت بھی کی جس سے اُن میں احساس پیدا ہوا کہ ہم نے مذہب اور قوم کے لئے جان، مال اور وقت اور عزت کو قربان کرنا ہے۔ اور اِس کی قربانی دینی ہے اور اِس کے لئے ہر وقت تیار رہنا ہے۔ پس صرف جنگی اور جاہلانہ مزاج ہونے کی وجہ سے وہ نڈر اور بہادر نہیں تھیں بلکہ ایک مقصد کے حصول کے لئے اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لئے اُنہوں نے یہ قدم اُٹھایا۔ اُن کو یہ احساس تھا کہ اپنی ذمہ داری ادا کرنی ہے۔

آج اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے بعد

سے تلوار کا جہاد بند ہے تو قلم کے جہاد کا آپؑ نے اعلان فرمایا۔ پھر اِس کے ساتھ، قلم کے جہاد کے ساتھ ساتھ آجکل الیکٹرونک میڈیا ہے۔ مختلف ذرائع ہیں جن کے ذریعہ اِسلام پر حملے کئے جاتے ہیں۔ احمدیت پر حملے کئے جاتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی ذات پر حملے کئے جاتے ہیں۔ قرآن کریم پر حملے کئے جاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی ذات پر حملے کئے جاتے ہیں۔
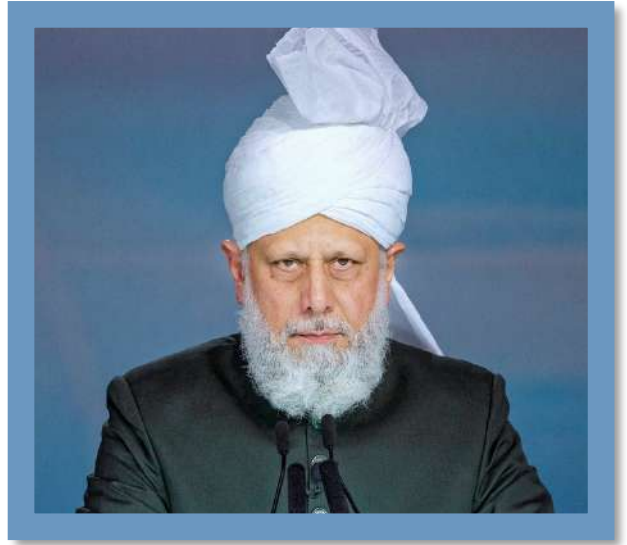
آج اِن حملوں کی تعداد پہلے سے بہت بڑھ گئی ہے۔ تو اِن حملوں کو پسپا کرنے کے لئے جہاں مردوں کو اپنی طاقتیں صرف کرنے کی ضرورت ہے وہاں عورتوں کو بھی اپنی تمام تر طاقتوں اور صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کی ضرورت ہے۔ اِنٹرنیٹ اور فیس بک اور مختلف ویب سائٹس میں داخل ہونا اپنے مزے اور وقت گزاری اور فن کے لئے نہ ہو بلکہ ایک درد کے ساتھ جس طرح قرونِ اُولیٰ کی مسلمان عورتوں نے اپنی ذمہ داری کو سمجھتے ہوئے اپنے فرائض ادا کرنے کی کوشش کی اور اپنی جان تک اُس مقصد کے حصول کے لئے لڑا دی۔ آج وہ جان لڑانے کا وقت ہے۔ اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ دشمن کے ہر حملے کو پاش پاش کرنے کا وقت ہے۔ لڑکیاں اور پڑھی لکھی عورتیں اِس کام کے لئے جماعتی نظام کو اپنے آپ کو پیش کریں۔

جیسا کہ میں نے کہا تھا کہ بعض مثالیں اِن جہاد کرنے والی عورتوں کی پیش کروں گا۔ ایک مثال جو عام ہے وہ میں نے لی ہے وہ آپ کے سامنے رکھتا ہوں تا کہ پتہ لگے کہ کس طرح مستقل طور پر اِسلام کے دفاع کے لئے وہ عورتیں کھڑی ہوتی تھیں۔ توحید کے قیام کے لئے جان کی قربانیاں پیش کرنے کی مثالیں تو آپ نے سن لیں لیکن ایسی مثالیں بھی ہیں جن میں اِسلام کے دفاع اور اُس دین کے دفاع جس نے توحید کا قیام کرنا ہے اور آنحضرت ﷺ کی حفاظت کے لئے اپنی جان لڑائی ہے، اُن کا کیا کام ہے اور کس طرح اُن لوگوں نے، اُن عورتوں نے آنحضرت ﷺ کی حفاظت کے لئے اپنی جان لڑائی اور کس طرح وہ مضبوط چٹان بن کر کھڑی ہوئیں۔

سب سے پہلے میں حضرت اُمّ عمارہ کی مثال لیتا ہوں۔ حضرت اُمّ عمارہ اُن ابتدائی خوش نصیب عورتوں میں سے تھیں، مدینہ کی عورتوں میں سے، جنہوں نے مکّہ جا کر بیعتِ عقبہ ثانیہ میں حصہّ لیا تھا۔ اِس خوش نصیب قافلے میں بہتّر مرد اور دو عورتیں تھیں اور اُن میں سے ایک اُمّ عمارہ نصیبہ بنت کعب اور دوسری اُمّ بنی اَسماء بنت عمرو بن عدی تھیں۔ حضرت اُمّ عمارہؓ بیان کرتی ہیں اپنے بیعت کا واقعہ۔ کہ جب مردوں سے بیعت لے لی گئی تو میرے خاوند نے عرض کی کہ یا رسول اللہ یہ دو خواتین بھی بیعت کے لئے حاضر ہیں۔ آپؐ نے اِرشاد فرمایا کہ ٹھیک ہے، اِن کی بیعت بھی اُنہی شرائط پر قبول ہے جو ابھی میں نے مردوں سے لی ہیں عورتوں کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر تو بیعت نہیں ہوتی۔ اِن کی بیعت ہو گئی۔ پھر آپؓ کے کارناموں میں ہم دیکھتے ہیں کہ غزوۂ اُحد میں زخمیوں کو پانی پلانے اور مرہم پٹی کرنے کے علاوہ تلوار کے بھی آپؓ نے وہ جوہر دکھلائے کہ دنیا دنگ رہ گئی۔ رسولِ اقدس ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ میں اپنے دائیں بائیں اُس وقت جس طرف بھی میری نظر اُٹھتی تھی، دیکھتا تھا تو اُمّ عمارہ کو اپنا دفاع کرتے ہوئے مسلسل لڑتا ہوا پاتا تھا۔

حضرت اُمّ عمارہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ غزوۂ اُحد میں ایک ایسا نازک ترین وقت بھی آیا کہ جب مسلمانوں کی ایک جلد بازی کی وجہ سے جنگ کا پانسہ پلٹ گیا اور مسلمانوں کو پسپا ہونا پڑا۔ کہتی ہیں کہ میں اپنے خاوند اور دونوں بیٹوں عبد اللہ اور حبیب کے ہمراہ رسولِ اقدس ﷺ کے دفاع کے لئے آپؐ کے پاس آ کھڑی ہوئی۔ اور کہتی ہیں کہ ہم ہر طرف سے اِن حملوں کا جواب دینے لگے جو اُس نازک صورتِ حال پر ہو رہے تھے۔ خاص طور پر آنحضرت ﷺ کی ذات کو نشانہ بنایا جا رہا تھا۔ کہتی ہیں میرے ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے ہاتھ میں ڈھال تھی۔ اگر دشمن گھوڑوں پر سوار نہ ہوتے تو ہم اِن میں سے کسی ایک کو بھی زندہ بچ کر نہ جانے دیتے۔ کہتی ہیں کہ

گھوڑے پر سوار دشمن نے مُجھ پر تلوار کا وار کیا لیکن مَیں نے اپنی ڈھال پر اُس وار کو روک لیا اور کچھ نہ کر سکا وہ دشمن۔ اور مَیں نے یک دم پیچھے جب وہ مڑا تو میں نے موقع غنیمت جانتے ہوئے اُس کے گھوڑے کی پیٹھ پر تلوار ماری اور اِس زور دار وار کی وجہ سے گھوڑے کی پیٹھ کٹ گئی اور اپنے سوار سمیت وہ نیچے گر گیا۔ یہ منظر دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے بڑی بلند آواز سے فرمایا، اِن کے بیٹے کو آواز دے کر کہ عبد اللہ بن اُمّ عمارہ اپنی والدہ کا ہاتھ بٹاؤ۔ وہ میرے پاس آیا اور پھر میری مدد سے ہم نے اُس دشمن کا کام تمام کیا۔ اِسی طرح غزوۂ اُحد کا ایک واقعہ اِن کے بیٹے بیان کرتے ہیں کہ جب دشمن کی طرف سے زور دار حملہ ہوا مجاہدین بکھر گئے۔ مَیں اپنی والدہ کے ہمراہ رسولِ اقدسؐ کے قریب ہوا اور آپؐ پر جس طرف سے بھی کوئی وار ہوتا ہم اُسے روکتے۔ اور اِس جنگ میں حضرت اُمّ عمارہ کے کندھے پر سخت تلوار کا زخم آیا جس میں سے خون بہہ رہا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے اِن کے بیٹے کو ارشاد فرمایا کہ اپنی والدہ کے کندھے پر مرہم پٹی کرو اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ تمہارا پورا خاندان بڑا عظیم ہے، اللہ تم پر اپنی رحمت کی بارش برسائے۔ اور ساتھ ہی یہ دُعا بھی دی کہ الٰہی اِس خاندان کو جنت میں میرا رفیق بنا دینا۔ یہ دُعا سن کر اِس خاندان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی اور وہ پہلے سے زیادہ جوش اور جذبے کے ساتھ جنگ میں مصروف ہو گئے اور آنحضرت ﷺ کے دفاع میں مصروف ہو گئے۔

حضرت اُمّ عمارہ نے اِس جنگ میں یہ دیکھا کہ بیٹے کا ہاتھ بُری طرح زخمی ہے تو اُس کی پٹی کی اور اُس کے بعد کہا کہ بیٹا جاؤ، ہمّت کرو اور دوبارہ دشمن پر حملہ کرو۔ اِن زخموں کی وجہ سے بیٹھ نہیں جانا۔ آنحضرت ﷺ نے پھر اِن کی جرأت کی بڑی تعریف فرمائی۔ حضرت اُمّ عمارہ آنحضرت ﷺ کے پاس کھڑی تھیں، تلوار ہاتھ میں تھی تو وہ مشرک دوبارہ سامنے آیا جس نے اِن کے بیٹے کو زخمی کیا تھا تو رسولِ اقدس ﷺ نے فرمایا کہ تیرے بیٹے کو زخمی کرنے والا پھر سامنے آ گیا ہے۔ حضرت اُمّ عمارہ نے اُس کو دیکھتے ہی ایک وار کیا۔ اُس کی ٹانگ کٹ گئی اور جب زمین پر گرا تو باقی مجاہدین نے پھر اُس کو پکڑ لیا۔ پھر آنحضرت ﷺ نے اِن کی بڑی تعریف فرمائی اُس موقع پر۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے خود یہ سنا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں نے غزوۂ اُحد کے دن جب اپنے دائیں بائیں دیکھا تو حضرت اُمّ عمارہ کو اپنے دفاع میں لڑتے ہوئے پایا۔ حضرت اُمّ عمارہ رضی اللہ عنہا کے جسم پر تقریباً بارہ زخم لگے، جن میں کندھے کا زخم بہت گہرا تھا جس کا علاج تقریباً ایک سال تک ہوتا رہا۔ حضرت اُمّ عمارہ کے کندھے پر تلوار کا جو وار کیا تھا جس شخص نے وہ بڑا خطرناک وار تھا۔ اُس سے آپ بے ہوش بھی ہو گئی تھیں۔ لیکن جب ہوش آیا تو پہلا سوال جو آپ نے پوچھا وہ یہی تھا کہ آنحضرت ﷺ کا کیا حال ہے؟ نہ اپنے بیٹوں کا پوچھا نہ اپنے خاوند کا پوچھا۔ جب بتایا گیا کہ آپ ﷺ ہر طرح سے محفوظ ہیں تو بے ساختہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ حضرت اُمّ عمارہ رضی اللہ عنہا غزوۂ حنین اور فتح مکّہ کے علاوہ مسیلمہ کذاب کے خلاف جنگ میں بھی شامل تھیں اور جنگِ یمامہ میں بھی شریک ہوئیں۔

اِس جنگ میں لڑائی کے دوران اِن کا ایک ہاتھ کٹ گیا۔ اِس کے علاوہ بھی جسم پر گیارہ زخم آئے اور اِن کا بیٹا اِس میں شہید ہوا۔ اُمّ عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے صلح حدیبیہ میں شرکت کی سعادت بھی حاصل کی اور اس سے پہلے جو بیعتِ رضوان لی گئی تھی اُس میں بھی شامل تھیں۔ اور اِس بیعت کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اِس میں شامل سب لوگوں کو جنتی قرار دیا ہے۔

فرماتی ہیں کہ ہم عمرہ ادا کرنے کے لئے رسول اللہ ﷺ کی قیادت میں مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے مکّہ معظمہ کے قریب حدیبیہ مقام پر ہمیں روک لیا گیا۔ قریش نہیں چاہتے تھے کہ مسلمان مکّہ معظمہ میں داخل ہوں۔ حضرت عثمان بن عفّان رضی اللہ تعالیٰ کو سفیر بنا کر مکّہ معظمہ بھیجا گیا۔ اُن کی واپسی میں تاخیر ہو گئی اور یہ خبر مشہور ہو گئی کہ اُنہیں شہید کر دیا گیا ہے۔ رسولِ اقدس ﷺ نے ایک درخت کے سائے میں بیٹھ کر بیعت لینا شروع کر دی اور آپؐ نے یہ بھی اِرشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بیعت لینے کا حکم دیا ہے۔ کہتی ہیں کہ جس کے پاس کوئی ہتھیار تھا اُس نے وہ تھام لیا۔ چونکہ یہ سفر عمرہ ادا کرنے کی نیّت سے اختیار کیا گیا تھا اس لئے بیشتر افراد کے پاس کوئی ہتھیار نہ تھا۔ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک لاٹھی پکڑ لی اور چھری ایک تھی میرے پاس وہ لے لی اور اپنی کمر کے ساتھ اڑس لی تا کہ اگر کوئی دشمن حملہ کرے تو میں اُن سے لڑ سکوں۔

حضرت اُمّ عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے غزوہ حنین میں بھی جرأت اور شجاعت کا بھرپور مظاہرہ کیا۔ فرماتی ہیں کہ بنو ہوازن کا ایک شخص اونٹ پر سوار میدان میں جھنڈا لہراتا ہوا داخل ہوا۔ میں نے موقع پاتے ہی اونٹ کے پچھلی جانب زور دار وار کیا جس سے اونٹ لڑکھڑاتا ہوا اپنے سوار سمیت گر پڑا۔ اور اس کے گرتے ہوئے سوار پر ایسی کاری

ضرب لگائی کہ وہ اُٹھ نہ سکا۔

اِن کے بیٹے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا نمائندہ بنا کر مسیلمہ کذاب کے پاس بھیجا لیکن اُس نے سفارتی آداب کو پامال کرتے ہوئے ایک ستون سے باندھ دیا اور بے ہودہ سوال کرنے کے بعد اُن کا ایک ایک عضو کاٹ کر شہید کر دیا۔ جب اُمّ عمارہؓ کو اپنے بیٹے کی شہادت کی خبر ملی تو کمال صبر اور تحمل سے اِس صدمے کو برداشت کیا۔ اِس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو بہت دعائیں دیں۔ جب مسیلمہ کذاب کو قتل کیا گیا تو اُس میں آپؓ کا اپنا بازو بھی کٹ گیا تھا لیکن اپنا بازو کٹنے کا آپؓ کو اتنا غم نہیں تھا جتنا مسیلمہ کذاب کے واصلِ جہنم ہونے کی خوشی تھی۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں ایک روز بہت عمدہ چادریں اُن کے پاس لائی گئیں۔ ایک چادر بہت ہی اچھی قسم کی تھی اور بڑے سائز کی تھی۔ حضرت عمرؓ کو مشورہ دیا گیا کہ یہ چادر عبد اللہ بن عمر کی بیوی صفیہ بنت ابی عبید کو دیدی جائے جو آپ کی بہو تھیں۔ آپؓ نے ارشاد فرمایا یہ چادر اُس خاتون کو دی جائے گی جو صفیہ سے کہیں بہتر ہے میں نے اُس خاتون کی تعریف رسولِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے سنی ہے۔ اِس کے بعد یہ چادر اُمّ عمارہؓ کو عطا کی گئی۔

صرف جنگیں ہی نہیں آپؓ نے بیعت کے بعد فوری طور پر مدینہ میں آکر تبلیغ اور تربیت کا بھی بہت کام کیا اور اِس میں بھی بھرپور کردار ادا کیا۔ پس اُمّ عمارہ وہ ہیں جنہوں نے جرأت، بہادری کے عجیب نمونے دکھائے ہیں۔ جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے جنگ کی انتہائی خطرناک صورت میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد چند مسلمان رہ گئے تھے اپنے خاوند اور بیٹوں کے ساتھ مل کر بھرپور کردار ادا کیا ہے اگر مردوں میں حضرت طلحہؓ کی مثال دی جاتی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آنے والا ہر تیر اُحد کے دن اپنے ہاتھ پر روکا تھا اور اُف بھی نہیں کرتا تھا اس لئے کہ کہیں اُف کرنے سے میرا ہاتھ ہل نہ جائے اور تیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لگ جائے۔ تو حضرت اُمّ عمارہؓ نے عورتوں کی نمائندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا بھی حق ادا کر دیا۔ یہ سوچ لیا کہ آج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت ہی میرا سب سے بڑا مقصد ہے۔ میرے بیٹے شہید ہوں۔ میرا خاوند شہید ہو۔ مجھے اپنی جان قربان کرنی پڑے تو میں قربان ہو جاؤں لیکن میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بہر حال حفاظت کرنی ہے۔

جو واقفاتِ نو ہیں اپنے وقفِ نو کا حق ادا کرنے کی کوشش کریں۔ جو واقفات نو نہیں ہیں وہ ایک احمدی اور سچا مسلمان ہونے کا حق ادا کریں۔ دین سیکھیں اور دین کو پھیلائیں۔

آج اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسمانی وجود ہمارے سامنے نہیں ہے تو آپؐ کی ذات اور اِسلام کی تعلیم آج بھی زندہ ہے۔ پس آج ہر عورت کا کام ہے کہ اُمّ عمارہ بن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور اِسلام پر لگائے گئے ہر الزام کا جواب دے کر آپؐ کی ذات اور اِسلام کی حفاظت کا حق ادا کرنے کی کوشش کرے۔ میں نے ایک اُمّ عمارہؓ کی مثال دی ہے۔ اِسلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی اور بعد میں بھی ایسی خواتین پیدا ہوتی رہی ہیں جنہوں نے دین کی خاطر ہر قربانی کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا۔ جنگ قادسیہ میں بھی مختلف موقعوں پر عورتوں نے بھرپور کردار ادا کیا ہے۔

پس آج جبکہ اِسلام پر دنیا کے ہر کونے سے حملہ ہو رہا ہے اور بدقسمتی سے مسلمان کہلانے والے خود بھی زمانے کے امام کی دشمنی کر کے اِن حملوں کو ہوا دے رہے ہیں۔ ہمیں ایک اُمّ عمارہ نہیں بلکہ ہزاروں اُمّ عمارہ کی ضرورت ہے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور اِسلام کی حفاظت کرنی ہے۔

نئے ذرائع ابلاغ الیکٹرانک ذرائع کو استعمال کرنا آج کل کی نوجوان نسل کو زیادہ آتا ہے۔ پس نوجوان نسل سے بھی میں کہتا ہوں کہ آگے آئیں اور اِس جہاد میں اُتر جائیں۔ ذاتی خواہشات کو پس پشت ڈال دیں۔ جو واقفاتِ نو ہیں اپنے وقفِ نو کا حق ادا کرنے کی کوشش کریں۔ جو واقفات نو نہیں ہیں وہ ایک احمدی اور سچا مسلمان ہونے کا حق ادا کریں۔ دین سیکھیں اور دین کو پھیلائیں۔ اپنی ذاتی خواہشات کو بالکل

پس پشت کر دیں۔ مخالفین کے کوئی اعتراض نئے نہیں ہیں آج بھی۔ وہی پرانے اعتراض ہیں جو ہمیشہ سے ہوتے چلے آئے ہیں۔ الفاظ کی ردّوبدل کے ساتھ یہ پیش کر دیتے ہیں اور اِن سب کے جواب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دے دیئے ہوئے ہیں۔ پس ہماری عورتوں اور لڑکیوں کو چاہئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ لصلوٰۃ والسلام کی کتب یا اقتباسات جن کا انگلش میں ترجمہ میسر ہے جن کو اُردو پڑھنی نہیں آتی وہ انگلش میں پڑھیں اور کوشش کریں کہ اِس کے علاوہ بھی علم حاصل کریں اور اُن کے جوابات دیں جو اعترضات آج اِسلام پر اور آنحضرت ﷺ کی ذات پر ہو رہے ہیں اور دشمن کے خلاف ایک ننگی تلوار بن کر کھڑی ہو جائیں۔

پھر میں ایک مثال پیش کرتا ہوں حضرت اُمِّ سلمٰی اسماءؓ، یہ بیعت رضوان میں شامل تھیں۔ جیسا کہ میں نے بتایا یہ بیعت تھی جو صلح حدیبیہ سے پہلے ہوئی حضرت عثمانؓ کے شہید ہونے کی افواہ پر۔ اور یہ وہ بیعت تھی جس کا مطلب ہے کہ جس میں شامل لوگوں سے خدا تعالیٰ بھی راضی ہوا کیونکہ آج انہوں نے خدا تعالیٰ کی خاطر ایک نیا عہد کیا تھا۔

حضرت اُمِّ سلمٰی کی خصوصیات یہ تھیں۔ اُن میں بڑا صبر تھا بڑا تحمّل تھا، ایمان اور توکّل اعلیٰ درجے کا تھا، تقویٰ اور خشیّتِ الٰہی میں ترقی کرنے والی خاتون تھیں۔ عقل و دانش کی پیکر تھیں۔ ہمت بھی اُن میں بڑی تھی۔ بہادر بھی بہت تھیں۔ فصاحت اور بلاغت میں ممتاز مقام اُن کا تھا اور عورتوں میں خطیبۃالنساء کے نام سے معروف تھیں کہ عورتوں کی بہترین مقررہ۔ انہوں نے جنگ میں بھی حصہ لیا۔ جنگِ یرموک میں لاٹھی سے ہی ڈنڈے سے ہی نو رومیوں کو قتل کر دیا۔ گفتگو اِن کی بڑی نپی تلی ہوتی تھی۔ جو بھی اِن کی گفتگو سنتا متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا۔ اِن کی گفتگو میں بڑی مٹھاس تھی۔

ایک دفعہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ مشہور واقعہ جو ہے۔ حدیث ہم سنتے ہیں جس میں اِنہوں نے عورتوں کے بارے میں سوال کیا تھا کہ اُن کا کیا مقام ہے۔ حاضر ہو کر جب اِنہوں نے کہا کہ آج میں عورتوں کی نمائندہ بن کر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عورتوں اور مردوں دونوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا ہے۔ ہم عورتوں کو بھی آپؐ پر ایمان لانے اور آپؐ کی پیروی اختیار کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ ہم اپنے گھروں میں پابند ہیں۔ اپنے خاوندوں کی خدمت گزاری میں محو رہتی ہیں۔ اَولاد کی پرورش کرنا اور گھر کی دیکھ بھال کرنا ہمارے فرائض میں شامل ہے۔ مرد حضرات جمعہ اور باجماعت نمازیں وغیرہ اور جنازے اور جہاد ہر جگہ شریک ہوتے ہیں اور ہم سے زیادہ فضائل حاصل کر لیتے ہیں نیکیوں کی وجہ سے۔ جب وہ جہاد کے لئے روانہ ہوتے ہیں تو ہم اُن کے مال کی حفاظت کرتی ہیں۔ یا رسول اللہ! کیا اجر و ثواب میں ہم بھی اُن کی برابر کی شریک ہیں؟

یہ اندازِ گفتگو آنحضرت ﷺ کو بہت پسند آیا اور آپؐ نے صحابہ سے کہا: کیا کوئی اِس سے بہتر رنگ میں عورتوں کی نمائندگی کر سکتا ہے؟ صحابہؓ نے کہا کہ ایسا فصیح بیان تو ہم نے آج تک نہیں سنا۔ آنحضرت ﷺ نے آپؓ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اِن خواتین کو جا کر میرا پیغام سنا دو جن کی نمائندہ بن کر تم یہاں آئی ہو۔ تمہارا اپنے خاوندوں کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آنا، اُن کی خوشی کو پیشِ نظر رکھنا اور اُن کے نقشِ قدم پر چلنا، اللہ تعالیٰ کو اِس قدر پسند ہے وہ ایسی بلند مرتبہ عورت کو وہی اجر و ثواب دیتا ہے جس کا ذکر اِس نے مردوں کے لئے کیا ہے۔

پس یہ مرد بھی وہ خوش نصیب مرد تھے جو تقویٰ پر چلنے والے تھے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم رکھنے والے تھے جو اپنی بیویوں اور بچوں کے حقوق ادا کرنے والے تھے۔ حضرت اسماء یہ پیغام سن کر خوشی سے واپس آئیں اور عورتوں کو جواب دیا۔ پس یہ تقویٰ پر چلنے والی بیویوں کا بھی رویہ ہے کہ اپنے سپرد جو کام ہیں اُن کے، اُن کو وفا سے ادا کرنا۔ اپنے فرائض کو وفا کے ساتھ ادا کرنا۔ اپنے بچوں کی تربیت کی طرف بہترین رنگ میں توجہ دینا۔ لڑکیوں کا کام ہے کہ اپنی دینی تعلیم کی طرف بھی توجہ دینا دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ۔ صرف فیشن ہی پیشِ نظر نہ رہیں۔ ایسی عورتیں ہیں ایسی لڑکیاں ہیں جن کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ کس طرح خدا تعالیٰ کو راضی کریں۔ کس طرح اُن عورتوں میں شامل ہوں جن کو اللہ تعالیٰ نے یہ مقام عطا فرمایا ہے جس سے اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہو گیا۔

پھر ایک واقعہ ملتا ہے حضرت اُمّ ورقہؓ بنت عبد اللہ کا۔ یہ بھی انصاری خواتین میں تھیں۔ قرآن کریم کی حافظہ تھیں۔ عالمہ تھیں۔ بڑی مدبرہ تھیں۔ علم و حکمت میں ترقی کرنے والی تھیں۔ عبادت گزار تھیں۔ زہد و تقویٰ میں بڑی ترقی کرنے والی تھیں اور عبادت میں تو اتنی مشہور تھیں کہ رات کا اکثر حصہ عبادت میں گزارا کرتی تھیں۔ قرآن کریم کی تلاوت نہایت عمدہ لہجے میں کیا کرتی تھیں۔ قرآن کریم کی آیات پر غور اور تدبر اور سوچ اور فکر ان کی بہت گہری تھی۔

حضرت اُمِّ ورقہ انصاریہ کے بارے میں لکھا ہے کہ غزوۂ بدر کے

لئے روانگی کا جب اعلان ہوا تو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر حضرت اُمّ ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی کہ یارسول اللہ مجھے بھی جنگ میں شرکت کرنے کی اجازت عطا فرمائیں۔ میں زخمیوں کی مرہم پٹی، پیاسوں کو پانی پلانے کی خدمات سرانجام دوں گی۔ میری دلی تمنا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے شہادت کی موت عطا کرے۔

یہ جذبہ اور شوق اور ولولہ دیکھ کر رسولِ اقدس ﷺ نے فرمایا: تم اپنے گھر میں رہو اللہ تعالیٰ وہیں شہادت کا مرتبہ عطا کر دے گا۔ یہ پیغام سن کر حضرت اُمّ ورقہؓ خوشی خوشی اپنے گھر آئیں۔ اور بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا تھا کہ آنحضرت ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ آپ کے گھر جاتے تھے کہتے تھے: آؤ آج زندہ شہید کے گھر چلیں۔ لیکن آنحضرت ﷺ کی بات

صورت تعلیم سے ایک انچ بھی ہٹنا گوارا نہیں کیا۔ آخر بھائی کو ہی ہتھیار ڈالنے پڑے اور قرآن کریم کی خوبصورت تعلیم کو سن کر خود بھی اِسلام کی آغوش میں آ گئے۔ یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن تھیں۔

غرض کہ اِن صحابیات کے بے شمار واقعات ہیں جنہوں نے دین سے محبت، خدا سے محبت، اللہ تعالیٰ کے رسول سے محبت اور عشق کی داستانیں رقم کی ہیں۔ عبادتوں میں بھی ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کی ہے اور جسمانی جہاد میں بھی بھرپور حصہ لیا ہے۔ مالی قربانیوں میں بھی بھرپور حصہ لیا ہے۔ اپنے بچوں اور خاوندوں کو قربان کروا کر صبر اور حوصلے کے اعلیٰ معیار بھی قائم کئے ہیں۔ تبلیغِ دین میں بھی بھرپور حصہ لیا ہے اور مسائل سیکھنے اور سکھانے میں بھی بھرپور کردار ادا کیا ہے۔

غرض ہر میدان میں مسلمان عورت کا ایک کردار ہے۔ اور ان عورتوں نے اپنے بچوں کے دلوں میں دین کی محبت اِس طرح کوٹ کوٹ کر بھر دی کہ وہ ہر قربانی دینے کے لئے تیار ہو گئے۔

یہ اِس طرح بھی پوری ہوئی کہ اِن کے دو غلام تھے۔ ایک غلام اور ایک لونڈی تھی۔ اُن کو آپؓ نے کہا تھا کہ جب میں وفات پا جاؤں گی تو میں تم لوگوں کو آزاد کر دوں گی۔ اُن دونوں نے مل کے یہ سوچا کہ اِن کی عمر تو پتہ نہیں کتنی ہے! کب تک یہ زندہ رہیں گی اور کب ہمیں آزادی ملے گی!! اُنہوں نے ایک دن موقعہ پا کر رات کو اُن کو شہید کر دیا۔ اِس طرح اپنے گھر میں شہید ہونے کا جو آنحضرت ﷺ کا فرمان تھا وہ بھی پورا ہو گیا۔ بہر حال وہ بعد میں پکڑے گئے۔

پھر حضرت فاطمہؓ بنت خطاب ہیں جو اپنے بھائی کی رہنمائی اور ہدایت کا باعث بنیں۔ اُن کے اِسلام لانے کا باعث بنیں۔ بھائی کی سختیوں کے باوجود، بھائی کے ہاتھوں لہولہان ہونے کے باوجود اِسلام کی خوب

حضرت عائشہؓ ہی تھیں جنہوں نے وہ مقام حاصل کیا کہ نصف دین سکھانے والی بن گئیں۔ غرض ہر میدان میں مسلمان عورت کا ایک کردار ہے۔ اور ان عورتوں نے اپنے بچوں کے دلوں میں دین کی محبت اِس طرح کوٹ کوٹ کر بھر دی کہ وہ ہر قربانی دینے کے لئے تیار ہو گئے۔

پس آج آخرین میں شامل ہونے والی عورتوں نے بھی یہی مثالیں قائم کرنی ہیں۔ تبھی وہ اپنا عہد پورا کرنے والی کہلا سکتی ہیں، تبھی وہ اپنے عہد کا حق ادا کرنے والی کہلا سکتی ہیں۔ وہ عورتیں جنہوں نے براہِ راست حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تربیت پائی اُنہوں نے بھی اپنی قربانیوں اور عبادتوں کے معیار حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اُن کی بھی بہت ساری مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔

> اِس لئے لجنہ اماء اللہ کی تنظیم قائم کی گئی تھی تا کہ اس تنظیم کے تحت عورتیں اپنی روحانی تربیت کا بھی سامان کرتی رہیں

پس ہمیں یادرکھنا چاہئے کہ ہم نے اِن مثالوں کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے لئے ایک رہنما اور ٹارگٹ مقرر کرنے ہیں۔ ہمیں یادرکھنا چاہئے کہ اِس زمانے میں پہلے سے بڑھ کر ہمیں اِس بارے میں کوشش کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج بھی یہ رُوح تو قائم ہے لیکن اِن پر توجہ کے لئے اِس ذکر کی ضرورت رہتی ہے تا کہ اکثریت ہم میں سے یہ قربانیاں کرنے والی اور عبادتیں کرنے والی اور اپنے تقویٰ کے معیار بلند کرنے والی بن جائے۔ کہیں زمانے کے بہاؤ میں بہہ کر، زمانے کی لغویات میں بہہ کر ہماری نسلیں اِس رُوح کو بھول نہ جائیں۔ اِس لئے لجنہ اماء اللہ کی تنظیم قائم کی گئی تھی تا کہ اس تنظیم کے تحت عورتیں اپنی روحانی تربیت کا بھی سامان کرتی رہیں اور اپنی اخلاق تربیت کا بھی سامان کرتی رہیں اور خدا تعالیٰ سے زندہ تعلق پیدا کرنے کے لئے بھی کوششیں کرتی رہیں اور توحید کے قیام کے لئے ہر قربانی دینے کے لئے نہ صرف یہ کہ تیار رہیں بلکہ قربانیاں دیتی چلی جائیں اور اگلی نسلوں میں بھی یہ رُوح پھونکتی چلی جائیں۔

یہ جوش اور جذبہ پاکستان میں آج کل سخت حالات کی وجہ سے اُبھرا تو ہے لیکن یہ عارضی نہیں ہونا چاہئے باہر کے ملکوں کے لئے۔ نہ صرف پاکستانی احمدیوں پر سخت حالات ہیں بلکہ اور بھی بہت سارے ممالک ہیں۔ انڈونیشیا ہے، بنگلہ دیش ہے، بعض عرب کے ممالک ہیں جہاں سخت حالات ہیں۔ وہ تو اِن حالات کی وجہ سے اپنے ایمانوں میں مضبوط ہوتے چلے جارہے ہیں اور پہلے سے زیادہ بڑھ کر اپنے اخلاص و وفا کے نمونے دکھانے کی کوشش کرتے چلے جارہے ہیں۔ اِن لوگوں میں دین میں مضبوطی پیدا ہوئی ہے، دین سے ایک خاص تعلق پیدا ہوا ہے۔ لیکن جو باہر کی رہنے والی ہیں اُن کو بھی اپنی بھرپور کوشش کرنی چاہئے کہ اِس اپنے اخلاص ووفا کے تعلق میں بڑھتی چلی جائیں۔

میں پہلے بھی ذکر کر چکا ہوں اور اِس مضمون کے خط مجھے مسلسل آرہے ہیں کہ پاکستان میں حالات کی خرابی کی وجہ سے عورتوں کو مساجد میں آنا آج کل روکا ہوا ہے۔ اور اُن کی activities جو ہیں لجنہ کی تنظیم کی activities جو ہیں اُن کو بڑا low profile میں رکھا گیا ہے بہت محدود کر دیا گیا ہے۔ وہ کہتی ہیں کیا عورت کی جان مرد سے زیادہ قیمتی ہے؟ کیا عورت کو شہید ہونے کا حق نہیں ہے؟ ہمیں اپنی activities کرنے کی آزادانہ طور پہ activities کرنے کی آزادی اور اجازت دی جائے اور اِس کے لئے ہمیں کوئی پرواہ نہیں ہے کہ ہماری جان بھی جاتی ہے تو چلی جائے۔ بلکہ یہ لکھتی ہیں کہ مرد تو شاید ہمارے سے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں کہ وہ گھر کے کمانے والے ہیں۔ لیکن بہر حال عورت کی بھی بڑی اہمیت ہے۔ اگلی نسلوں کی تربیت گاہ عورت ہی ہے۔

یاد رکھنا چاہئے ہمیں، اُن عورتوں کو بھی پیغام دیتا ہوں کہ عقل سے چلنا بھی بہت ضروری ہے۔ عورت کی عزت، عصمت اور تقدّس انتہائی ضروری چیز ہے اور مردوں کا کام ہے کہ اُس کی حفاظت کریں اِس لئے یہ احتیاطیں ہم کر رہے ہیں لیکن جب ضرورت پڑے تو پھر عورت کو بھی خوفزدہ نہیں ہونا چاہئے۔ پھر وہی نمونے دکھانے چاہئیں جو نمونے ہمیں قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں نے دکھائے تھے، اُن صحابیات نے دکھائے تھے یا اِس زمانے میں بھی بعض ہمیں مثالیں اِس کی ملتی ہیں۔ مجھے خط آتے ہیں کہ ہم بھی خولہ بن کر دکھائیں گی۔ مجھے خط آتے ہیں کہ ہم بھی اُمّ عمارہ بن کر دکھائیں گی۔ اللہ کرے کہ یہ جذبے ہمیشہ زندہ رہیں لیکن احتیاطیں جو کی جارہی ہیں اُس کی بہر حال پابندی کرنی ضروری ہے۔

یہاں جو آپ لوگ آزاد رہ رہے ہیں۔ اپنی اِس آزادی کو بھی اِس طریق پر استعمال کریں کہ ہر عورت اور ہر لڑکی یہ سمجھے کہ آج اِسلام اور آنحضرت ﷺ کی حفاظت کی ذمہ داری صرف اور صرف میری ہے۔ اور میں نے اپنی تمام تر صلاحیتوں اور استعدادوں کے ساتھ اِس حفاظت کا حق ادا کرنے کی بھرپور کوشش کرنی ہے۔ اپنے علم اور روحانیت میں اضافہ کرنا ہے اور اُس وقت تک چین سے نہیں بیٹھنا جب تک اِسلام کا جھنڈا تمام دنیا پر نہ گاڑ لوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اِس کی توفیق عطا فرمائے۔ دُعا کرلیں۔

حضرت چراغ بی بی صاحبہؓ

والدہ ماجدہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

حضرت والدہ ماجدہؓ کے اخلاق وشمائل

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانیؓ صاحب حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی والدہ ماجدہ کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:
''آپ کی طبیعت میں جود و سخا اور مہمان نوازی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ ایک عفّت و عصمت کی دیوی خاتون میں جو صفات عالیہ ہونے چاہئیں وہ آپ میں موجود تھے۔ وہ ہمیشہ بشّاش اور متین حالت میں رہتی تھیں۔

مہمان نوازی کے لئے ان کے دل میں نہایت جوش اور سینہ میں وسعت تھی۔ وہ لوگ جنہوں نے ان کی فیاضیاں اور مہمان نوازیاں دیکھی ہیں ان میں سے بعض اس وقت تک زندہ ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ انہیں اگر باہر سے یہ اطلاع ملتی کہ چار آدمیوں کے لئے کھانا مطلوب ہے تو اندر سے جب کھانا جاتا تو وہ آٹھ آدمیوں سے بھی زائد کے لئے بھیجا جاتا۔ اور مہمانوں کے آنے سے انہیں بہت خوشی ہوتی۔

اپنے شہر کے غرباء وضعفاء کا خصوصیّت سے خیال رکھتی تھیں۔ اور ان کے معمولات میں ایک یہ خاص بات تھی کہ غرباء کے مردوں کو کفن ان کے ہاں سے ملتا تھا۔ غرضیکہ غرباء کی ہمدردی اور دستگیری کی وجہ سے وہ سب کے لئے ایک طرح پر مادرِ مہربان تھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تربیت میں حضرت والدہ مکرمہ کی ان صفات واخلاق نے خاص اثر پیدا کیا اور چونکہ آپ ایک عظیم الشان کنبہ کے مالک ہونے والے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے شروع ہی سے ان صفاتِ عالیہ کے پیدا کرنے کے لئے ان کے واسطے یہ سامان کیا کہ ایک ایسی مادرِ شفیق کی گود میں انہیں رکھا جو ہمدردی عامۃُ النّاس اور مہمان نوازی اور جود و سخا میں اپنی نظیر آپ تھیں اس طرح پر گویا آپ نے اِن صفات کو شیر مادر کے ساتھ پیا۔ استغنا، شجاعت اور جرأت، صاف گوئی کے صفات آپ کو والد ماجد کی طرف سے ملے تھے تو مہمان نوازی، جود و سخا اور ہمدردی عامتہُ النّاس حضرت والدہ مکرمہ کی طرف سے عطا ہوئی تھیں۔''

(حیات احمد جلد 1 حصہ دوم صفحہ 217-218)

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانیؓ صاحب تحریر فرماتے ہیں:
''حضرت والدہ مکرمہ کی دور اندیشی، معاملہ فہمی مشہور تھی۔ حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب مرحوم کے لئے وہ ایک بہترین مشیر اور غمگسار تھیں اور یہی وجہ تھی کہ حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب باوجود اپنی ہیبت اور شوکت وجلال کے حضرت مائی صاحبہ کی باتوں کی بہت پرواکرتے تھے۔ اور ان کی خلاف مرضی خانہ داری کے انتظامی معاملات میں کوئی بات نہیں کرتے تھے۔ بات بظاہر نہایت معمولی سمجھی جاسکتی ہے مگر حضرت مائی صاحبہ کی فراست اور حیا پروری کی یہ ایک عدیم النظیر مثال ہے۔''

(حیات احمد جلد 1 حصہ دوم صفحہ 219)

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانیؓ صاحب، حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی پہلی شادی کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں:

"آپ (حضرت اقدسؑ۔ ریسرچ سیل ربوہ) ماں باپ کے نہایت ہی سعادت مند اور اطاعت گزار فرزند تھے۔ اس لئے جب حضرت مرزا غلام مرتضی صاحب مرحوم نے (آپؑ کی شادی۔ ریسرچ سیل ربوہ) تجویز کی، اس پر راضی ہو گئے اور کوئی عذر نہیں کیا۔ چونکہ خاندان کی ضروریات کا انتظام بڑے مرزا صاحب کے ذریعہ ہوتا تھا اور **حضرت مائی صاحبہ (سیّدہ چراغ بی بی رضی اللہ عنہا) حضرت کی والدہ گھر کا انتظام فرماتی تھیں**۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کوئی خاص اہتمام اس خصوص میں کرنا نہ پڑتا تھا۔ اور آپ اپنے مشاغل دینیہ کو جاری رکھتے ہوئے معاشرہ کے فرائض کو بھی ادا کر رہے تھے۔"

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام حصہ سوم از حضرت شیخ یعقوب علی عرفانیؓ صاحب صفحہ 378)

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانیؓ صاحب تحریر فرماتے ہیں:

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک ہمشیرہ صاحبہ بی بی مراد بیگم صاحبہ تھیں جو بجائے خود ایک صاحبِ حال اور عابدہ زاہدہ خاتون تھیں۔ خدا تعالیٰ کی مشیّت کے ماتحت وہ عین عنفوان شباب میں بیوہ ہو گئیں اور قادیان آ گئیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرح ان کی زندگی ایک خدا پرست خاتون کی زندگی تھی۔ حضرت مائی صاحبہ کو جیسے حضرت مسیح موعودؑ کے آرام و آسائش کا ہر طرح خیال ہوتا تھا، اس خدا پرست خاتون کے لئے بھی وہ بہت دردمند اور محبت سے لبریز دل رکھتی تھیں اور ان کی بیوگی کے زمانہ میں اپنی ذمہ واری کی خصوصیات کو محسوس کرتی تھیں۔
ان حالات میں انہوں نے حضرت مرزا غلام مرتضی صاحب کو مشورہ دیا کہ زنان خانہ میں وہ ہمیشہ دن کو تشریف لایا کریں۔ چنانچہ حضرت مرزا صاحب مرحوم کا اس کے بعد معمول ہو گیا کہ وہ صبح کو اندر جاتے اور گھر کے ضروری معاملات پر مشورہ اور ہدایات کے بعد باہر آ جاتے۔
حضرت مائی صاحبہ نے اپنے اس بیٹے اور بیٹی کے لئے اپنے تمام آرام اور آسائشوں کو قربان کر دیا تھا اور ان کے دن رات ان دونوں عزیزوں کے آرام کے انتظام میں بسر ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان پر بڑے بڑے رحم اور کرم کرے اور اپنے فضل سے انہیں اس مقام پر اٹھائے جو اس کی رضا کا مقام ہے۔ آمین
بہر حال حضرت اقدس نے ایسی شفیق اور مہربان ماں کی گود میں پرورش پائی تھی جو اپنی صفاتِ عالیہ کے لحاظ سے خواتینِ اسلام میں ایک ممتاز حیثیت رکھتی ہیں۔ اس خاتون کی عزت و وقار کا کیا کہنا جس کے بطنِ مبارک سے وہ عظیم الشان انسان پیدا ہوا جو نبیوں کا موعود تھا اور جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سلام کہا اور خدا تعالیٰ نے جس کے مدارج اور مناقب میں فرمایا: اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْکَ۔
اس عظیم الشان انسان کی ماں دنیا میں ایک ہی عورت ہے جو آمنہ خاتون کے بعد اپنے بختِ رَسا پر ناز کر سکتی ہے۔ دنیا کی عورتوں میں جو ممتاز خواتین ہیں ان میں حضرت آمنہ خاتون اور حضرت چراغ بی بی صاحبہ ہی دو عورتیں ہیں جنہوں نے ایسے عظیم الشان انسان دنیا کو دیئے جو ایک عالم کی نجات اور رستگاری کا موجب ہوئے۔
ہاں یہ سچ ہے کہ ایک ان میں آقا تھا دوسرا غلام۔ مگر وہ اپنے کمالِ اِتباع و فنا میں اس مقام پر پہنچ گیا کہ آقا کے تمام صفات و اخلاق کو اس نے اپنے اندر لے لیا۔ تب وہ اس کی چادر پہن کر آیا اور اس کا کامل مظہر اور بروز ہو کر اُسی میں گم ہو گیا اور تفریق و امتیاز کے مقام سے گزر گیا۔ پھر اس کا آنا اُسی محسن و آقا کا آنا ٹھہرا، صلی اللہ علیہ وسلم۔"

(حیات احمد جلد 1 حصہ دوم صفحہ 220-221)

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانیؓ صاحب تحریر فرماتے ہیں:

”حضرت مائی چراغ بی بی صاحبہ رَحِمَہَا اللّٰہُ عَلَیْہَا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی والدہ صاحبہ کی فیّاضی۔ نیکی۔ مہمان نوازی۔ وسعت حوصلہ۔ غریب پروری۔ استغنا۔ شجاعت۔ جرأت مشہور ہے۔“

(حیات احمد جلد 1 حصہ سوم صفحہ 438)

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانیؓ صاحب تحریر فرماتے ہیں:

”آپؑ کی والدہ صاحبہ بھی سیف زبان سمجھی جاتی تھیں اور ان کی زبان ایسا اثر رکھتی تھی کہ بعض اوقات وہ قبل از وقت کوئی بات کہہ دیتی تھیں تو وہ ہو جاتی تھی۔ چنانچہ کبھی کبھی جب بڑے مرزا صاحب (حضرت مرزا غلام مرتضی صاحب مرحوم) کشمیر میں تھے۔ تو آپ فرماتی تھیں کہ آج کشمیر سے کچھ آئے گا۔ تو ضرور کوئی نہ کوئی قاصد وہاں سے تحائف وغیرہ لے کر آجاتا تھا۔ ایسی نیک اور خدا رسیدہ خاتون نے دنیا کو حضرت مسیح موعودؑ جیسا عظیم الشان انسان دیا۔“

(حیات احمد جلد 1 حصہ سوم صفحہ 439-440)

تاریخ احمدیت میں درج ہے:

”حضرت والدہ صاحبہ نہایت خدا رسیدہ اور بزرگ خاتون تھیں۔ ان کی کرامت حضرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ "جب بڑے مرزا صاحب (یعنی حضرت کے والد ناقل) کشمیر میں ملازم تھے تو کئی دفعہ ایسا ہوا کہ ہماری والدہ نے کہا کہ آج میرا دل کہتا ہے کہ کشمیر سے کچھ آئے گا تو اسی دن کشمیر سے آدمی آگیا اور بعض اوقات تو ایسا ہوا کہ ادھر والدہ صاحبہ نے یہ کہا اور ادھر دروازہ پر کسی نے دستک دی۔ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ کشمیر سے آدمی آیا ہے۔"

(تاریخ احمدیت جلد 1 صفحہ 102)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے بیان فرماتے ہیں:

”بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ ان سے حضرت مسیح موعودؑ نے بیان فرمایا کہ جب بڑے مرزا صاحب (یعنی حضرت مسیح موعودؑ کے والد صاحب) کشمیر میں ملازم تھے تو کئی دفعہ ایسا ہوا کہ ہماری والدہ نے کہا کہ آج میرا دل کہتا ہے کہ کشمیر سے کچھ آئے گا تو اسی دن کشمیر سے آدمی آگیا اور بعض اوقات تو ایسا ہوا کہ ادھر والدہ صاحبہ نے یہ کہا اور ادھر دروازہ پر کسی نے دستک دی۔ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ کشمیر سے آدمی آیا ہے۔ والدہ صاحبہ فرماتی تھیں کہ تمہارے دادا کشمیر سے اپنے آدمی کو چند ماہ کے بعد خط اور روپیہ دے کر بھجا کرتے تھے۔ نقدی وغیرہ چاندی سونے کی صورت میں ایک گدڑی کی تہہ کے اندر سلی ہوئی ہوتی تھی جو وہ آدمی راستہ میں پہنے رکھتا تھا اور قادیان پہنچ کر اتار کر اندر گھر میں بھیج دیتا تھا۔ گھر والے کھول کر نقدی نکال لیتے تھے اور پھر گدڑی واپس کر دیتے تھے۔ نیز والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ تمہارے دادا کشمیر میں صوبہ تھے۔ اس وقت حضرت خلیفہ المسیح ثانی بھی اوپر سے تشریف لے آئے اور فرمانے لگے کہ جس طرح انگریزوں میں آجکل ڈپٹی کمشنر اور کمشنر وغیرہ ہوتے ہیں اسی طرح کشمیر میں صوبے گورنر علاقہ ہوتے تھے۔“

(سیرت المہدی جلد 1 روایت نمبر 10 ص 7-8)

تاریخ احمدیت میں لکھا ہے:۔

”حضرت چراغ بی بی صاحبہ ایمہ ضلع ہوشیار پور کے ایک معزز مغل خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ قناعت، شجاعت، عفت، مروت، وسعت حوصلہ، استغناء، فیاضی اور مہمان نوازی آپ کی نمایاں خصوصیات تھیں۔ شہر کے مفلوک الحال اور پسماندہ طبقہ کی ضروریات کے مہیا کرنے میں

انہیں خاص قلبی و روحانی مسرت حاصل ہوتی تھی۔ غرباء کے مردوں کو کفن ہمیشہ ان کے ہاں سے ملتا تھا۔ ان کی دور اندیشی اور معاملہ فہمی مشہور تھی۔ وہ حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب رضی اللہ عنہ کے لئے بہترین مشیر اور غمگسار تھیں اور آپ بھی اپنی ہیبت اور شوکت و جلال کے باوجود خانہ داری کے معاملات میں ان کی خلاف مرضی کوئی بات نہیں کرتے تھے۔"

(تاریخ احمدیت جلد 1 صفحہ 101-102)

حضرت مولانا عبد الرحیم دردؓ صاحب تحریر فرماتے ہیں:

ترجمہ:

(حضرت) چراغ بی بی صاحبہ ایک سخی، مہمان نواز، خوش مزاج اور مثالی تقویٰ کی حامل نیک دل خاتون تھیں۔ آپ نے غریبوں کی زندگی میں ان کی دیکھ بھال کی اور ان کی وفات کے بعد ان کی بہترین تجہیز و تکفین کا بھی انتظام کیا۔ آپ رنج و راحت میں (حضرت) مرزا غلام مرتضی صاحب، جو آپ کی بہت عزت کیا کرتے تھے، ایک مخلص بیوی اور بہترین ساتھی رہیں۔ اور (حضرت مرزا صاحب) آپ کے تقویٰ، فہم و فراست اور فضیلت کی وجہ سے ہمیشہ آپ سے رائے لیا کرتے تھے۔

(Life of Ahmad p.24 ch.4)

تاریخ احمدیت میں تحریر ہے:

حضرت مریم صدیقہ سے معنوی مشابہت

حضرت سیدہ چراغ بی بی صاحبہ رضی اللہ عنہا کا روحانی مقام تو اس سے ظاہر ہے کہ آپ کے بطن مبارک سے مسیح محمدی ﷺ ایسا عظیم الشان وجود پیدا ہوا جس سے آفاق عالم روشن ہو گئے لیکن ایک حیرت انگیز معنوی مشابہت آپ کو حضرت مسیح موسوی کی والدہ (حضرت مریمؑ) سے بھی حاصل تھی۔ اور وہ یہ کہ مریم کے ایک معنی "سمندر کا ستارا" کے بھی ہیں اور آپ کا اسم مبارک چراغ بی بی تھا۔ روشنی اور نور کے مفہوم میں متحد ہونے کے باوجود ان دونوں ناموں میں کھلا کھلا تفاوت ہے جس میں حکمت یہ ہے کہ حضرت مسیحؑ کی آمد بنی اسرائیل میں دور نبوت کے خاتمہ پر ہوئی تھی اور وہ موسوی سلسلہ کی آخری کڑی تھے۔ اس لئے حضرت مسیح ناصری کی والدہ ستارہ تھیں جو فی نفسہ روشن ہوتا ہے مگر کسی اور وجود میں اپنی روشنی منتقل نہیں کر سکتا۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وجود سے چونکہ قیامت تک ہزاروں اور کروڑوں شمعوں کا روشن ہونا مقدر تھا۔ اس لئے حضور کی والدہ ماجدہ کا نام آسمان پر چراغ بی بی رکھا گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کیا خوب فرماتے ہیں۔

خدایا تیرے فضلوں کو کروں یاد

بشارت تو نے دی اور پھر یہ اولاد

کہا ہرگز نہیں ہوں گے یہ برباد

بڑھیں گے جیسے باغوں میں ہوں شمشاد

خبر مجھ کو یہ تو نے بارہا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِی اَخْزَی الْاَعَادِی

(تاریخ احمدیت جلد 1 صفحہ 102-103)

ڈاکٹر بشارت احمد صاحب لکھتے ہیں:

”چراغ بی بی صاحبہ کی طبیعت میں جودوسخا اور مہمان نوازی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اپنے شہر کے غربا و ضعفا کا خصوصیت سے خیال رکھتی تھیں۔ اور غربا کے مردوں کو کفن ان کے ہاں سے ملتا تھا۔“

(مجدد اعظم حصہ اول صفحہ 15-16)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی والدہ محترمہؒ کا حضورؑ سے محبت و شفقت کا سلوک

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانیؓ صاحب تحریر فرماتے ہیں:

”فطرتاً ہر بچہ کو اپنی ماں کے ساتھ اور ماں کو اولاد کے ساتھ محبت ہوتی ہے ماں کی مامتا مشہور ہے۔ مگر حضرت مائی چراغ بی بیؒ صاحبہ اپنے بیٹے حضرت مرزا غلام احمدؑ صاحب کے لیے ایک سپر کا کام دیتی تھیں۔ حضرت مرزا صاحبؑ چونکہ دنیوی تعلقات سے گونہ الگ رہتے تھے اور ان میں کوئی دلچسپی نہیں لیتے تھے اس لیے دنیاداروں کی نظر میں ایک ہوشیار دنیادار کی حیثیت سے وہ مشار الیہ نہیں ہو سکتے تھے۔ آپ کا خاندان دنیوی حیثیت سے ایک نمایاں عزت و افتخار رکھ چکا تھا۔ حضرت مرزا غلام مرتضی صاحب مرحوم... اپنی گذشتہ و رفتہ جاگیر و جائیداد کی بازیافتگی کے لئے کوشاں رہتے تھے اور حضرت مرزا صاحبؑ کو ان امور سے کوئی دلچسپی نہ تھی اس لئے اس حیثیت سے وہ خاندان میں لائق اور قابل نہ سمجھے جاتے تھے بلکہ ملاں کہلاتے تھے۔ ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی دلجوئی اور تسلی کے لئے حضرت والدہ مکرمہ کے قلب کو بہت وسیع کر دیا ہوا تھا جو وجود دنیاداروں کی نظر میں نعوذ باللہ محض نکما سمجھا گیا تھا حضرت والدہ مکرمہ اس نیکی اور سعادت مندی کو دیکھ کر ان پر نثار ہو جاتی تھیں اور آپ کی آسائش اور آرام کے لئے ہر طرح کوشش کرتی رہتی تھیں۔ ان کی زندگی میں حضرت مسیح موعودؑ کو کبھی ایسا موقعہ نہیں آیا کہ وہ گھر والوں کی بے پروائی کی وجہ سے تکلیف پائیں۔ حضرتؑ کی عادت تھی کہ اپنی ضروریات اور حاجات کو مخلوق کے سامنے پیش نہیں کرتے تھے اور ہمیشہ صبر و برداشت سے کام لیتے۔ اس لئے حضرت والدہ مکرمہ خاص احتیاط اور توجہ سے آپؑ کی ضروریات کا انصرام فرماتی تھیں اور حضرت اقدسؑ کی ضروریات کا نہایت گہری نظر سے مطالعہ کرتی رہتیں اور ان کے کہنے کی نوبت نہیں آتی تھی کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ حضرت اقدسؑ اظہار نہیں کیا کرتے اس لئے پہلے سے انتظام رکھتی تھیں۔ حضرت والدہ صاحبہ کی مہربانیوں اور محبت کا حضرت مسیح موعودؑ کے دل پر ایک گہرا اثر اور نقش تھا۔ والد صاحب کی گونہ بے اعتنائی کی تلافی مہر مادری نے کر رکھی تھی۔"

(حیات احمد جلد 1 حصہ دوم صفحہ 218)

حضرت مولانا عبد الرحیم درڈ صاحب تحریر فرماتے ہیں:

ترجمہ:

آپ نہایت شفیق والدہ تھیں۔ آپ نے اپنی اولاد کی نہایت ملاطفت اور نرمی سے دیکھ بھال کی۔ دنیاداروں کی نظر میں آپؑ کا روحانی وجود لائق اور قابل نہ سمجھا جاتا تھا۔ لیکن آپؑ کے دیگر دنیوی معاملات سب سے زیادہ آپؑ کی والدہ صاحبہ کو پسند تھے۔

(Life of Ahmad p.24 ch.4)

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ تحریر فرماتی ہیں:

"میٹھی خستہ ٹکیاں (جن کو اردو زبان میں "سہال" اور پنجابی میں مٹھیاں" کہتے ہیں) آپؑ کو اپنی والدہ صاحبہ (ہماری دادی صاحبہ مرحومہ) کی یاد اور محبت میں پسند تھیں۔ مگر خاص اپنے کھانے کے لئے نہیں بلکہ بچوں کے لئے۔ حضرت والدہ صاحبہ سے فرماتے تھے کہ "وہ بنا رکھا کرو ہماری والدہ ضرور ہمارے لئے بنا کر رکھا کرتی تھیں۔ جب ہمیں بھوک لگتی ہم لے لیا کرتے تھے۔"

(تحریرات مبارکہ صفحہ 29)

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانیؓ صاحب، حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی استغراقی حالت کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کی محبت اور اتباع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں کچھ ایسے محو اور متوجہ رہتے تھے کہ پاس ہونے والے واقعات کا بھی علم نہیں ہوتا تھا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر وقت رو بخدا رہتے اور باوجود دنیا میں ہونے کے دنیا سے الگ رہتے۔ یہ حالت بھی آغاز نوجوانی ہی سے پیدا ہو گئی تھی۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ ایک دالان میں ٹہل رہے تھے اس دالان میں ایک اوکھلی تھی۔ مرزا سلطان احمد صاحب چھوٹے بچے تھے کوئی تین ایک برس کے ہوں گے بلکہ اس سے بھی شائد کچھ کم ہی ان کی عمر ہو گی وہ بھی وہیں زمین پر بیٹھے کھیل رہے تھے۔ کھیلتے کھیلتے اتفاقاً سر کے بل اس اوکھلی میں گر پڑے۔ اب اس میں سے نکل تو وہ سکتے نہیں تھے سیدھے بھی نہیں ہو سکتے تھے۔ تھوڑی دیر تک وہ اس حالت میں پڑے رہے آخر بچہ اپنی رہائی کی کوششوں میں ناکامیاب رہ کر رو پڑے۔ مگر نہ تو اس کے گرنے اور نہ رونے نے حضرت مسیح موعودؑ کی توجہ میں کوئی خلل پیدا کیا۔ یہ اپنے خیالات میں مست اور غرق اسی طرح اطمینان سے پھرتے رہے بچہ کے رونے کی آواز سے حضرت والدہ مکرمہ رضی اللہ عنہا (یعنی دادی صاحبہ) کی توجہ اس طرف مبذول ہوئی۔ وہ دوڑتی ہوئی آئیں اور مرزا سلطان احمد صاحب کو نکال کر پیار کے ساتھ اٹھایا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ بھی چونکہ انہیں بڑی محبت اور شفقت تھی اس لئے انہیں اور تو کچھ نہ کہہ سکیں یہ کہا کہ ان کے پاس تو کوئی مر بھی جاوے تو ان کو پتہ نہیں ہو سکتا کہ کیا واقع ہوا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی والدہ مکرمہ کے ان الفاظ کو سن کر ان کی طرف متوجہ ہوئے اور جب انہوں نے آپؑ کو اس واقعہ سے اطلاع دی تو ہنس کر کہہ دیا کہ مجھے تو کچھ بھی خبر نہیں۔"

(حیات احمد جلد اول حصہ دوم صفحہ 215-216)

تاریخ احمدیت میں مذکور ہے:

”ایک دفعہ جبکہ حضرت اقدس کی عمر پچیس تیس برس کی تھی آپ کے والد بزرگوار کا اپنے موروثیوں سے درخت کاٹنے پر ایک تنازعہ ہو گیا۔ آپؑ کے والد بزرگوار کا نظریہ یہ تھا کہ زمین کے مالک ہونے کی حیثیت سے درخت بھی ہماری ملکیت ہیں اس لئے انہوں نے موروثیوں پر دعویٰ دائر کر دیا اور حضورؑ کو مقدمہ کی پیروی کے لئے گورداسپور بھیجا۔ آپؑ کے ہمراہ دو گواہ بھی تھے حضرت اقدسؑ جب نہر سے گزر کر پتھانوالہ گاؤں پہنچے تو راستے میں ذرا ستانے کے لئے بیٹھ گئے اور ساتھیوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔ ابا جان یونہی زبردستی کرتے ہیں درخت کھیتی کی طرح ہوتے ہیں یہ غریب لوگ اگر کاٹ لیا کریں تو کیا حرج ہے۔ بہر حال میں تو عدالت میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ مطلقاً یہ ہمارے ہی ہیں۔ ہاں ہمارا حصہ ہو سکتے ہیں۔ موروثیوں کو بھی آپؑ پر بے حد اعتماد تھا۔ چنانچہ جب مجسٹریٹ نے موروثیوں سے اصل معاملہ پوچھا تو انہوں نے بلا تامل جواب دیا کہ خود مرزا صاحب سے دریافت کر لیں۔ چنانچہ مجسٹریٹ نے حضورؑ سے پوچھا حضورؑ نے فرمایا کہ میرے نزدیک درخت کھیتی کی طرح ہیں جس طرح کھیتی میں ہمارا حصہ ہے۔ ویسے ہی درختوں میں بھی ہے۔ چنانچہ آپؑ کے اس بیان پر مجسٹریٹ نے موروثیوں کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ اس کے بعد جب حضورؑ واپس قادیان تشریف لائے تو حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب نے آپؑ کے ساتھ جانے والوں میں سے ایک ساتھی سے پوچھا کہ کیا فیصلہ ہوا ہے۔ اس نے کہا کہ میں تو باہر تھا مرزا صاحبؑ اندر گئے تھے ان سے معلوم ہو گا۔ اس پر حضرت صاحبؑ کو بلایا گیا۔ حضورؑ نے سارا واقعہ بلا کم و کاست بیان کر دیا جسے سن کر آپؑ کے والد بزرگوار سخت برہم ہوئے اور "ملاں ملاں" کہہ کر کوسنے لگے اور کہا کہ گھر سے نکل جاؤ اور گھر والوں سے تاکیداً کہا کہ ان کو کھانا ہر گز نہ دو۔ حضورؑ دو تین دن تو قادیان ہی میں رہے اور آپؑ کی والدہ صاحبہ محترمہ آپ کو کھانا بھجواتی رہیں لیکن بعد کو آپؑ کے والد صاحب کی مزید ناراضگی کی وجہ سے قادیان سے بٹالہ چلے گئے جہاں کوئی دو ماہ تک "پناہ گزین" رہنا پڑا۔ اور پھر بیمار ہونے پر والد صاحب مرحوم نے حضورؑ کو واپس بلا لیا۔“

(تاریخ احمدیت جلد 1 صفحہ 72-73)

حضرت میاں اللہ یار صاحب ٹھیکیدار ولد میاں گلاب دین صاحب ٹھیکیدار (سن بیعت 1891ء) روایت کرتے ہیں:

”ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت صاحبؑ کی عمر 25 اور تیس سال کے درمیان ہو گی کہ آپؑ کے والد صاحب کا موروثیوں سے جھگڑا ہو گیا۔ وہ درخت کاٹ لیا کرتے تھے مگر آپ کے والد صاحب فرماتے تھے کہ زمین ہماری ہے اور درخت بھی ہمارے ہیں۔ یہ کیوں کاٹتے ہیں۔ ایک دفعہ انہوں نے موروثیوں پر دعویٰ کر دیا اور حضورؑ کو مقدمہ کی پیروی کے لئے گورداسپور بھیجا۔ حضورؑ کے ساتھ بطور گواہ ایک شخص لدھا کھروب اور دوسرا حکم دین تھا۔ ایک گھوڑا ساتھ تھا مگر حضورؑ پیدل ہی گئے۔ حضورؑ نے پسند نہ فرمایا کہ یہ لوگ پیدل چلیں اور میں سوار ہو کر چلوں۔ جب نہر سے گزر کر پنتاں والا (تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 73 میں پچھانوالہ لکھا ہے) گاؤں میں پہنچے تو راستے میں آرام کرنے کے لئے بیٹھ گئے۔ ساتھیوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ابا جان یونہی زبردستی کرتے ہیں۔ درخت کھیتی کی طرح ہوتے ہیں۔ یہ غریب لوگ ہیں اگر کاٹ لیا کریں تو کیا حرج ہے؟ میں تو یہ نہیں کہہ سکتا کہ مطلقاً یہ ہمارے ہی ہیں۔

ہاں ہمارا حصہ ہو سکتا ہے۔ موروثیوں کو آپ پر اس قدر اعتماد تھا کہ جب حضور عدالت میں پہنچے اور مجسٹریٹ نے موروثیوں کو کہا کہ کیا معاملہ ہے تو انہوں نے عرض کیا کہ حضور مرزا صاحب سے دریافت کر لیں۔ چنانچہ مجسٹریٹ نے حضور سے پوچھا۔ حضور نے فرمایا کہ میرے نزدیک تو درخت کھیتی کی طرح ہیں۔ جس طرح کھیتی میں ہمارا حصہ ہے ویسے ہی درختوں میں ہے۔ چنانچہ مقدمہ موروثیوں کے حق میں ہو گیا۔

جب حضورؑ واپس قادیان پہنچے اور اندر بیٹھ گئے تو بڑے مرزا صاحب نے حکم دین سے پوچھا کہ کیا فیصلہ ہوا ہے اس نے کہا کہ میں تو باہر تھا۔ مرزا صاحبؑ اندر گئے تھے۔ حضرت صاحب کو بلایا۔ حضورؑ نے سارا واقعہ کہہ سنایا۔ بڑے مرزا صاحب بہت ناراض ہوئے اور حضورؑ کو ملاں ملاں کہہ کر

کوسنے لگے اور فرمایا کہ گھر سے نکل جاؤ اور گھر والوں کو کہا کہ ان کو کھانا ہرگز نہ دو۔ دو تین دن تو گاؤں میں ہی رہے۔ اماں جان روٹی بھیج دیا کرتی تھیں پھر بڑے مرزا صاحب سخت ناراض ہوئے۔ حضورؑ گھر سے دانے لائے۔ میں نے بھنا کر دیئے پھر حضورؑ بٹالہ چلے گئے۔ وہاں کوئی دو ماہ رہے۔ اس کے بعد بڑے مرزا صاحب نے واپس بلا لیا کیونکہ وہ بیمار ہو گئے تھے۔"

(رجسٹر روایات صحابہ (غیر مطبوعہ) جلد 9 صفحہ 192-194 روایات حضرت میاں الہ یار صاحب ٹھیکیدار)

تاریخ احمدیت میں تحریر ہے:

"حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ و السلام کو چونکہ ابتداء ہی سے خلوت گزینی، ذکر الٰہی اور مطالعہ سے ہر لمحہ شغف تھا اور اپنے والد صاحب کے دنیوی مشاغل اور دوسرے کاروبار میں حصہ لینے سے طبعاً متنفر تھے اس لئے گھر میں "ملاں" کہلاتے تھے۔ لیکن آپؑ کی والدہ محترمہ کو آپؑ سے بڑی محبت تھی۔ وہ آپؑ کی نیکی، تقوی شعاری، پاک زندگی اور سعادت مندی پر سو جان سے قربان ہو جاتیں اور آپ کی ہر قسم کی ضرورتوں کا خاص خیال رکھتی تھیں۔ چنانچہ ان کی زندگی میں آپؑ کو کبھی کچھ کہنے کی نوبت نہیں آئی۔ کیونکہ وہ ابتداء ہی سے جانتی تھیں کہ آپؑ اپنے گھر کے دوسرے افراد کے مقابل بالکل درویش طبع ہیں اور اپنی ضروریات کا کسی سے اظہار کرنا آپ کو ہرگز پسند نہیں۔ جب تک زندہ رہیں آپؑ کے لئے (ظاہری لحاظ سے) سپر بنی رہیں۔ والد خفگی کا اظہار کرتے تو ماں کی مامتا فرط محبت سے جوش میں آجاتی۔ حضورؑ جب والد بزرگوار کے اصرار پر سیالکوٹ آگئے تو باقاعدہ آپؑ کے لئے کپڑے وغیرہ بنا کر بھجواتی رہیں۔ غرضکہ ان کا وجود آپؑ کے لئے سایہ رحمت تھا۔"

(تاریخ احمدیت جلد 1 صفحہ 102)

حضرت مسیح موعودؑ سیالکوٹ کی ملازمت کو قید خانہ ہی سمجھتے تھے۔ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ تحریر فرماتے ہیں:

"حیات حجام قادیان سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے سیالکوٹ ایک مرتبہ پارچات پوشیدنی لے کر گیا۔ وجہ یہ تھی کہ آپؑ کو خود تو یہ شوق تھا نہیں کہ اپنے لباس و خوراک کی طرف توجہ کریں جو مل گیا کھا لیا اور جو کپڑا گھر والوں نے بنوا دیا پہن لیا۔ اسی واسطے سالہا سال تک آپؑ کو اتنا بھی معلوم نہ ہوا کہ کرتے کو کتنا کپڑا لگتا ہے اکثر آپؑ کہہ دیا کرتے تھے کہ میرے لئے اتنے کرتے بنادو۔ درزی نے یا بنانے والے نے جو قیمت کہہ دی دیدی ایسا بھی ہوا کہ بعض لوگوں نے اس معاملہ میں آپؑ کے مال پر بے جا تصرف کر کے اپنی عاقبت بگاڑی مگر آپؑ ان امور کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے تھے خیر یہ قصہ تو میں دوسری جگہ کھول کر کہوں گا یہاں مجھ کو اتنا اس تقریب سے کہنا پڑا کہ چونکہ لباس کے متعلق آپؑ خود کوئی اہتمام نہیں کرتے تھے اور آپؑ کی والدہ ماجدہ کو خصوصیت سے خیال رہتا تھا۔ قادیان سے انہوں نے چار جوڑے کپڑوں کے تیار کرا کر آپؑ کے واسطے سیالکوٹ بھیجے اور حیات حجام لے کر گیا۔ آپؑ کی طبیعت چونکہ فیاض واقع ہوئی تھی آپؑ نے ایک جوڑا تو حجام کے حوالہ کیا۔ پرانا نہیں انہیں نئے کپڑوں میں سے جو حضرت والدہ صاحبہ نے خاص اہتمام سے اس زمانہ کے حالات کے موافق اعلیٰ درجہ کے تیار کرا کر بھیجے تھے۔ اثنائے گفتگو میں حجام نے دریافت کیا کہ مرزا صاحب کیا حال ہے۔ ملازمت آپؑ کو پسند ہے فرمایا۔ قید خانہ ہی ہے۔"

(حیات احمد جلد 1 حصہ دوم صفحہ 272-273)

ڈاکٹر بشارت احمد صاحب زمانہ ملازمت سیالکوٹ کے حالات کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

”غرضکہ ادھر تو حضرت مرزا صاحب کو ملازمت سے کوئی دلچسپی نہ تھی اور ادھر آپ کے والد صاحب اور بالخصوص والدہ صاحبہ کو بیٹے کی مفارقت نے ستایا۔ اتنے میں آپؑ کی والدہ بہت سخت بیمار ہو گئیں اور امید زیست کی باقی نہ رہی۔ آپؑ کے والد صاحب نے لکھا کہ ملازمت ترک کر کے چلے آؤ۔ دوسرے لفظوں میں مشیت الٰہی نے یہی چاہا کہ جو سبق ملازمت کے ذریعہ پڑھانا تھا وہ اب تکمیل کو پہنچ چکا۔ نتیجہ یہ کہ والد صاحب کے فرمانے پر آپؑ استعفا دے کر قادیان واپس تشریف لے آئے مگر افسوس کہ آپؑ کے قادیان پہنچنے سے قبل آپؑ کی والدہ محترمہ رحلت فرما چکی تھیں۔"

(مجدد اعظم حصہ اول صفحہ 53-54)

حضرت میاں الہ یار صاحب ٹھیکیدار ولد میاں گلاب دین صاحب ٹھیکیدار (سن بیعت 1891ء) روایت کرتے ہیں:۔

”جس وقت حضور سیالکوٹ میں ملازم تھے۔ ایک دفعہ حضور کے لئے حضور کی والدہ نے دو پوشاکیں اور کچھ پنیاں ایک شخص منگل حجام کے ہاتھ روانہ کیں۔ منگل آتی دفعہ ہمارے گاؤں سے گزرا تھا۔ اس نے ہمیں بتایا کہ جب میں یہ چیزیں لے کر سیالکوٹ گیا اور حضورؑ کے آگے رکھ دیں تو حضورؑ نے فرمایا جو تیرے حصہ میں آتا ہے تم لے لو اور جو میرا حصہ ہے مجھے دے دو۔ میں نے کہا کہ حضورؑ یہ آپ کے لئے ہیں۔ اماں جان نے آپؑ کے لئے بھیجی ہیں۔ فرمایا: تو اتنی دور اٹھا کر لایا ہے۔ تم اپنا نصف حصہ ضرور لے لو۔ خیر مجھے ایک پوشاک اور کچھ پنیاں دے دیں اور فرمایا کہ اماں جان کو جا کر کہنا کہ مجھے یہاں سے جلد واپس منگوا لیں۔ میرا دل یہاں نہیں لگتا۔ لوگ ناجائز کاموں میں زندگی بسر کرتے ہیں اور میرا دل ان کو دیکھ کر کڑھتا ہے۔ چنانچہ حضورؑ جب ملازمت سے واپس آئے تو میں نے حضورؑ سے یہ واقعہ پوچھا۔ حضورؑ نے فرمایا یہ صحیح بات ہے۔ منگل نے جو اس قدر میرے لئے تکلیف کی تو اس کا حصہ ضرور اسے دینا چاہئے تھا"۔

(رجسٹر روایات صحابہ (غیر مطبوعہ) جلد 9 صفحہ 192 روایات حضرت میاں الہ یار صاحب ٹھیکیدار)

حضرت چراغ بی بیؓ صاحبہ کا انتقال پر ملال

اس بارہ میں حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ حیات احمد میں تحریر فرماتے ہیں:

”جب حضرت والدہ مکرمہؓ کا انتقال ہوا تو آپؑ قادیان سے باہر کسی جگہ تھے میراں بخش حجام کو آپؑ کے پاس بھیجا گیا اور اسے کہہ دیا گیا تھا کہ وہ یکدم حضرت والدہ مکرمہ کی وفات کی خبر حضرت مسیح موعودؑ کو نہ سنائے۔ چنانچہ جس وقت بٹالہ سے نکلے تو حضرت کو حضرت والدہ صاحبہ کی علالت کی خبر دی۔ یکہ پر سوار ہو کر جب قادیان کی طرف آئے تو اس نے یکہ والے کو کہا کہ بہت جلد لے چلو۔ حضرت نے پوچھا کہ اس قدر جلدی کیوں کرتے ہو؟ اس نے کہا کہ ان کی طبیعت بہت ناساز تھی۔ پھر تھوڑی دور چل کر اس نے یکہ والے کو اور تاکید کی کہ بہت ہی جلد لے چلو۔ تب پھر پوچھا، اس نے پھر کہا کہ ہاں طبیعت بہت ہی ناساز تھی، کچھ نزع کی سی حالت تھی خدا جانے ہمارے جانے تک زندہ رہیں یا فوت ہو جائیں۔ پھر حضرتؑ خاموش ہو گئے۔ آخر اُس نے پھر یکہ والے کو سخت تاکید شروع کی تو حضرتؑ نے کہا کہ تم اصل واقعہ کیوں بیان نہیں کر دیتے، کیا معاملہ

ہے۔ تب اُس نے کہا کہ اصل میں مائی صاحبہ فوت ہوگئی تھیں۔ اس خیال سے کہ آپؑ کو صدمہ نہ ہو یک دفعہ خبر نہیں دی۔ حضرتؑ نے سن کر انّا للّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ راجعون پڑھ دیا۔ اور یہ خدا کی رضا میں محو اور مست قلب اس واقعہ پر ہر چند وہ ایک حادثہ عظیم تھا سکون اور تسلی سے بھرا رہا۔"

(حیات احمد جلد 1 حصہ دوم صفحہ 219)

تاریخ احمدیت میں لکھا ہے:

"حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب نے جب حضورؑ کو استعفیٰ دے کر واپس چلے آنے کا پیغام بھجوایا تو حضورؑ کی والدہ ماجدہ سخت بیمار تھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پیغام سنتے ہی فوراً سیالکوٹ سے روانہ ہوگئے۔ امرت سر پہنچے تو قادیان کے لئے تانگہ کا انتظام کیا۔ اسی اثناء میں قادیان سے ایک اور آدمی بھی آپؑ کو لینے کے لئے امرت سر پہنچ گیا۔ اس آدمی نے یکہ بان سے کہا کہ یکہ جلدی چلاؤ کیونکہ ان کی حالت بہت نازک تھی۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد کہنے لگا بہت ہی نازک حالت تھی جلدی کرو کہیں فوت نہ ہوگئی ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ سنتے ہی یقین ہوگیا کہ آپؑ کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہو چکا ہے۔ چنانچہ قادیان پہنچے تو معلوم ہوا کہ آپ کی مشفق و مہربان اور جان سے پیاری والدہ آپ سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو چکی ہیں۔

(تاریخ احمدیت جلد 1 صفحہ 101)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو اپنی والدہ سے بہت محبت تھی۔ غالباً آپ جن دنوں سیالکوٹ میں تھے یا کسی اور مقام پر قادیان سے باہر تھے کہ آپ کو خبر پہنچی کہ آپ کی والدہ سخت بیمار ہیں۔ یہ سن کر آپؑ فوراً قادیان کی طرف روانہ ہوگئے۔ جب آپ بٹالہ سے یکہ میں بیٹھ کر قادیان کی طرف روانہ ہوئے تو جو شخص لینے آیا ہوا تھا وہ بار بار یکہ والے سے کہنے لگا کہ ذرا جلدی کرو، بی بی صاحبہ کی طبیعت بہت ہی خراب تھی خدا خیر کرے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد اور زیادہ یکہ والے کو تاکید کرنے لگا اور یوں کہنا شروع کیا کہ کہیں خدانخواستہ فوت ہی نہ ہوگئی ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے تھے میں نے اس فقرہ سے سمجھ لیا کہ وہ فوت ہو چکی ہیں اور یہ مجھے صدمہ کے لئے تیار کر رہا ہے اور میں نے اس سے کہا کہ تم ڈرو نہیں اور جو سچ سچ بات ہے وہ بتادو۔ اس پر اس نے کہا کہ بات تو یہی ہے کہ وہ فوت ہو چکی ہیں۔"

(خطابات شوریٰ جلد 2 صفحہ 333)

تاریخ احمدیت میں لکھا ہے:

"تاریخ وفات کی تعیین:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کا ایک قلمی روز نامچہ حال ہی میں دریافت ہوا ہے جس کے اکثر اندراجات مرزا غلام قادر صاحب مرحوم کے قلم سے ہیں۔ انہوں نے اس میں حضرت والدہ صاحبہؓ کی تاریخ وفات 12۔ ذی الحج 1283ھ (مطابق 18۔ اپریل 1867ء) لکھی ہے۔

نوٹ: اس سے قبل تاریخ احمدیت میں ان کی تاریخ وفات 1868ء لکھی گئی تھی۔

مزار مبارک: آپ کا مزار مبارک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے قدیم خاندانی مقبرہ میں موجود ہے جو مقامی عید گاہ کے پاس ہے اور قادیان سے مغرب کی طرف واقع ہے۔"

(تاریخ احمدیت جلد 1 صفحہ 103)

حضرت مولانا عبد الرحیم دردؓ صاحب اپنی کتاب لائف آف احمدؑ میں تحریر فرماتے ہیں:

ترجمہ:

آپ کا انتقال 1868ء میں ہوا اور قادیان کے مغرب میں خاندانی قبرستان (جو شاہ عبد اللہ غازی کے نام سے موسوم ہے) میں تدفین عمل میں آئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام آپ سے گہری محبت رکھتے تھے اور جب کبھی آپ کا تذکرہ فرماتے تو آپ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آتیں۔ آپ ان کی قبر پر تشریف لے جایا کرتے تھے اور ان کے لیے دعا کرتے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ انہیں اپنے سایہ رحمت میں رکھے۔ (آمین)

(Life of Ahmad p.24 ch.4)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے والد ماجد کے بارہ میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے بیان فرماتے ہیں:

"بیان کیا مجھ سے والدہ صاحبہ نے کہ جب سے تمہاری دادی فوت ہوئیں تمہارے دادا نے اندر زنانہ میں آنا چھوڑ دیا تھا۔ دن میں صرف ایک دفعہ تمہاری پھوپھی کو ملنے آتے تھے اور پھوپھی کے فوت ہونے کے بعد تو بالکل نہیں آتے تھے۔ باہر مردانے میں رہتے تھے۔ (خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ روایت حضرت والدہ صاحبہ نے کسی اور سے سنی ہوگی کیونکہ یہ واقعہ حضرت اماں جان کے قادیان تشریف لانے سے پہلے زمانہ سے تعلق رکھتا ہے۔")

(سیرت المہدی جلد ا روایت نمبر 225 ص 212-213)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا اپنی والدہ مکرمہ سے تعلق محبت

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانیؓ صاحب تحریر فرماتے ہیں:

"حضرت مسیح موعودؑ بَرًّۢا بِالْوَالِدَيْنِ مشہور ہی تھے۔ والد صاحب قبلہ کی اطاعت اور فرمانبرداری کے لئے آپؑ نے اپنے آپ کو انتظام زمینداری اور پیروی مقدمات تک میں لگانے سے عذر نہ کیا تو حضرت والدہ مکرمہ کی اطاعت اور فرمانبرداری تو آپؑ کی بے نظیر ہی تھی گھر والے بھی اس بات کو محسوس کرتے تھے کہ آپؑ کو حضرت والدہ مکرمہ سے بہت محبت ہے۔"

(حیات احمد جلد 1 حصہ دوم صفحہ 219)

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانیؓ صاحب تحریر فرماتے ہیں:

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی مادر شفیق کی تربیت میں بہت سی نیکیاں اور اعلیٰ عادات حاصل کیں۔ ان دعاؤں کا تو ہمیں پتہ نہیں جو آپؑ اپنے والدین کے لئے کرتے ہوں گے مگر والدہ صاحبہ کی محبت کا ایک واقعہ اور جوش دعا کا ایک موقعہ میری اپنی نظر سے گزرا ہے۔ **ایک مرتبہ حضرت مسیح موعودؑ سیر کے لئے اس قبرستان کی طرف نکل گئے جو آپؑ کے خاندان کا پرانا قبرستان موسوم بہ شاہ عبد اللہ غازی مشہور ہے راستہ سے ہٹ کر آپؑ ایک جوش کے ساتھ والدہ صاحبہ کی قبر پر آئے اور بہت دیر تک آپؑ نے اپنی جماعت کو لے کر جو اس وقت ساتھ تھی دعا کی۔ اور کبھی حضرت مائی صاحبہ کا ذکر نہ کرتے کہ آپؑ چشم پر آب نہ ہو جاتے۔**

حضرت صاحبؑ کا عام معمول اس طرف سیر کو جانے کا نہ تھا مگر اس روز خصوصیت سے آپؑ کا اُدھر جانا اور راستہ سے کترا کر قبرستان میں آکر دعا کے لئے ہاتھ اٹھانا کسی اندرونی آسمانی تحریک کے بدوں نہیں ہو سکتا۔"

(حیات احمد جلد 1 حصہ دوم صفحہ 221)

تاریخ احمدیت میں لکھا ہے:

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی آپؑ سے بے پناہ محبت تھی۔ جب کبھی ان کا ذکر فرماتے آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے تھے۔ شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ کا چشم دید بیان ہے کہ حضور علیہ السلام ایک مرتبہ سیر کی غرض سے اپنے پرانے خاندانی قبرستان کی طرف نکل گئے۔ راستہ سے ہٹ کر آپ ایک جوش کے ساتھ اپنی والدہ صاحبہ کے مزار پر آئے اور اپنے خدام سمیت ایک لمبی دعا فرمائی۔ حضورؑ جب کبھی حضرت والدہ صاحبہ کا ذکر فرماتے تو آپ چشم پر آب ہو جاتے۔"

(تاریخ احمدیت جلد 1 صفحہ 102)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے بیان فرماتے ہیں:

"بیان کیا مجھ سے مولوی شیر علی صاحب نے کہ حضرت صاحبؑ ایک دفعہ غیر معمولی طور پر غرب کی طرف سیر کو گئے تو راستے سے ہٹ کر عید گاہ والے قبرستان میں تشریف لے گئے اور پھر آپؑ نے قبرستان کے جنوب کی طرف کھڑے ہو کر دیر تک دعا فرمائی۔ خاکسار نے دریافت کیا کہ کیا آپؑ نے کوئی خاص قبر سامنے رکھی تھی؟ مولوی صاحب نے کہا میں نے ایسا نہیں خیال کیا اور میں نے اس وقت دل میں یہ سمجھا تھا کہ چونکہ اس قبرستان میں حضرت صاحب کے رشتہ داروں کی قبریں ہیں اس لئے حضرت صاحبؑ نے دعا کی ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ شیخ یعقوب علی صاحب نے لکھا ہے کہ وہاں ایک دفعہ حضرت صاحبؑ نے اپنی والدہ صاحبہ کی قبر پر دعا کی تھی۔ مولوی صاحب نے یہ بھی بیان کیا کہ جب حضرت صاحب کی لڑکی امۃ النصیر فوت ہوئی تو حضرت صاحبؑ اسے اس قبرستان میں دفنانے کیلئے لے گئے تھے اور آپؑ خود اسے اٹھا کر قبر کے پاس لے گئے۔ کسی نے آگے بڑھ کر حضور سے لڑکی کو لینا چاہا مگر آپؑ نے فرمایا کہ میں خود لے جاؤں گا اور حافظ روشن علی صاحب بیان کرتے ہیں کہ اس وقت حضرت صاحبؑ نے وہاں اپنے کسی بزرگ کی قبر بھی دکھائی تھی۔"

(سیرت المہدی جلد 1 روایت نمبر 201 ص 203-204)

حضرت پیر سراج الحق نعمانی صاحب بیان فرماتے ہیں:۔ "حضرت اقدس علیہ السلام کی صاحبزادی [صاحبزادی امۃ النصیر - ناقل] فوت ہوئی تو آپ نے اس کا جنازہ اپنے آبائی قبرستان میں لے جانے کا ارشاد فرمایا۔ چنانچہ پہلے آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں میں جنازہ اٹھایا اور پھر اور صاحبوں نے لے لیا۔ آپؑ کے بعد مولوی حکیم فضل الدین بھیروی رضی اللہ عنہ نے جنازہ آپ کے ہاتھوں سے اپنے ہاتھوں پر لیا۔ فضل الدین صاحب حضرت اقدس علیہ السلام سے بہت ہی محبت رکھتے تھے۔ اور میں نے دیکھا ہے کہ آپ کے ارشاد عالی کے نہایت پابند تھے۔ سخی بھی تھے اور خادم سلسلہ اور معاون سلسلہ ہونا اپنا مال سلسلہ کی خدمت میں خرچ کرنا تو ان کا ایمان تھا۔ اور اپنے عمل سے کیا بھی کرتے تھے اور جو کوئی ان سے سختی کرتا بہت ہی برداشت کرتے تھے۔ خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے شاگرد آپ سے نہایت اخلاص رکھتے۔ یہاں تک کہ جنازہ عید گاہ قدیم میں اور جہاں آپ کے قدیم قبرستان میں پہنچا۔ بڑ کا درخت جو وہاں کھڑا ہے۔ کئی بار وہاں نماز عیدین بھی حضرت اقدس علیہ السلام نے اپنے احباب و اصحاب کے ساتھ پڑھی ہے۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے نماز جنازہ پڑھائی اور سب نے آپ کی اقتداء میں نماز جنازہ پڑھی۔ اس کے بعد وہیں بیٹھے رہے زمین میں۔ کیونکہ ابھی قبر کی تیاری میں کچھ دیر تھی۔ حضرت اقدس علیہ السلام بہت کچھ اس عالم کے حالات جو بعد مرنے کے ہر ایک کو پیش آئیں گے فرماتے رہے اور کچھ اپنا ذکر اور اپنی اولاد کے فوت ہونے کا ذکر اور صبر کا بیان بھی ہوتا رہا۔ قبر تیار ہوئی تو اس وقت حضرت

اقدس علیہ السلام نے اپنے ہاتھوں پر جنازہ اٹھایا اور قبر تک خود ہی لے گئے۔ آگے جا کے اوروں نے لے لیا اور قبر میں دفن کر دیا۔ بعد دفن بہت دیر تک دعاء مغفرت ان اہل قبر کے لئے کرتے رہے۔ پھر آپؑ نے اپنے دادا اور دادی کی اور والدہ کی اور سب کی جس کی یاد تھیں۔ قبریں سب کو دکھائیں اور واپس مکان تشریف لے آئے۔"

(الحکم مورخہ 14و21 مئی 1919ء جلد 21 نمبر 19,18 صفحہ 6-7)

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانیؓ صاحب رقمطراز ہیں:

"والدہ صاحبہ کو آپؑ سے اور آپؑ کو والدہ صاحبہ سے بہت محبت تھی۔ یوں تو ہر ماں کو اپنے بچے اور بچے کو ماں سے محبت ہوتی ہے مگر یہ محبت اپنے رنگ میں بے نظیر تھی۔ حضرت اقدس کے دل پر اس محبت کا گہرا اثر تھا اور بارہا دیکھا گیا کہ جب کبھی آپؑ والدہ صاحبہ کا ذکر کرتے تو آپؑ کی آنکھیں ڈبڈبا آتی تھیں اور آپؑ ایک قادرانہ ضبط سے اس اثر کو ظاہر نہ ہونے دیتے تھے۔"

(حیات احمد جلد 1 حصہ سوم صفحہ 439)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے بیان فرماتے ہیں:

"خاکسار عرض کرتا ہے کہ ہماری دادی صاحبہ یعنی حضرت مسیح موعودؑ کی والدہ صاحبہ کا نام چراغ بی بی تھا وہ دادا صاحب کی زندگی میں ہی فوت ہو گئی تھیں۔ ان کو حضرت صاحب سے بہت محبت تھی اور آپ کو ان سے بہت محبت تھی۔ میں نے کئی دفعہ دیکھا ہے کہ جب آپ ان کا ذکر فرماتے تھے تو آپ کی آنکھیں ڈبڈبا آتی تھیں۔"

(سیرت المہدی جلد 1 روایت نمبر 10 ص 8)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے تحریر فرماتے ہیں:

"یہ غالباً 1868ء یا اس کے قریب کا زمانہ تھا۔ اسی زمانہ کے قریب آپ کی والدہ صاحبہ کا انتقال ہوا جن کی محبت بھری یاد آپ کو اپنی عمر کے آخری لمحات تک بے چین کر دیتی تھی۔ خاکسار راقم الحروف کو اچھی طرح یاد ہے کہ جب بھی حضرت مسیح موعودؑ اپنی والدہ کا ذکر فرماتے تھے یا آپ کے سامنے کوئی دوسرا شخص آپ کی والدہ کا ذکر کرتا تھا تو ہر ایسے موقعہ پر جذبات کے ہجوم سے آپ کی آنکھوں میں آنسو آجاتے تھے اور آواز میں بھی رقت کے آثار ظاہر ہونے لگتے تھے اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ اس وقت آپ کا دل جذبات کے تلاطم میں گھرا ہوا ہے اور آپ اسے دبانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ آپ کی والدہ صاحبہ کا نام چراغ بی بی تھا اور وہ ایمہ ضلع ہوشیار پور کی رہنے والی تھیں اور سنا گیا ہے کہ آپ کی والدہ کو بھی آپ سے بہت محبت تھی اور سب گھر والے آپ کو ماں کا محبوب بیٹا سمجھتے تھے۔"

(سلسلہ احمدیہ جلد 1 ص 13-14)

کتب جن سے استفادہ کیا گیا

1۔ احمد علیہ الصلوۃ والسلام۔۔۔ سیرت و سوانح، جلد 2 غیر مطبوعہ، مصنفہ سید مبشر احمد ایاز

2۔ سیرت المہدی

3۔ تاریخ احمدیت جلد اول

4۔ محمد واعظم

5۔ ذکر حبیب از حضرت مفتی محمد صادق صاحب

6۔ ظہور حق

خلافتِ احمدیہ اور لجنہ اماء اللہ
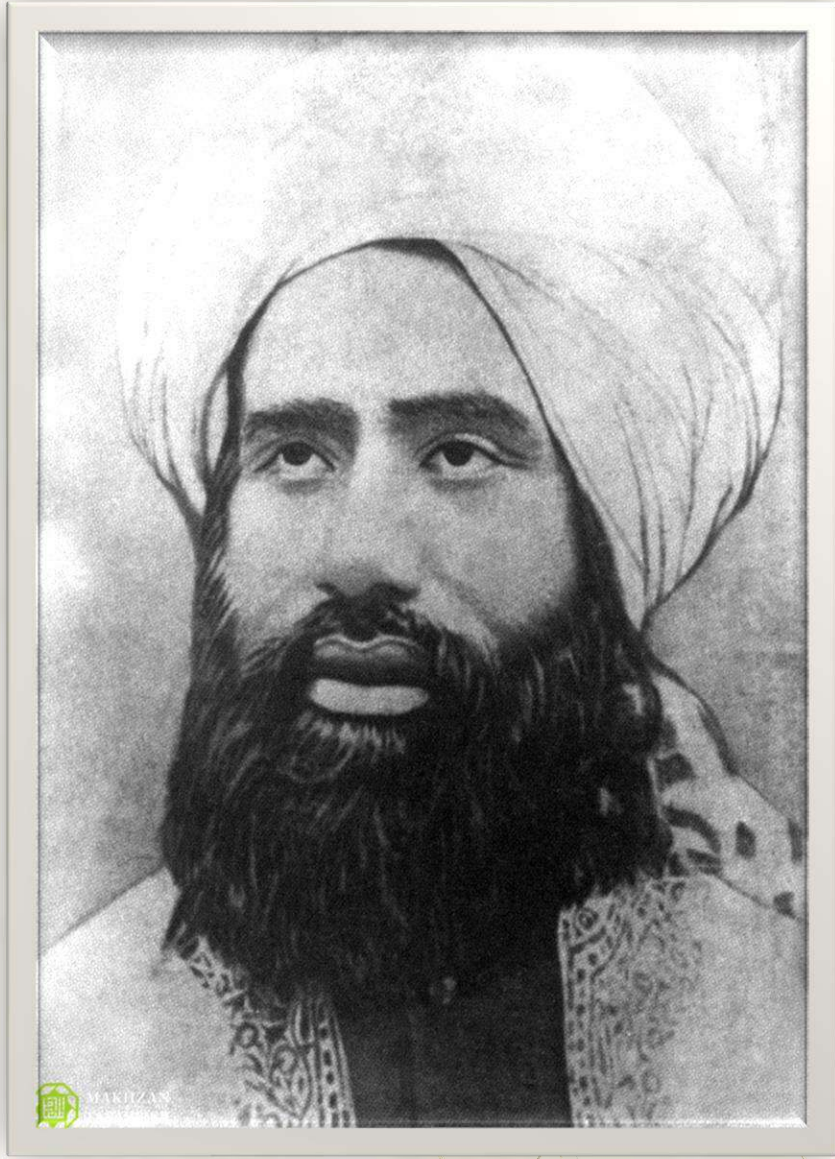
سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

’’میں یہ وصیّت کرتا ہوں کہ تمہارا اعتصام حَبْلُ اللہ کے ساتھ ہو۔ قرآن دستور العمل ہو۔ باہم کوئی تنازع نہ ہو کیونکہ تنازع فیضانِ الٰہی کو روکتا ہے۔۔۔ چاہیے کہ تمہاری حالت اپنے امام کے ہاتھ میں ایسی ہو جیسے میّت غسال کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔‘‘

(خطباتِ نور، صفحہ 131)
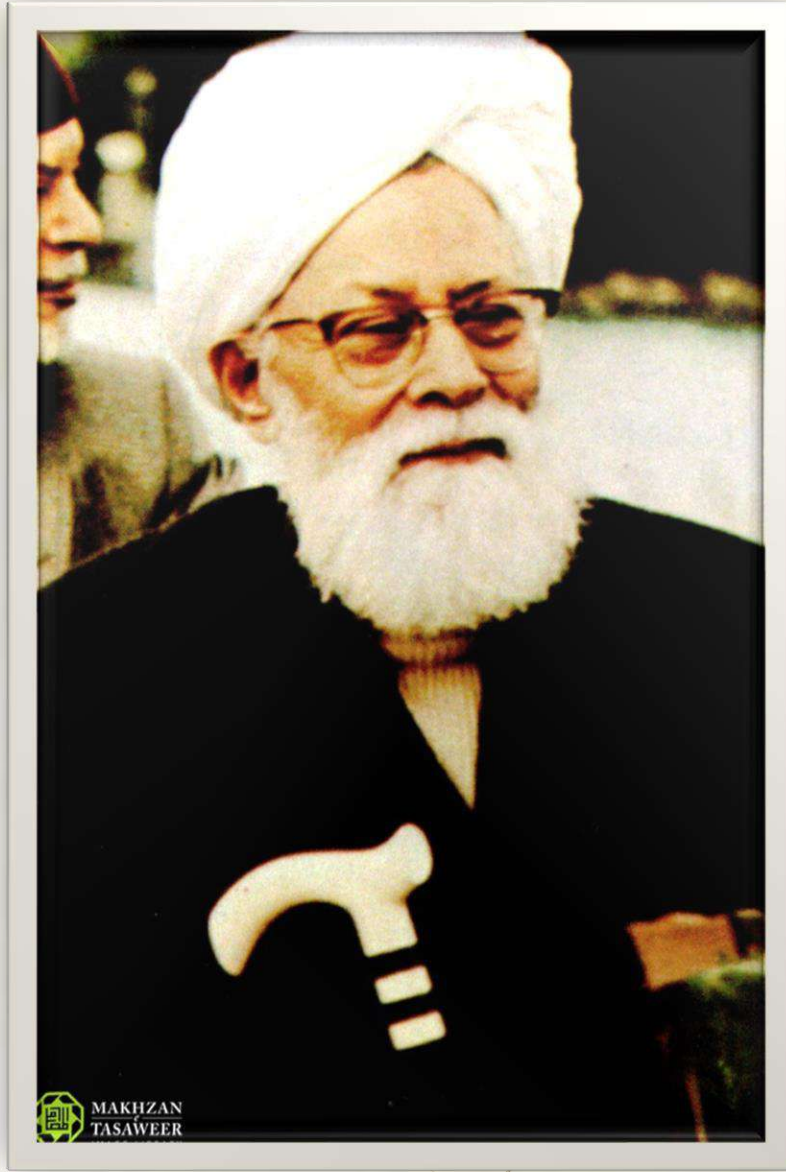
حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”تم اس بات کو خوب اچھی طرح یاد رکھو کہ خلافت حَبلُ اللہ ہے اور ایسی رسّی ہے کہ اس کو پکڑ کر تم ترقی کر سکتے ہو۔ اس کو جو چھوڑ دے گا وہ تباہ ہو جائے گا“

(درس القرآن بیان فرمودہ یکم مارچ 1921ء بحوالہ درس القرآن صفحہ 67-84 مطبوعہ 1921ء)
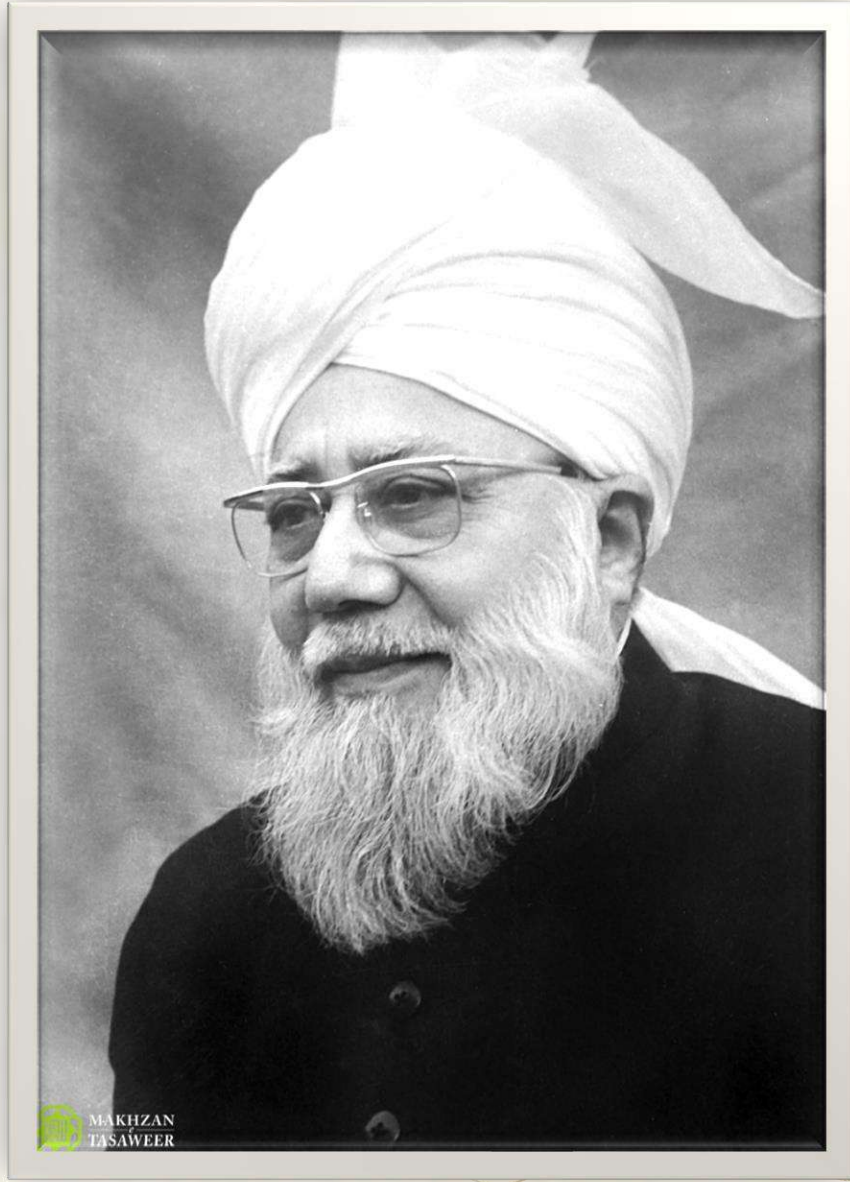
حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اُس کے شکر گزار بندے بن کے اپنی زندگیوں کے دن گزاریں اور جماعت کے اندر اتحاد اور اتفاق کو ہمیشہ قائم رکھیں اور اس حقیقت کو نظر انداز نہ کریں کہ سب بزرگیاں اور ساری ولایت خلافت راشدہ کے پاؤں کے نیچے ہے۔“

(تعمیر بیت اللہ کے 23 عظیم الشان مقاصد، صفحہ 116)
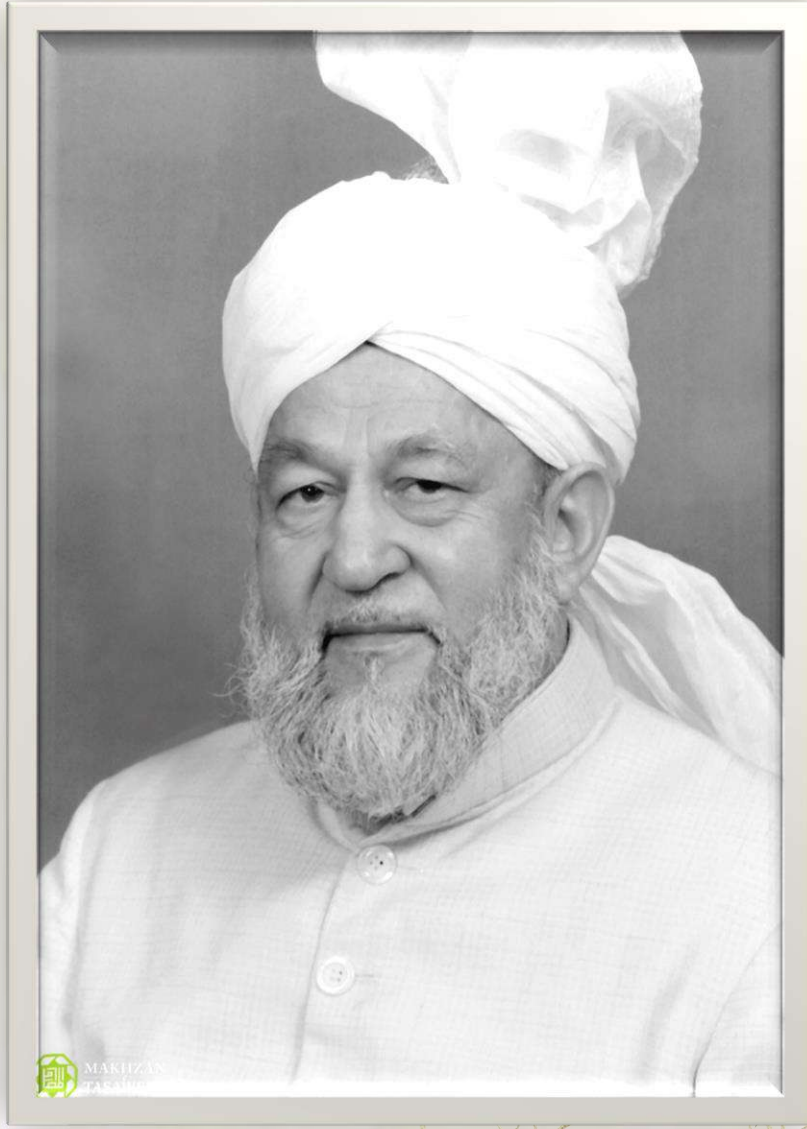
حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”قیامت تک کے لیے خلافت سے اپنا دامن اس مضبوطی سے باندھ لیں کہ جیسے عروہ وثقیٰ پر ہاتھ پڑ گیا ہو جس کا ٹوٹنا مقدر نہیں۔۔۔ پس آپ اگر خلافت کے ساتھ رہیں گے تو خلافت لازماً آپ کے ساتھ رہے گی اور یہی دونوں کا ساتھ ہے جو توحید پر منتج ہو گا۔“

(ماہنامہ خالد، مئی 1994ء صفحہ 2 تا 4)
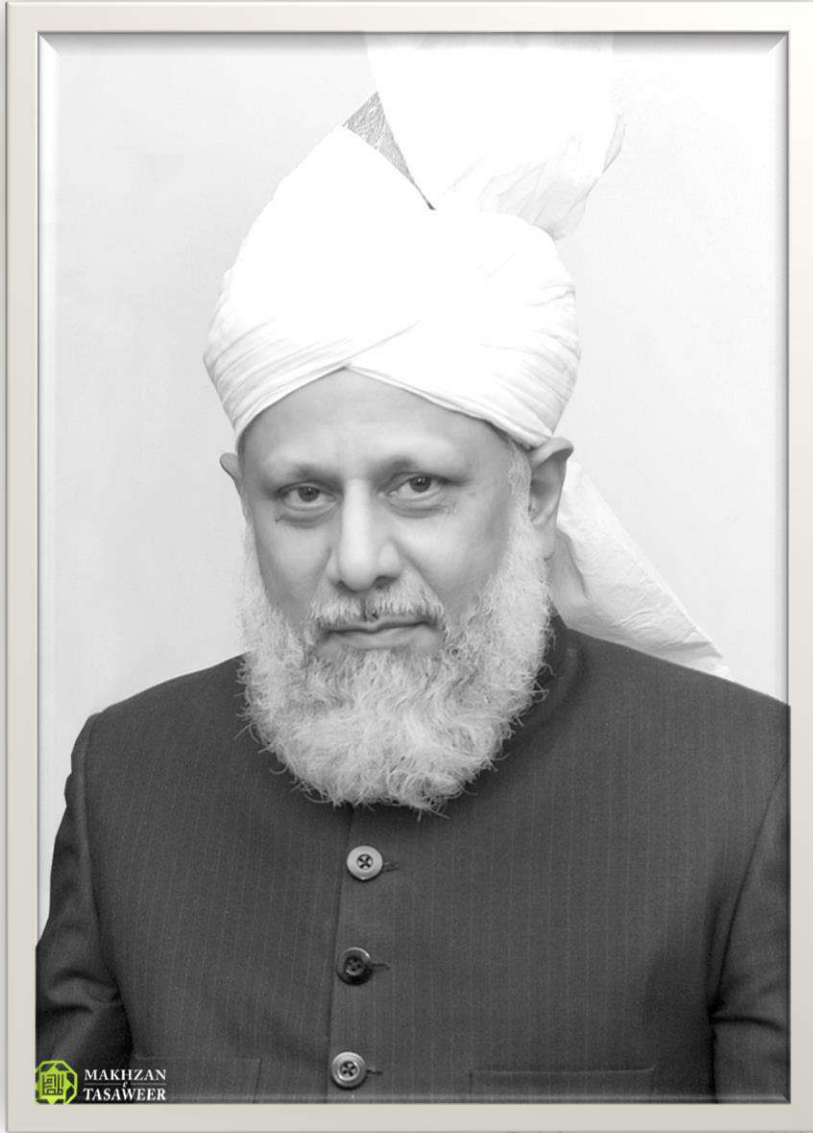
حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

"پس اگر آپ نے ترقی کرنی ہے اور دنیا پر غالب آنا ہے تو میری آپ کو یہی نصیحت ہے اور میرا یہی پیغام ہے کہ آپ خلافت سے وابستہ ہو جائیں۔ اس حَبْلُ اللہ کو مظبوطی سے تھامے رکھیں۔ ہماری ساری ترقیات کا دارومدار خلافت سے وابستگی میں ہی پنہاں ہے۔"

(روزنامہ الفضل، 30 مئی 2003ء)

لجنہ اماء اللہ کی نئی صدی

اور

ہماری ذمہ داریاں

(ڈاکٹر فریحہ خان، نیشنل صدر، لجنہ اماء اللہ یو کے)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ انسانِ کامل ہیں جن پر کامل شریعت کا نزول ہوا۔ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو ایک مسلمان کو اپنی زندگی گزارنے کا ایک جامع لائحہ عمل دیتا ہے ایسا لائحہ عمل جو کہ انسان کی جسمانی، روحانی اور نفسیاتی طبیعت کے عین مطابق ہے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کا جو خوبصورت امتیاز ہمیں اسلام میں نظر آتا ہے، وہ کسی اور مذہب میں نظر نہیں آتا۔ اگر ہم سب اپنے اپنے حقوق کی ادائیگی کی بھرپور کوشش کریں تو ہم یقیناً ایک جنت نظیر معاشرہ قائم کر سکتے ہیں۔

لجنہ اماء اللہ کی پہلی صدی ہم نے اپنی آنکھوں سے مکمل ہوتے دیکھی۔ اور ہم اس کی دوسری صدی میں داخل ہو چکے ہیں۔ 25 دسمبر 2022ء کا دن ایک شکرانے کا دن تھا۔ ایک جذباتی دن تھا۔ اس دن اتفاقاً میں ربوہ میں تھی۔ بہشتی مقبرہ جانے کا موقع ملا تو حضرت مصلح موعودؓ کے مزار مبارک پر دعا کرتے ہوئے دل کی عجیب کیفیت تھی۔ آپؓ کے لیے، آپ کے درجات کی بلندی کے لیے دعا کرتے ہوئے دل شکر کے جذبات سے لبریز تھا۔ اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے مزار پر، حضرت اماں جانؓ اور دیگر ابتدائی چودہ ممبرات کے مزار پر دعا کر کے دل کی عجیب حالت تھی۔ یہ بزرگ ہستیاں، ان کی دعائیں، ان کی قربانیاں اور ان کی امیدیں ہم سے، دل اور دماغ میں ان سوچوں سے ایک تڑپ پیدا ہو رہی تھی:

'جب چلے جائیں گے ہم تم پہ پڑے گا سب بار'

'سستیاں ترک کرو طالب آرام نہ ہو'

اور۔۔۔ 'پر ہے یہ شرط کہ ضائع مرا پیغام نہ ہو'۔۔۔ 'خدمتِ دین کو اک فضل الٰہی جانو'۔۔۔

۔۔۔یہ سوچیں، یہ آوازیں بار بار اپنی کمزوریوں اور ایک عظیم الشان مقصد کی طرف نشان دہی کروارہی تھیں۔یہ احساس دلارہی تھیں کہ نئی صدی کے آغاز پر ہم شرمندہ ہیں ہمیں اپنی ترجیحات کو ترو تازہ کرنا ہے۔ہم اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہیں کہ اس نے ہمیں اتنی پیاری تنظیم عطا فرمائی جس نے جماعت کی ترقی کے ساتھ ساتھ خدا تعالیٰ کے وعدوں کے عین مطابق اس انعام سے حصہ پایا۔لیکن قومیں کبھی ترقی نہیں کر سکتیں جب تک اپنے جائزے نہ لیں۔یہ بھی نہایت ضروری ہے۔

اسی دن قادیان کا جلسہ سالانہ بھی تھا اور جلسہ سالانہ سے خطاب فرماتے ہوئے ہمارے پیارے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بھی ہمیں یہی توجہ دلائی۔آپ فرماتے ہیں:

”آج لجنہ اماء اللہ کی تنظیم کو بنے ہوئے بھی سو سال ہو گئے ہیں۔لجنہ کو بھی یاد رکھنا چاہیے کہ یہ جائزہ لیں کہ اس سو سال میں کس حد تک لجنہ نے اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کی ہے، اور بیعت کا حق ادا کرنے والا اپنے آپ کو بنایا، اور کوشش کی۔ اور کس حد تک اپنے بچوں اور اپنی نسل کو بیعت کا حق ادا کرنے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی سے جوڑنے والا اور ماننے والا بنایا ہے۔اگر ہم نے اس کے مطابق اپنی نسلوں کی اٹھان کی ہے تو یقیناً لجنہ اماءاللہ کی ممبرات اللہ تعالیٰ کی شکر گزار بندیاں ہیں۔بس یہ جائزے آج لینے کی ضرورت ہے۔اور جہاں کمیاں رہ گئی ہیں وہاں ایک عزم کے ساتھ عہد کریں کہ ہم نے لجنہ کی اگلی صدی میں اس عہد کے ساتھ قدم رکھنا ہے کہ ہم اپنی نسلوں کو عہدِ بیعت کا حق ادا کرنے والا بنائیں گی۔اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔“

(قادیان دار الامان کے ۱۲۷ویں جلسہ سالانہ کے اختتامی اجلاس سے بصیرت افروز خطاب فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز، مورخہ 25 دسمبر 2022ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے پاک کلام میں بار بار اپنی امانتوں کا حق ادا کرنے کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ہماری ذمہ داریاں ہماری امانتیں ہیں۔اگر ہم اپنی ذمہ داریوں کو احسن طریقہ سے انجام دینے والی ہوں گی تبھی ہم اپنی امانتوں کا حق ادا کر سکتی ہیں اور لجنہ اماء اللہ پر، ہم احمدی عورتوں پر تو بہت بھاری ذمہ داریاں ڈالی گئی ہیں۔سب سے بڑی ذمہ داری تو تربیتِ اولاد ہے اور یہ ایک بہت بھاری ذمہ داری ہے۔سوتے جاگتے، اٹھتے بیٹھتے ہمیں اس کا احساس ہونا چاہیے، اس کیلئے دعا ہونی چاہیے اور اس کے لیے کوشش ہونی چاہیے۔

لجنہ اماءاللہ کو اس ذمہ داری کا احساس دلاتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

”ماں کی تربیت ایک نہایت اہم چیز ہے۔مرد کا کام موجودہ زمانے کی اصلاح کرنا ہے۔عورت کا کام آئندہ زمانے کی اصلاح کرنا ہے۔یہ صاف ظاہر ہے کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں دی جاسکتی ہے۔بے شک موجودہ کام مرد کرتے ہیں۔لیکن آئندہ دور کی تعمیر عورتیں کرتی ہیں۔اگر عورتوں نے آئندہ نسل کی صحیح تربیت نہیں کی ہوگی اور ایسے قائم قام نہیں پیدا کیے ہوں گے جو دین اور تقویٰ سے متاثر ہوں تو مردوں کی تمام کوششیں اکارت جائیں گی۔پس عورت کی ذمہ داری مرد سے کم نہیں۔۔۔پس پہلا ابو بکرؓ محمد رسول اللہ ﷺ نے پیدا کیا لیکن دوسرا ابو بکر ایک عورت ہی پیدا کر سکتی تھی۔ پہلا عمرؓ محمد رسوال اللہ ﷺ نے پیدا کیا۔لیکن دوسرا عمر ایک عورت ہیں پیدا کر سکتی تھی۔پہلا عثمانؓ، محمد رسول اللہ ﷺ نے پیدا کیا۔لیکن دوسرا عثمان ایک عورت ہی پیدا کر سکتی تھی۔پہلا علیؓ رسول اللہ ﷺ نے پیدا کیا۔لیکن دوسرا علی ایک عورت ہی پیدا کر سکتی تھی۔اور جب انہوں نے پیدا نہ کیا تو نتیجہ یہ ہوا کہ تباہی آ گئی۔عدل جاتا رہا۔انصاف قائم نہ رہا۔اور چاروں

طرف ظلم ہی ظلم ہونے لگا۔ آخر مسلمانوں کی اگلی نسل کیوں بگڑی؟ کیا ان کے بگاڑنے کے لئے جہنم سے شیطان آئے تھے؟ وہ اس لئے بگڑے کہ عورتوں نے اپنی ذمہ داری نہ سمجھی۔ اور انہوں نے اپنی اولاد کو ایسی تعلیم نہ دی جس کے ماتحت وہ اپنے والدین کے نقش قدم پر چلنے والے ہوتے"

(خطاب لجنہ اماء اللہ کراچی 1950ء بحوالہ 'الازہار لذوات الخمار' حصہ دوم از حضرت سیدہ مریم صدیقہ صفحہ 96-97)

" پس اگر عورتیں چاہیں تو وہ دنیا کو مستقل طور پر دین بخش سکتی ہیں۔ عورتیں اگر چاہیں تو وہ دنیا کو مستقل طور پر ایمان بخش سکتی ہیں۔

('الازہار لذوات الخمار' حصہ دوم، صفحہ 95)

یہ اقتباس پڑھ کر واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت مصلح موعودؓ نے لجنہ اماء اللہ کا قیام کیوں فرمایا تھا۔ اور یہ احساس بھی جاگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ ذمہ داری ماؤں کے، عورتوں کے سپرد اس لیے کی ہے کہ وہ یہ کام کر سکتی ہیں۔ بشر طیکہ ہم اپنی ذمہ داری کو سمجھنے والی ہوں اور دین کو دنیا پر مقدم رکھنے والی ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

لجنہ اماء اللہ کی سو سال کی تاریخ اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ خلفائے احمدیت نے تربیت اولاد کے متعلق ہماری بار بار رہنمائی فرمائی ہے۔ ہمیں نہایت باریکی سے تربیتی گُر سکھائے ہیں۔ اعلیٰ تربیتی، پُر معارف خطابات فرمائے ہیں صرف ہمیں اسی اہم پہلو کی طرف توجہ دلاتے ہوئے۔ انہی باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے تربیتی نصاب بھی بنائے جاتے ہیں۔ تربیتی پروگرام اور کلاسیں بھی رکھی جاتی ہیں۔ تعلیم تو ہمارے سامنے ہے۔ علاج بھی ہمارے سامنے ہے۔ اب یہ ہم پر ہے کہ کیا ہم اس جہاد میں حصہ لینا چاہتی ہیں یا نہیں؟ اور اس کا محاسبہ ہر لجنہ، ہر ماں اپنا خود لے سکتی ہے۔ یہ بات بھی ٹھیک ہے کہ تربیت اولاد میں باپوں کا بھی ایک اہم کردار ہے اور باپ کی نگرانی بہت ضروری ہے خاص طور پر اگر بیٹے ہوں۔ لیکن بنیادی ذمہ داری ماں کی ہے۔ اور اگر باپ ساتھ نہیں دیتے تو ماؤں کی ذمہ داری زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ لیکن ایسی عورتیں اپنے آپ کو کمزور نہ سمجھیں کبھی بے بس نا سمجھیں۔ دعا کریں۔ دعا کو اپنا ہتھیار بنائیں۔ اپنا عملی نمونہ دکھائیں۔ چھوٹے سے چھوٹا موقع بھی تربیت کا ہاتھ سے جانے نہ دیں۔ بارش کے چھوٹے چھوٹے قطروں سے مل کر ہی دریا بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب پر اپنی رحمتوں کی بارش نازل کرتا چلا جائے۔ آمین۔

اسلام نے عورتوں کو گھر کی چار دیواری میں محدود نہیں کیا۔ ہر گز نہیں۔ بلکہ لجنہ اماء اللہ کے قیام کا ایک بنیادی مقصد ان کو ان کی اہمیت کا اندازہ دلانا تھا۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

"یاد رکھو کہ کوئی دین ترقی نہیں کر سکتا جب تک عورتیں ترقی نہ کریں۔ پس اسلام کی ترقی کے لیے ضروری ہے کہ تم بھی ترقی کرو۔ عورتیں کمرے کی چار دیواروں میں سے دو دیواریں ہیں۔ اگر کمرے کی دو دیواریں گر جائیں تو کیا اس کمرے کی چھت ٹھہر سکتی ہے۔ نہیں ہر گز نہیں۔ پس عورتوں کو کئی اہمیتیں حاصل ہیں۔"

(ابتدائی تحریک لجنہ اماء اللہ 1922ء، بحوالہ 'الازہار لذوات الخمار'۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ۔ صفحہ 57،58)

پس اسلام کی ترقی میں ہم کیسے حصہ لے سکتی ہیں؟ اس کے لیے ہمارے پاس دنیا کا علم اور تعلیم تو ضروری ہے ہی اور آج کل کے اس زمانہ میں اس تعلیم کو حاصل کرنے کا کوئی مسئلہ عمومی طور پر نہیں ہے۔ مواقع بھی ہیں اور وسائل بھی۔ لیکن دینی علم میں کمی ہے جو کہ لجنہ اماء اللہ کے قیام کا ایک بنیادی مقصد تھا۔

ہمارے پاس دین کے علم کا ایک خزانہ ہے۔ ہیرے ہیں، موتی ہیں اور جواہرات ہیں۔ اب یہ ہم پر ہے کہ کیا ہم اس زیور سے آراستہ ہونا چاہتی ہیں یا نہیں۔ اس نئی صدی کے آغاز پر ہمیں یہ عہد کرنا چاہیے کہ ہم خود کو سب سے پہلے تو قرآن کے علم سے آراستہ کریں گی۔ اس کا ترجمہ اور تفسیر پڑھیں گی اور قرآن کریم کے تمام احکامات پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کریں گی۔ اور یہ ہم کر نہیں سکتیں جب تک کہ علم نہ ہو۔ اسی طرح احادیث ہیں۔ اس طرح دل پر اثر کرتی ہیں کہ انسان بیان نہیں کر سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا خزانہ ہے۔ آپؑ کے خلفاء کی کتب اور خطابات کا خزانہ ہے۔ تو یہ سب ہمارے لیے ہے۔ اگر احمدی ہو کر ہم نے ان کا فائدہ نہیں اٹھانا تو پھر دوسروں کو اس طرف کیسے لے کر آنا ہے؟

تبلیغ کا میدان لجنہ اماء اللہ کیلئے اسی طرح کھلا ہے جس طرح مردوں کے لیے۔ ہم جب تک اس میدان میں نہیں اتریں گی ہم اسلام کی ترقی میں اپنا کردار ادا نہیں کر سکتیں۔ اور تبلیغ ہر احمدی عورت، لڑکی اور بچی کر سکتی ہے۔ اس کے لیے انگریزی کا بھی جاننا ضروری نہیں ہے۔ ہم ایسے ملک میں رہتے ہیں جہاں ہمیں اردو جاننے والی بہت سی خواتین ملیں گی۔ اگر ہم میں شوق اور جذبہ ہو تو ہم تبلیغ کر سکتی ہیں۔ اور اس ذمہ داری کو سمجھنا چاہیے جو ہمارے اوپر ڈالی گئی ہے۔ پھر آج کل کے دور میں تو تبلیغ قلم کے ذریعہ بہت آسان ہے۔ اسلام کے دفاع میں اپنے قلم سے جہاد کریں۔ آنحضرت ﷺ کی ذات بابرکت پر لوگ جب بیہودہ، لغو اور غلط اعتراضات کرتے ہیں تو ہر احمدی عورت، ہر لجنہ اماء اللہ اپنے گھر میں بیٹھ کر بھی حضرت اُمِّ عمارہؓ کی طرح وہ تیر اور تلوار کے گھاؤ اپنے جسم پر لے سکتی ہے۔ اور جب ہم اس طرح اپنے پیارے آقا ﷺ، اپنے پیارے مذہب کا دفاع کریں گی تو دنیا بھی یہ دیکھ لے گی کہ ہم بے زبان نہیں۔ اسلام نے تو ہمیں قوت، طاقت اور بہادری بخشی ہے

لجنہ اماء اللہ کے قیام کا ایک اہم مقصد عورتوں کی تربیت بھی تھا اور یہ اس سوچ سے تھا کہ عورتیں، عورتوں کی تربیت بہتر طور پر کر سکتی ہیں۔ ایک دوسرے کو ساتھ لیکر چل سکتی ہیں۔ اور یہ تبھی ہو سکتا ہے جب آپس میں پیار ہو، محبت ہو، حلم ہو اور ہمدردی ہو۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

''کسی کی غیبت بھی نہیں کرنی چاہیے۔ کیا اپنے نقص کم ہوتے ہیں کہ دوسروں کے نقص بیان کرنے شروع کر دیئے جاتے ہیں؟ تمہیں چاہیے کہ دوسروں کے عیب نکالنے کی بجائے اپنے عیب نکالو تا کہ تمہیں کچھ فائدہ بھی ہو۔ دوسروں کے عیب نکالنے سے سوائے گناہ کے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔۔۔ پس اگر عیب ہی نکالنے ہیں تو اپنے عیب نکالو تا کہ ان کے دور کرنے کی کوشش کر سکو۔ تم اپنے متعلق دیکھو کہ تم میں چڑچڑا پن تو نہیں پایا جاتا تم خواہ مخواہ دوسری عورتوں سے لڑائی فساد تو نہیں کرتیں۔ تمہارے اخلاق میں تو کوئی کمزوری نہیں۔ اور جب تمہیں اپنی کوئی کمزوری معلوم ہو جائے تو اس کو دور کرنے کی کوشش کرو۔۔۔۔ ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور الفت سے ملو۔ نرمی اور پیار سے بات کرو۔ اگر کوئی سختی بھی کر بیٹھے تو صبر اور تحمل سے کام لو اور خوش اخلاقی سے پیش آؤ۔''

('الازہار لذوات الخمار'۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ۔ صفحہ 44-45)

لجنہ اماء اللہ کا عہد ہم ہر اجلاس اور پروگرام سے پہلے دہراتے ہیں اور اس میں وعدہ کرتے ہیں کہ ہم خلافت احمدیہ کے استحکام کے لیے ہر قربانی دیں گے۔ کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ ہم یہ اسی طرح کر سکتے ہیں اگر ہم خلیفۂ وقت کے ہر حکم کی، ہر بات کی کامل اطاعت کریں۔ اور اپنی اولاد کو خلافت کے ساتھ وابستہ کریں۔ یہ ایک نہایت اہم ذمہ داری ہے، یاد رکھیں کہ شیطان طرح طرح سے حملہ کرتا ہے۔ اور ان گنت روپ میں ہمارے سامنے آتا ہے۔ ایک احمدی عورت کے لیے، ایک احمدی ماں کے لیے یہ ضروری ہے کہ ہر وقت چوکس رہے اور اپنے

اور اپنے بچوں کے ایمان کی حفاظت کرے اور ایسی محفلوں سے اعراض کرے جہاں خلافت اور نظام جماعت کے متعلق غلط باتیں ہوتی ہیں۔ ایسے دوستوں کو چھوڑ دے، ایسے رشتہ داروں سے قطع تعلق کر لے۔ ایک حقیقت ہے اور وہ اٹل ہے کہ خلافت احمدیہ سچی ہے اور اس کا سلسلہ خدائی وعدوں کے موافق قیامت تک جاری رہے گا۔ اب فیصلہ ہمارا ہے کہ کیا ہم نے اس حبل اللہ کو مضبوطی سے تھامنا ہے یا نہیں (نعوذ باللہ)۔ ہم میں سے ہر ممبر کی یہ خواہش ہونی چاہیے کہ ہم خلیفۂ وقت کے سلطانِ نصیر بنیں۔ اور کامل محبت، اطاعت اور فرمانبرداری کے ساتھ خلافت کے ساتھ جڑے رہیں کیونکہ اسی میں ہماری بقا ہے۔ چاہے ہمیں اس کے لیے کوئی بھی قربانی کیوں نہ دینی پڑے۔

جلسہ سالانہ یوکے 2005ء میں لجنہ اماء اللہ سے خطاب فرماتے ہوئے ہمارے پیارے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"آپ کا خلافت احمدیہ کے ساتھ تعلق اور پیار کا رشتہ عارضی اور وقتی نہ ہو بلکہ مستقل ہو اور ہمیشہ رہنے والا ہو، اپنی نسلوں میں جاری کرنے والا ہو۔ اور آپ کے خدا تعالیٰ کی خاطر اس تعلق کی وجہ سے آپ کی گودوں میں پرورش پانے والی مائیں اور آپ کی گودوں میں پرورش پانے والے مستقبل کے باپ جماعت احمدیہ کو ہمیشہ ملتے رہیں جن کی گودوں اور تربیت سے وہ بچے پروان چڑھیں جو جماعت اور خلافت احمدیہ پر جان نچھاور کرنے والے ہوں۔ آپ کی گودوں سے وہ بچے پل کر جوان ہوں جن کی زندگیوں کا مقصد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کو آگے بڑھانا ہو اور حضرت محمد ﷺ کا جھنڈا تمام دنیا پر گاڑنا ہو اور خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا ہو۔ اللہ کرے کہ ہم میں سے ہر ایک اس سوچ اور عمل کے ساتھ زندگی گزارنے والا ہو۔ اور جب خدا کے حضور حاضر ہوں تو خدا کے پیار کی نظر ہم پر پڑے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں کہے کہ اے میری بندیو اور اے میرے بندو! تمہارے عمل سے میں خوش ہوا۔ تم جو پاک تربیت یافتہ نسل پیچھے چھوڑ آئے ہو اس سے میں خوش ہوا، اب جاؤ جنت کے جس دروازہ سے تم جنت میں داخل ہونا چاہتے ہو، ہو جاؤ اور میری رضا کے پھل کھاؤ۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ اے میرے خدا رحم اور فضل کرنے والے خدا! یہ سب عمل جو تیری رضا حاصل کرنے والے ہیں تیرے فضل کے بغیر نہیں ہو سکتے۔ پس تو ہمیشہ ہم پر فضل کی نظر رکھنا اور ہمیں ان راہوں پر چلانا جو تیری رضا کی راہیں ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔ آمین۔"

(جلسہ سالانہ یوکے 2005 مستورات سے خطاب بحوالہ 'الازہار لذوات الخمار'۔ حضرت خلیفۃ المسیح خامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ صفحہ 300)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس خوشی کے موقعہ پر جب ہم اس نئی صدی میں داخل ہوئے ہیں تو ہم اپنی ذمہ داریوں کو بھی سمجھنے والے بنیں۔ آمین ثم آمین۔ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی وفات کے بعد خواب میں نظر آئے تھے اور آپؑ نے یہ فرمایا تھا:

"جب تک تم اپنی بیٹیاں بنیادوں میں نہیں دو گے احمدیت کی عمارت کھڑی نہیں ہو سکتی"

(تحریراتِ مبارکہ، صفحہ 85)

اللہ کرے کہ ہم لجنہ اماء اللہ احمدیت کی بنیادوں میں فنا ہونے والی ہوں اور دین کی ترقی میں ہمارا بھی ہاتھ ہو اور ہماری نسلوں کا بھی۔ آمین ثم آمین۔

لجنہ اماء اللہ کے متعلق ابتدائی تحریک اور اُس کے اغراض و مقاصد

1922ء
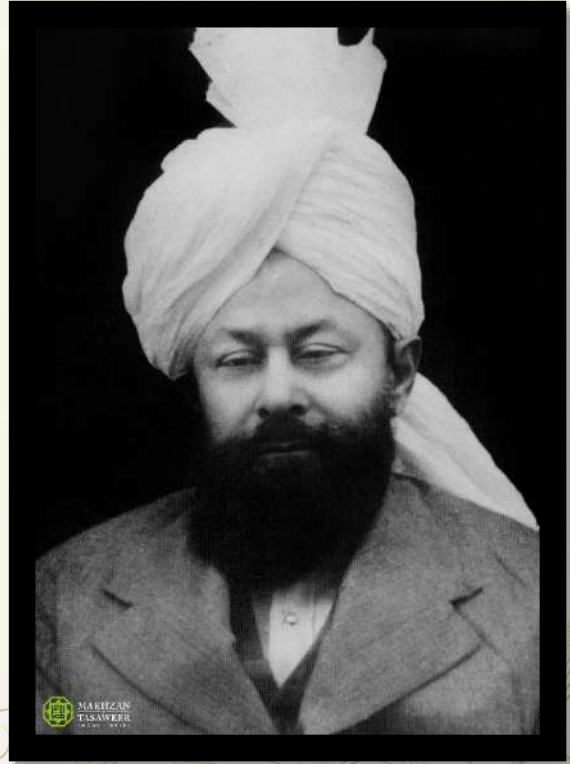
(انتخاب: بشریٰ ڈار، New Malden)

لجنہ اماء اللہ کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے 15/ دسمبر 1922ء کو اپنے قلم سے قادیان کی مستورات کے نام مندرجہ ذیل مضمون تحریر فرمایا:

"السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ہماری پیدائش کی جو غرض وغایت ہے اُس کو پورا کرنے کے لئے عورتوں کی کوششوں کی بھی اسی طرح ضرورت ہے جس طرح مردوں کی ہے۔ جہاں تک میرا خیال ہے عورتوں میں اب تک اِس کا احساس پیدا نہیں ہوا کہ اسلام ہم سے کیا چاہتا ہے۔ ہماری زندگی کس طرح صَرف ہونی چاہیئے جس سے ہم بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کر کے مرنے کے بعد بلکہ اسی دنیا میں اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث ہو سکیں۔

اگر غور کیا جائے تو اکثر عورتیں اِس امر کو محسوس نہیں کریں گی کہ روزمرہ کے کاموں کے سوا کوئی اور بھی کام کرنے کے قابل ہے یا نہیں؟ عورتوں کی اصلاح بھی عورتوں کے ذریعے ہو سکتی ہے۔

اِن امور کو مدِ نظر رکھ کر ایسی بہنوں کو جو اس خیال کی مؤید ہوں اور مندرجہ ذیل باتوں کی ضرورت کو تسلیم کرتی ہوں دعوت دیتا ہوں کہ ان مقاصد کو پورا کرنے کے لئے مل کر کام شروع کریں۔ اگر آپ بھی مندرجہ ذیل باتوں سے متفق ہوں تو مہربانی کر کے مجھے اطلاع دیں تا کہ اس کام کو جلد سے جلد شروع کر دیا جائے۔

نمبر1۔ اس امر کی ضرورت ہے کہ عورتیں باہم مل کر اپنے علم کو بڑھانے اور دوسروں تک اپنے علم کو پہنچانے کی کوشش کریں۔

نمبر2۔ اس بات کی ضرورت ہے کہ اس کے لئے ایک انجمن قائم کی جائے تا کہ اس کام کو باقاعدگی سے جاری رکھا جا سکے۔

نمبر3۔ اس بات کی ضرورت ہے کہ اس انجمن کو چلانے کے لئے قواعد ہوں جن کی پابندی ہر رکن پر واجب ہو۔

نمبر4۔ اس امر کی ضرورت ہے کہ قواعد وضوابط سلسلہ احمدیہ کے پیش کردہ اسلام کے مطابق ہوں اور اُس کی ترقی اور اس کے استحکام میں ممد ہوں۔

نمبر5۔ اس امر کی ضرورت ہے کہ جلسوں میں اسلام کے مختلف مسائل خصوصاً ان پر جو اس وقت کے حالات کے متعلق ہوں مضامین پڑھے جائیں اور وہ خود اراکین انجمن کے لکھے ہوں تا کہ اس طرح علم کے استعمال کرنے کا ملکہ پیدا ہو۔

نمبر6۔ اس امر کی ضرورت ہے کہ علم بڑھانے کے لئے ایسے مضامین جنہیں انجمن ضروری سمجھے اسلام کے واقف لوگوں سے لیکچر کروائے جائیں۔

نمبر7۔ اس امر کی ضرورت ہے کہ جماعت میں وحدت کی روح قائم رکھنے کے لئے جو بھی خلیفہ وقت ہو اسکی تیار کردہ سکیم کے مطابق اور اس کی ترقی کو مدنظر رکھ کر تمام کاروائیاں ہوں۔

نمبر8۔ اس امر کی ضرورت ہے کہ تم اتحاد جماعت کو بڑھانے کے لئے ایسی ہی کوشاں رہو جیسے کہ ہر مسلمان کا فرض قرآن کریم، آنحضرت ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مقرر فرمایا ہے۔ اور اس کے لئے ہر ایک قربانی کو تیار رہو۔

نمبر9۔ اس امر کی ضرورت ہے کہ اپنے اخلاق اور روحانیت کی اصلاح کی طرف ہمیشہ متوجہ رہو اور صرف کھانے، پینے۔ پہننے تک اپنی توجہ کو محدود نہ رکھو۔ اس کے لیے ایک دوسری کی پوری مدد کرنی چاہیے اور ایسے ذرائع پر غور اور عمل کرنا چاہیئے۔

نمبر10۔ اس بات کی ضرورت ہے کہ بچوں کی تربیت میں اپنی ذمہ داری کو خاص طور پر سمجھو اُن کو دین سے غافل اور بد دل اور سُست بنانے کی بجائے چست ہوشیار، تکلیف برداشت کرنے والا بناؤ اور دین کے مسائل جس قدر معلوم ہوں ان سے ان کو واقف کرو اور خدا، رسول، مسیح اور خلفاء کی محبت، اطاعت کا مادہ ان کے اندر پیدا کرو۔ اسلام کی خاطر اور اس کے منشاء کے مطابق اپنی زندگیاں خرچ کرنے کا جوش ان میں پیدا کرو اس لیے اس کام کو بجالانے کے لیے تجاویز سوچو اور ان پر عمل درآمد کرو۔

نمبر11۔ اس امر کی ضرورت ہے کہ جب مل کر کام کیا جائے تو ایک دوسرے کی غلطیوں سے چشم پوشی کی جائے اور صبر و ہمت سے اصلاح کی کوشش کی جائے نہ ناراضگی اور خفگی سے تفرقہ بڑھایا جائے۔

نمبر12۔ چونکہ ہر ایک کام جب شروع کیا جائے تو لوگ اُس پر ہنستے اور ٹھٹھا کرتے ہیں اس لیے اس بات کی ضرورت ہے کہ لوگوں کی ہنسی اور ٹھٹھے کی پرواہ نہ کی جائے اور بہنوں کو الگ الگ مہنوں یا طعنوں یا مجالس کے ٹھٹھوں کو بہادری وہمت سے

برداشت کا سبق اور اس کی طاقت پیدا کرنے کا مادہ پہلے ہی سے حاصل کیا جائے تا کہ اس نمونہ کو دیکھ کر دوسری بہنوں کو بھی اس کام کی طرف توجہ پیدا ہو۔

نمبر13۔ اس امر کی ضرورت ہے کہ اس خیال کو مضبوط کرنے کے لئے اور ہمیشہ کے لیے جاری رکھنے کے لیے اپنی ہم خیال بنائی جائیں اور یہ کام اس صورت میں چل سکتا ہے کہ ہر ایک بہن جو اس مجلس میں شامل ہو اپنا فرض سمجھے کہ دوسری بہنوں کو بھی اپنا ہم خیال بنائے گی۔

نمبر14۔ اس امر کی ضرورت ہے کہ اس کام کو تباہ ہونے سے بچانے کے لئے صرف وہی بہنیں انجمن کی کارکن بنائی جائیں جو ان خیالات سے پوری طرح متفق ہوں اور کسی وقت خدانخواستہ کوئی متفق نہ رہے تو وہ بطیب خاطر انجمن سے علیحدہ ہو جائے یا بصورت دیگر علیحدہ کی جائے۔

نمبر15۔ چونکہ جماعت کسی خاص گروہ کا نام نہیں، چھوٹے بڑے، غریب امیر سب کا نام جماعت ہے اس لئے ضروری ہے کہ اس انجمن میں غریب امیر کی کوئی تفریق نہ ہو بلکہ غریب اور امیر دونوں میں محبت اور مساوات پیدا کرنے کی کوشش کی جائے اور ایک دوسرے کی حقارت اور اپنے آپ کو بڑا سمجھنے کا مادہ دلوں سے دُور کیا جائے کہ باوجود مدارج کے فرق کے اصل میں سب مرد بھائی بھائی اور سب عورتیں بہنیں بہنیں ہیں۔

نمبر16۔ اس امر کی ضرورت ہے کہ عملی طور پر خدمت اسلام کے لئے اور اپنی غریب بہنوں اور بھائیوں کی مدد کے لئے بعض طریق تجویز کئے جائیں اور اُن کے مطابق عمل کیا جائے۔

نمبر17۔ اس امر کی ضرورت ہے کہ چونکہ مدد اور سب برکت اور سب کامیابیاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہیں۔ اس لئے دعا کی جائے اور کروائی جائے۔

ہمیں وہ مقاصد الہام ہوں: جو ہماری پیدائش میں اس نے مدّ نظر رکھے ہیں اور ان مقاصد کے پورا کرنے کے لئے بہتر سے بہتر ذرائع پر اطلاع اور پھر ان ذرائع کے احسن سے احسن طور پر پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارا خاتمہ بخیر کرے۔ آئندہ آنیوالی نسلوں کی بھی اپنے فضل سے راہنمائی کرے اور اس کام کو اپنی مرضی کے مطابق ہمیشہ کے لئے جاری رکھے یہاں تک کہ اس دنیا کی عمر تمام ہو جائے۔"

(الازھار لذوات الخمار، جلد اول صفحہ 52 تا 55)

یہ وہ مقاصد ہیں جن کو پورا کرنے کے لئے لجنہ اماء اللہ کا قیام ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے حصول کے لیے پوری کوشش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور آئندہ آنے والی نسلوں کو بھی اپنے فضلوں سے رہنمائی عطا فرمائے۔ آمین۔

یوکے کی تاریخ میں خلافتِ احمدیہ کے فیوض و برکات کا سفر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا زمانہ

برطانیہ میں جماعتِ احمدیہ کا پیغام حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کے ذریعہ پہنچ گیا تھا۔

گویا خدا تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ مسیح آخر الزماں کے عہد میں ہی اس سرزمین کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مبارک قلم سے نکلی اس تحریر کا گواہ بنا دیا تھا کہ:

”اب وہ دن نزدیک آتے ہیں کہ جو سچائی کا آفتاب مغرب کی طرف سے چڑھے گا اور یورپ کو سچے خدا کا پتہ لگے گا۔ اور بعد اس کے توبہ کا دروازہ بند ہو گا۔ کیونکہ داخل ہونے والے بڑے زور سے داخل ہو جائیں گے اور وہی باقی رہ جائیں گے جن کے دل پر فطرت سے دروازے بند ہیں۔ اور نور سے نہیں بلکہ تاریکی سے محبت رکھتے ہیں۔ قریب ہے کہ سب ملتیں ہلاک ہوں گی مگر اسلام۔ اور سب حربے ٹوٹ جائیں گے مگر اسلام کا آسمانی حربہ کہ وہ نہ ٹوٹے گا، نہ کند ہو گا، جب تک دجالیت کو پاش پاش نہ کر دے۔ وہ وقت قریب ہے کہ خدا کی سچی توحید جس کو بیابانوں کے رہنے والے اور تمام تعلیموں سے غافل بھی اپنے اندر محسوس کرتے ہیں، ملکوں میں پھیلے گی۔۔۔۔ اور خدا کا ایک ہی ہاتھ کفر کی سب تدبیروں کو باطل کر دے گا لیکن نہ کسی تلوار سے اور نہ کسی بندوق سے بلکہ مستعد روحوں کو روشنی عطا کرنے سے اور پاک دلوں پر ایک نور اتارنے سے۔ تب یہ باتیں جو میں کہتا ہوں سمجھ میں آئیں گی“

(مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ 304،305 از تذکرہ صفحہ 244)

25 مئی 1897ء:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے برطانیہ کی ملکہ وکٹوریہ کی ڈائمنڈ جوبلی کے موقع کی مناسبت سے 25 مئی 1897ء کو کتاب تالیف فرمائی جس کا نام 'تحفہ قیصریہ' رکھا۔ اس کتاب میں آپ علیہ السلام نے ملکہ کو جوبلی کی مبارکباد دینے کے ساتھ ساتھ بڑی حکمت سے اسلام اور رسول ﷺ کی صداقت بڑی موٴثر انداز میں پیش فرمائی۔ یوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس تقریب کے موقع پر بھی تبلیغ اسلام کا ایک پہلو نکال لیا۔ اس رسالہ کے آخر میں آپؑ نے ملکہ کے لیے ان الفاظ میں دعا کی:

"اے قادر و کریم اپنے فضل و کرم سے ہماری ملکہ معظمہ کو خوش رکھ جیسا کہ ہم اس کے سایہٴ عاطفت کے نیچے خوش ہیں۔ اور اس سے نیکی کر جیسا کہ ہم اس کی نیکیوں اور احسانوں کے نیچے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اور ان معروضات پر کریمانہ توجہ کرنے کے لیے اس کے دل میں آپ الہام کر کہ ہر ایک قدرت اور طاقت تجھی کو ہے۔ آمین ثم آمین۔"

(تحفہٴ قیصریہ، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 284 مطبوعہ برطانیہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی ایک اور تصنیفِ لطیف 'ستارہٴ قیصریہ' میں ملکہ وکٹوریہ کے لیے ان الفاظ میں دعا کی ہے:

"یا الٰہی ہماری ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند کو ہمیشہ ہر ایک پہلو سے خوش رکھ اور ایسا کر کہ تیری طرف سے ایک بالائی طاقت اس کو تیرے ہمیشہ کے نوروں کی طرف کھینچ کر لے جائے اور دائمی اور ابدی سرور میں داخل کرے کہ تیرے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔ آمین"

(ستارہ قیصریہ روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 126 مطبوعہ برطانیہ)

لندن جسے مادی لحاظ سے دنیا میں مرکزی حیثیت حاصل ہے، اور یورپ کا یہی وہ شہر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے مسیح موعود علیہ السلام کو ایک کشف کے ذریعہ دکھایا کہ آپ علیہ السلام نے یہاں پرندے پکڑے، اسی شہر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ کشف ان کے خلفاء کے ذریعہ پورا ہوا۔ خلافت کے بارے میں بھی آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

"تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہو گا اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں۔

لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔"

(رسالہ الوصیت روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 305)

مبارک دورِ خلافت کا آغاز

27 مئی 1908ء کو احبابِ جماعت نے الحاج حضرت حکیم مولانا نور الدینؓ کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جانشین اور قدرتِ ثانیہ کے پہلے مظہر کے طور پر بیعت کی جن کی مدح میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یوں فرمایا تھا:

چہ خوش بودے اگر ہر یک زامت نور دیں بودے

ہمیں بودے اگر ہر دل پر از نورِ یقیں بودے

ترجمہ: یعنی کیا ہی اچھا ہو اگر قوم کا ہر فرد نور دین بن جائے مگر یہ تب ہی ہو سکتا ہے کہ جب ہر دل یقین کے نور سے بھر جائے۔

مسندِ خلافت قرار پانے سے قبل یوکے پہ خلافت کا سایہ
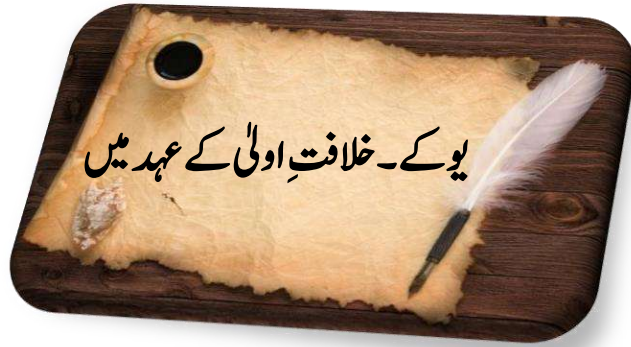
ستمبر 1907ء: وقفِ زندگی کی تحریک 1907ء میں ہوئی۔ سب سے پہلا وقف چوہدری فتح محمد سیال صاحب کا ہوا۔

ستمبر 1911ء: حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کی اجازت سے حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب اعلیٰ تعلیم کے لئے انگلستان تشریف لائے۔

1913ء: مبلغ احمدیت حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحب انگلستان تشریف لائے۔ یہ انگلستان میں پہلے داعی الی اللہ کا ورود تھا۔

1914ء: 28 جون کو لندن میں پہلا تبلیغی مرکز قائم ہوا اور حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحب کی کاوشوں کا پہلا پھل مسٹر کوریو (Mr Corio) تھے۔

مارچ 1916ء: حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحب کی لندن سے قادیان کو واپسی۔ اب تک ان کی کوششوں سے خدا کے فضل سے ایک درجن انگریز مسلمان ہو گئے تھے۔

13 مارچ 1914ء کو حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کا وصال ہوا اور 14 مارچ بعد نمازِ عصر مسجد نور قادیان میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی، مصلح موعودؓ منشائے الٰہی کے مطابق انتخابِ خلافت میں قدرتِ ثانیہ کے مظہر ثانی کے طور پر مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے۔

6 جنوری 1920ء: کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے مسجد فضل لندن کے لئے چندہ کی تحریک فرمائی۔ 10 جون تک ساڑھے 78 ہزار روپیہ (12 ہزار پونڈ) نقد جمع ہو گیا جس میں 5 ہزار چندہ قادیان سے ہی جمع ہو گیا۔ کئی عورتوں نے اپنے زیور اتار کر پیش کر دیے۔ بچوں نے اپنے جیب خرچ دے دیے۔

7 جنوری 1920ء: لندن میں مسجد بنانے کے متعلق حضورؓ کا خطاب جو بعد میں ''قیامِ توحید کے لئے غیرت'' کے نام سے شائع ہوا۔

14 مئی 1924ء: ویمبلے کانفرنس لندن میں شرکت کا دعوت نامہ ملنے پر حضورؓ نے احباب جماعت کے نام ایک خط برائے مشورہ تحریر فرمایا۔

16 مئی 1924ء: حضورؓ نے سفر یورپ کے سلسلہ میں ایک مجلسِ شوریٰ منعقد کی۔

24 مئی 1924ء: حضورؓ نے سفر یورپ کا فیصلہ فرمایا اور احباب کو اطلاع دے دی اور فرمایا اس کا مقصد مغربی ممالک میں تبلیغ کے لیے مستقل سکیم تجویز کرنا ہے۔

6 جون 1924ء: حضورؓ نے سفر یورپ کے لیے اپنی کتاب ''احمدیت یعنی حقیقی اسلام'' مکمل کر لی۔

12 جون 1924ء: حضورؓ اپنے پہلے سفر یورپ پر قادیان سے روانہ ہوئے۔

21 اگست 1924ء: حضورؓ کی فرانس میں آمد ہوئی۔

22 اگست 1924ء: حضورؓ نے پہلی دفعہ لندن میں ورود فرمایا۔ حضور نے اخبارات ایوننگ سٹینڈرڈ اور سٹار کے نمائندوں کو انٹرویو دیا۔ پریس کانفرنس میں احمدیت کا پیغام پہنچایا، ایوانِ شاہی کے دروازے پر ایک ہجوم کے سامنے اپنا پیغام سنایا۔ دعوت الی اللہ کے مسئلہ پر مجلسِ مشاورت منعقد ہوئی۔

9 ستمبر 1924ء: حضورؓ نے ایسٹ اینڈ ویسٹ یونین کے اجلاس میں انگریزی میں لیکچر دیا۔

13 ستمبر1924ء: حضورؓ نے پورٹ سمتھ میں دو لیکچر دئے جس کا موضوع تھا،، مسیح کی آمدِ ثانی،، اور ،، پیغام آسمانی،،

19 ستمبر1924ء: حضورؓ نے ویمبلے کانفرنس کے صدر سر ای ڈی راس سے ملاقات فرمائی۔ شام کو سینٹ لوکس ہال میں ،،حیات اور الہامات،، کے موضوع پر لیکچر دیا۔

20 ستمبر1924ء: نائجیریا کے دو حاجی صاحبان سے ملاقات فرمائی۔ (ان میں سے ایک احمدی تھے)

21 ستمبر1924ء: کرنل ولیم مانٹیگو ڈگلس سے حضور نے ملاقات فرمائی یہ وہی مشہور کرنل ہیں جنہوں نے سیدنا حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کو قتل کے ایک مقدمہ میں بری کیا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلامؑ نے کرنل ولیم کے بارے میں فرمایا تھا۔

"جب تک دنیا قائم ہے اور جیسے جیسے یہ جماعت لاکھوں، کروڑوں افراد تک پہنچے گی۔ ویسی ویسی تعریف کے ساتھ اس نیک نیت حاکم کا تذکرہ رہے گا۔ اور یہ اس کی خوش قسمتی ہے کہ خدا نے اس کام کے لیے اس کو چنا"

(بحوالہ فرمودہ حضرت مسیح موعود از کشتی نوح روحانی خزائن جلد19 ص56)

22 ستمبر1924ء: حضورؓ نے ویمبلی کانفرنس کی افتتاحی تقریب میں شرکت فرمائی۔

23 ستمبر1924ء: ویمبلی کانفرنس میں حضورؓ کا مضمون 'احمدیت یعنی حقیقی اسلام' حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے پڑھ کر سنایا۔

28 ستمبر1924ء: سیرۃ النبی ﷺ پر حضورؓ کا مضمون لندن فیلڈ میں پڑھا گیا۔

3 اکتوبر1924ء: کانفرنس مذاہبِ عالم کے آخری اجلاس سے حضورؓ کا خطاب۔ شام کو ریویو آف ریلیجنز لندن سے متعلق مجلسِ شوریٰ منعقد فرمائی۔

7 اکتوبر1924ء: حضورؓ نے لندن میں دار الأُمراء کا اجلاس دیکھا۔

8،9 اکتوبر1924ء: حضورؓ دار العوام (House of Commons) کا اجلاس دیکھنے کے لیے تشریف لے گئے۔

15 اکتوبر1924ء: حضورؓ نے اورینٹل سکول آف سٹڈیز کا دورہ فرمایا۔

19 اکتوبر1924ء: حضورؓ نے مسجد فضل لندن کا سنگِ بنیاد رکھا۔

24 اکتوبر1924ء: حضورؓ نے لندن میں پہلا یادگار اور تاریخی جمعۃ المبارک پڑھایا۔

25 اکتوبر1924ء: حضورؓ نے واٹر لو سٹیشن سے واپسی کے سفر کا آغاز کیا۔

10 فروری1925ء: حضورؓ نے یورپ میں تبلیغ کے لیے ایک لاکھ روپے چندہ کی تحریک فرمائی۔

3 اکتوبر 1926ء: سر شیخ عبد القادر نے مسجد فضل لندن کا افتتاح کیا۔ مسجد فضل لندن جس کی بنیاد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنے دستِ مبارک سے 19 اکتوبر 1924ء کو رکھی تھی اس کا افتتاح 3 اکتوبر 1926ء کو محترم بیرسٹر شیخ عبد القادر صاحب نے فرمایا۔

3 اکتوبر 1926ء: بیت الفضل لندن میں پہلی اذان ملک غلام فرید صاحب نے دی اور دوسری اذان انگریز احمدی بلال نیٹل صاحب نے دی۔ تکبیر شیخ عرفانی (شیخ یعقوب عرفانی) نے کہی اور نماز مولانا عبد الرحیم دردؔ صاحب نے پڑھائی۔

جولائی 1927ء: لندن میں پولیٹیکل لیگ کا قیام ہوا اور چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب مسلمانانِ پنجاب کے نمائندہ کی حیثیت سے لندن آئے آپ نے بڑے لوگوں سے خطاب کیا اور مسلمانوں کے حقوق کی طرف توجہ دلائی۔

22 اکتوبر 1928ء: مولانا عبد الرحیم دردؔ صاحب کی لندن سے قادیان واپسی۔

نومبر 1930ء: حضور خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے سائمن کمشن رپورٹ پر تبصرہ فرمایا اور اس کا انگریزی ترجمہ گول میز کانفرنس لندن کے مندوبین کو بھجوایا گیا۔ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب حضورؓ کی راہنمائی میں خدمات سر انجام دیتے رہے اور 1930ء تا 1932ء کی گول میز کانفرنسوں میں شمولیت کی۔

6 مارچ 1932ء: لندن میں ہونے والی گول میز کانفرنس کے متعلق حضور نے مسلمانوں کو اپنی رائے سے نوازا۔

2 فروری 1933ء: مولانا عبد الرحیم دردؔ صاحب کی دوبارہ لندن میں آمد۔

مارچ 1933ء: حضورؓ کے ارشاد پر مولانا عبد الرحیم دردؔ صاحب نے انگلستان میں قائد اعظم محمد علی جناح کے دفتر میں ملاقات کی اور لندن سے واپسی کے لیے ترغیب دی۔

6 اپریل 1933ء: امام مسجد لندن کے زیرِ اہتمام مسجد فضل لندن میں قائد اعظم محمد علی جناح کی مشہور تقریر ہوئی جس میں انہوں نے ہندوستان واپس جانے پر آمادگی کا اظہار فرمایا۔

1933ء: سر چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے لندن گول میز کانفرنس میں شرکت کی اور مسجد فضل لندن میں تبلیغی لیکچر دیے۔

6 ستمبر 1934ء: حضرت مرزا ناصر احمد (خلیفۃ المسیح الثالثؒ) ہمراہ مرزا سعید احمد ابنِ مرزا عزیز احمد اعلائے کلمہ دین اور تبلیغ و اشاعت کے لیے انگلستان تشریف لائے۔

12 جولائی 1935ء: حجاز کے ولی عہد شہزادہ مسعود مسجد فضل لندن تشریف لائے۔

جون 1935ء: لندن سے اخبار Muslim Times اور رسالہ Al Islam جاری کیا گیا۔

1938ء: میں قبرِ مسیح کا اعلان مولانا جلال الدین شمس صاحب نے لندن میں بذریعہ اشتہار شائع کیا۔

8 جنوری 1939ء: کو لندن مسجد فضل میں ایک مذاہب کانفرنس ہوئی اس کانفرنس کی صدارت سر فیروز خان نون کمشنر فار ن انڈیا نے کی اور اسلام کی نمائندگی میں مولانا جلال الدین شمس صاحب نے "امنِ عالم اور اسلام" کے موضوع پر تقریر کی۔

19 فروری 1939ء: انگلستان میں عبد اللہ آر سکاٹ صاحب نے نظامِ وصیت میں شمولیت کی۔ آپ یہ اعزاز پانے والے انگلستان کے پہلے احمدی تھے۔

فروری 1939ء: مسجد فضل لندن میں سعودی عرب کے شہزادہ فیصل اور دوسرے عرب ممالک کے عمائدین کے اعزاز میں ایک دعوت ہوئی۔

27 تا 29 دسمبر 1939ء: انگلستان کی احمدی خواتین کی نمائندہ دو انگریز نو مسلم محترمہ سلیمہ اور محترمہ سکینہ صاحبہ نے قادیان کے جلسہ میں شرکت کی۔ حضور خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ازراہِ شفقت انہیں اپنا ایڈریس پیش کرنے کا موقع دیا۔

7 اگست 1940ء: انگلستان میں پہلا مناظرہ مولانا جلال الدین شمس صاحب نے ایک پادری سے کیا۔ یہ مناظرہ انگلستان میں ہائیڈ پارک میں ہوا۔

1940ء: میں سکاٹ لینڈ میں احمدیت کی بنیاد حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحب کے ذریعہ پڑی۔ جب سکاٹ لینڈ یونیورسٹی کی طالبہ مس وائٹ پال اور مسٹر فیر شاہ نے احمدیت قبول کی۔

1945ء: دو مبلغین شیخ ناصر احمد صاحب اور سید سفیر الدین صاحب انگلستان آئے۔

یکم فروری 1945ء: حضورؓ نے 22 واقفین کو بیرونی ممالک میں بھجوانے اور 9 واقفین کو مختلف دینی علوم میں تخصص کرانے کے لیے منتخب فرمایا۔

اپریل 1945ء: برطانیہ کے جان برین آرچرڈ قادیان آئے اور احمدیت قبول کرلی۔ حضورؓ نے ان کا نام بشیر آرچرڈ رکھا۔ آپ سب سے پہلے انگریز واقفِ زندگی تھے۔

24 جولائی 1945ء: پہلی دفعہ 9 مبلغین سلسلہ یورپ میں تبلیغ کے لیے قادیان سے روانہ ہوئے۔ نیز دو مبلغین راستہ سے شامل ہوئے۔ لندن پہنچے پر ان مبلغین کا مولانا جلال الدین شمس صاحب نے استقبال کیا۔

جولائی 1946ء: البانیہ میں ممتاز احمدی شریف دوتسا صاحب خاندان سمیت شہید کر دیے گئے۔ حضورؓ نے انہیں یورپ کا پہلا احمدی شہید قرار دیا۔

1947ء: مسز کلثوم باجوہ صاحبہ نے لجنہ اماء اللہ کی نمائندگی کرتے ہوئے شہزادی الزبتھ (ملکہ برطانیہ) کی شادی پر (قرآنِ پاک انگریزی ترجمہ کے ساتھ) کا تحفہ بھجوایا۔ جس پر شہزادی صاحبہ نے اپنے دستخط کے ساتھ شکریہ ادا کیا اور کہا کہ وہ خواتین جماعتِ احمدیہ کے اس تحفہ کے انتخاب کو سراہتی ہیں۔

نومبر 1947ء تا جولائی 1948ء: حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب انگلستان میں تشریف فرما تھے۔

1948ء: کیمبرج یونیورسٹی سے جھنگ کے نوجوان چوہدری عبد السلام صاحب (ڈاکٹر عبد السلام نوبل انعام یافتہ) نے ریاضی میں اول پوزیشن حاصل کرکے ریکارڈ قائم کیا۔

فروری 1949ء: گلاسگو مشن کا قیام ہوا۔

دسمبر 1949ء: برطانیہ میں جلسہ سالانہ کا آغاز ہوا۔

11 دسمبر 1949ء: برطانیہ کی تاریخ میں **لجنہ اماء اللہ** کا قیام عمل میں آیا۔

جون 1950ء: گلاسگو مشن سے ماہوار رسالہ the Muslim Herald جاری ہوا۔

1953ء: لندن میں چوہدری ظہیر احمد باجوہ اور شیخ مبارک صاحب نے نوے سالہ ریٹائرڈ جج کرنل ڈگلس سے ملاقات کی۔ حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام نے کرنل ڈگلس کو پیلاطوس سے تشبیہہ دی تھی۔

7 اکتوبر 1954ء: چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب عالمی عدالت کے صدر منتخب ہوئے۔

14 فروری 1955ء: لجنہ اماء اللہ کا عہد نامہ منظور کیا گیا۔ جس میں 1956ء میں ایک جملہ کا اضافہ ہوا۔ مندرجہ ذیل فقرے کا اضافہ کر دیا گیا۔

23 مارچ تا 25 ستمبر 1955ء: سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کا علاج کے لیے سفر یورپ۔ 1955ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ بغرضِ علاج انگلستان تشریف لائے۔ اور مشن ہاؤس میں مقیم ہوئے۔ جماعتِ احمدیہ برطانیہ نے حضورؓ کے اعزاز میں گروفر ہوٹل وکٹوریہ میں ایک شاندار استقبالیہ تقریب منعقد کی جس میں عمائدینِ شہر نے حضورؓ کو لندن آنے پر خوش آمدید کہا۔ قیامِ لندن کے دوران حضورؓ نے ایک یورپین مبلغین کانفرنس کا انعقاد فرمایا۔

3 جولائی 1955ء: حضورؓ لندن پہنچے۔

30 جولائی 1955ء: حضورؓ نے مسجد فضل لندن میں خطبہ عید الاضحی ارشاد فرمایا۔ اس تقریب میں 500 افراد شامل ہوئے۔ عید کے بعد حضورؓ کی ڈسمنڈ شاہ سے ملاقات ہوئی۔

26 اگست 1955ء: حضورؓ کی لندن سے وطن واپسی کے لیے روانگی۔ حضرت صاحبزادہ طاہر احمد (خلیفۃ المسیح الرابعؒ) حصولِ تعلیم کی غرض سے انگلستان ٹھہر گئے۔ بعد ازاں 14 اکتوبر 1957ء کو واپس پاکستان تشریف لائے۔

22 جولائی 1955ء: لندن میں مبلغین کی عالمی کانفرنس حضورؓ کی زیرِ صدارت شروع ہوئی اور 24 جولائی کو ختم ہوئی۔

16 ستمبر 1955ء: حضورؓ نے سفر یورپ کے بعد یورپ میں دعوتِ الیٰ اللہ کی خاطر وقف کے لیے پر زور تحریک فرمائی اور فرمایا اولاد در اولاد کو وقف کریں۔

1958ء: لندن میں اطفال الاحمدیہ کی تنظیم بنی۔

1962ء: تھائی لینڈ کے بادشاہ اور ملکہ الزبتھ کو ترجمۂ قرآن کی پیش کش۔

1963ء: دی ڈیوک آف ایڈنبرا اور شاہ کمبوڈیا کو تبلیغ اور قرآنِ کریم کا تحفہ۔

1963ء: از سرِ نو تنظیم کا لائحہ عمل لایا گیا۔ مسٹر نذیر ڈار صاحب ناظم اطفال مقرر ہوئے۔ محترم رفیق حیات صاحب خدا کے فضل سے یو کے کے امیر کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔

1964ء: برطانیہ کا جلسہ سالانہ لندن مسجد (محمود ہال) میں ہوا۔

2 اکتوبر 1960ء: چوہدری رحمت خان صاحب لندن مشن انچارج کی حیثیت سے تشریف لائے۔ 11 اپریل 1964ء تک مربی مشن رہے۔

1964ء تا 1970ء: محترم بشیر احمد رفیق صاحب امام مسجد لندن رہے۔

1964ء: حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خلافت کے پچاس سال پورے ہونے پر اللہ تعالیٰ کے حضور تشکر اور دعائیں۔ دنیا بھر میں پھیلے ہوئے احمدیوں کی طرف سے تجدیدِ عہدِ بیعت کیا گیا۔

7،8 نومبر 1965ء: کی درمیانی شب 'پیشگوئی مصلح موعود' کا مظہر اپنے مولائے حقیقی سے جاملا اور جماعت کو تیسرے تاجدارِ خلافت نے سنبھالا۔

"وکان امراً مقضیاً۔ تب وہ اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔"

دسمبر 1965ء: حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی اجازت سے حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے فضلِ عمر فاؤنڈیشن کی تحریک جماعت کے سامنے پیش کی اور 25 لاکھ کے ریزرو فنڈ کا مطالبہ کیا۔ ایک دن کے اندر 15 لاکھ روپے کے وعدے پیش کر دیے گئے۔

1965ء: اسی سال لندن سے دی مسلم ہیر لڈ کا اجرا ہوا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے جلسہ سالانہ ربوہ 1965ء کے موقع پر تمام دنیا کے خدام الاحمدیہ کو ماٹو دیا۔

"تیری عاجزانہ راہیں اس کو پسند آئیں"

1965ء: مسجد ساؤتھ ہال کے لیے ایک مکان خریدا گیا۔ اور جسے بطور مسجد استعمال کیا گیا۔

30 اپریل 1966ء: حضورؒ نے مستورات میں درس القرآن کا سلسلہ شروع فرمایا۔

6 جولائی تا 24 اگست 1967ء: حضورؒ کا پہلا دورہ یورپ۔ اس دورہ میں سات پریس کانفرنسوں سے خطاب فرمایا۔ اور 8 استقبالیہ دعوتوں میں شرکت فرمائی۔

28 جولائی 1967ء: وانڈز ورتھ ٹاؤن ہال لندن میں حضورؒ نے بعنوان "امن کا پیغام اور ایک حرفِ انتباہ" خطاب فرمایا۔

30 جولائی 1967ء: حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے لندن میں احمدیہ ہال کی بنیاد رکھی۔

24 اگست 1967ء: حضورؒ دورہ یورپ سے ربوہ واپس تشریف لے گئے۔

15 مارچ 1968ء: حضورؒ نے نئے ہجری سال یکم محرم 1388 ہجری یعنی 31 مارچ سے سال بھر کے لیے تسبیح و تحمید اور درود شریف پڑھنے کی تحریک فرمائی۔

24 مئی 1968ء: یارک شائر کی جماعتوں کا پہلا جلسہ سالانہ منعقد ہوا۔

12 ستمبر 1969ء: حضورؒ نے سورۃ البقرہ کی ابتدائی 17 آیات یاد کرنے کی تحریک فرمائی۔

9 جنوری 1970ء: حضورؒ نے خطبہ جمعہ میں جماعت احمدیہ کے اپنے پریس اور ریڈیو اسٹیشن کے قیام کی خواہش کا اظہار فرمایا۔ (یہ خواہش ایم ٹی اے کی صورت میں خلافتِ رابعہ میں عظیم الشان طریقے سے پوری ہوئی۔

21 فروری 1970ء: حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب عالمی عدالتِ انصاف کے صدر منتخب ہوئے اور 1973ء تک اس منصب پر فائز رہے۔

مئی 1970ء: حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ لندن تشریف لائے اور اسی سال حضورؒ نے محمود ہال لندن کا افتتاح فرمایا۔

24 مئی 1970ء: بیت الفضل لندن میں نصرت جہاں سکیم کا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اعلان فرمایا۔

5 اگست 1975ء: حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ بغرض علاج لندن تشریف لائے۔ حضور نے لندن میں اس سفر کے دوران پہلی بار نمازِ جمعہ پڑھائی اس سے قبل حضور خطبہ کے بعد امام صاحب مسجد فضل لندن کی اقتداء میں کرسی پر بیٹھ کر نمازِ جمعہ ادا کرتے تھے۔

24 اور 25 اگست 1975ء: جماعتِ برطانیہ کا 11 واں جلسہ سالانہ حضورؒ نے افتتاحی اور اختتامی خطاب فرمائے۔

21 ستمبر 1975ء: حضورؒ نے مسجد فضل لندن کے احاطہ میں اپنے دستِ مبارک سے پودا لگایا۔

20 جولائی تا 20 اکتوبر 1976ء: حضورؒ کا سفر یورپ و امریکہ۔ 11 پریس کانفرنسز۔ 11 استقبالیہ دعوتوں سے خطاب فرمایا اور 13 خطباتِ جمعہ ارشاد فرمائے۔

جنوری 1977ء: حضورؒ نے مسجد ہڈرز فیلڈ کا افتتاح فرمایا۔

27 مارچ 1977ء: لندن میں جماعتِ احمدیہ کے زیرِ اہتمام ہستی باری تعالیٰ کے موضوع پر مختلف ممالک کے نمائندوں کی مجلسِ مذاکرہ کا انعقاد۔

8 مئی تا 11 اکتوبر 1978ء: حضورؒ کا دورہ یورپ۔

2 تا 4 جون 1978ء: کسرِ صلیب کانفرنس سے حضورؒ نے اختتامی خطاب فرمایا۔

10 دسمبر 1979ء: عظیم سائنسدان مکرم عبد السلام صاحب نے سٹاک ہالم میں شاہ سویڈن سے فزکس کا نوبل پرائز وصول کیا۔

9 اکتوبر 1980ء: خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے سات سو سال بعد سپین میں تعمیر ہونے والی پہلی مسجد بشارت کا سنگِ بنیاد رکھا۔ اور اس تقریب میں انگلستان، امریکہ، سویڈن، ناروے، ڈنمارک، سوئیزرلینڈ اور نائیجیریا کے جماعتِ احمدیہ کے افراد نے شرکت کی۔

اسی موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اسلام کا آفاقی پیغام ایک ماٹو کی صورت میں جماعتِ احمدیہ کو عطا فرمایا۔

"محبت سب کے لیے نفرت کسی سے نہیں"

آپؒ فرماتے ہیں:

”اسلام ہمیں باہم محبت اور الفت سے رہنے کی تعلیم دیتا ہے۔ ہمیں انکساری سکھاتا ہے۔ اور بتاتا ہے کہ انسانوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرتے وقت ہمیں مسلم اور غیر مسلم میں کسی قسم کی کوئی تمیز روا نہیں رکھنی چاہیے۔ انسانیت کا یہی تقاضا ہے“

(ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ بر موقع سنگِ بنیاد مسجد بشارت بحوالہ دورہ مغرب صفحہ 544)

1980ء: کے دورہ یورپ کے دوران حضورؒ نے عیدین کی نمازیں مسجد فضل لندن میں پڑھائیں۔ چار پریس کانفرنسز سے خطاب فرمایا۔ برطانیہ میں بمقام ہڈرز فیلڈ، مانچسٹر، بریڈ فورڈ فیلڈ، ساؤتھ ہال اور برمنگھم میں مشنز کے قیام عمل میں آئے۔ انگلستان کے ان تمام مشنز کا افتتاح حضورؒ نے بنفسِ نفیس فرمایا۔

15 نومبر 1981ء: انگلستان کے یومِ دعوتِ الی اللہ کے موقع پر 30 ہزار پمفلٹ تقسیم کیے گئے۔

27 دسمبر 1981ء: ستارہ احمدیت

اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کے آئینہ دار اپنے بابرکت دورِ خلافت کے آخری جلسہ سالانہ کے موقع پر 27 دسمبر 1982ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے جماعت کو ستارۂ احمدیت سے نوازا۔ س ستارے کے 14 کونے ہیں۔ ہر کونے پر اللہ اکبر اور درمیان میں لا الہ الا اللہ لکھا ہوا ہے۔ حضورؒ نے حضرت مسیحِ موعود کی تصنیف کشتی نوح کا درج ذیل حوالہ پڑھا:
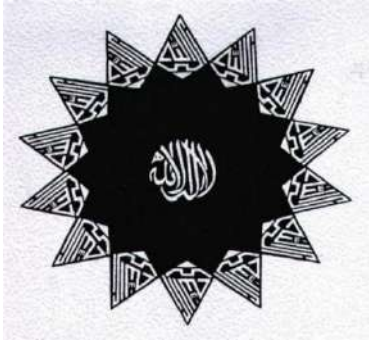
”تم اپنے وہ نمونے دکھلاؤ جو فرشتے بھی آسمان پر تمہارے صدق وصفا سے حیران ہو جائیں اور تم پر درود بھیجیں۔ تم ایک موت اختیار کرو تا تمہیں زندگی ملے اور تم نفسانی جوشوں سے اپنے اندر کو خالی کرو تا خدا اس میں اترے۔ ایک طرف سے پختہ طور پر قطع کرو اور ایک طرف سے کامل تعلق پیدا کرو۔ خدا تمہاری مدد کرے۔ اب میں ختم کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ یہ تعلیم میری تمہارے لیے مفید ہو اور تمہارے اندر ایسی تبدیلی پیدا ہو کہ زمین کے تم ستارے بن جاؤ اور زمین اس نور سے روشن ہو جو تمہارے رب سے تمہیں ملے۔ آمین ثم آمین“

(روحانی خزائن جلد 19، کشتی نوح، صفحہ 85)

پھر حضورؒ نے فرمایا:

”یہ دیکھ کر، پڑھ کر، غور کر کے اور دعا کر کے میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ آج میں آپ کو 'ستارہ احمدیت' دوں جو نشان ہو ان برگزیدہ احمدیوں کو جو پیدا ہوئے اور قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے۔“

(روزنامہ الفضل، 6 جنوری 1982ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے تابناک دور میں کئی عظیم شخصیتوں کو قرآنِ مجید کا تحفہ پیش کیا گیا۔ برطانیہ میں ملکہ الزبتھ ثانی، پوپ اعظم، برطانیہ میں غانا کے سفیر، برطانیہ میں مقیم مراکو کے سفیر، دنیا کی عظیم لائبریریوں اور ہوٹلوں میں قرآنِ کریم کے نسخے ہزاروں کی تعداد میں رکھوائے گئے۔ کیونکہ حضورؒ کے دورِ سعید کو اشاعتِ قرآن اور تعلیم القرآن سے خاص تعلق رہا۔

9 جون 1982ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی وفات کے بعد 10 جون 1982ء حضرت مصلح موعودؓ کی قائم کردہ مجلسِ انتخاب کا اجلاس اور نمازِ ظہر مسجد مبارک میں زیرِ صدارت مرزا مبارک احمد صاحب وکیلِ اعلیٰ تحریکِ جدید منعقد ہوا۔ اور حضرت مرزا طاہر احمدؒ کو خلیفۃ المسیح الرابع منتخب کیا گیا۔

10 ستمبر 1982ء: حضورؒ نے مسجد بشارت پیدرو آباد سپین کا افتتاح فرمایا اور افتتاح کے بعد بیعت لی۔ پیدرو آباد اور ربوہ کو Sister Cities قرار دینے کا اعلان فرمایا۔ اس تقریب میں 40 ممالک کے 2 ہزار سے زائد احباب نے شرکت کی

15 ستمبر 1982ء: حضورؒ ہالینڈ اور پھر لندن پہنچے۔

5 اکتوبر 1982ء: حضورؒ نے جلنگھم مشن برطانیہ کا افتتاح فرمایا۔

7 اکتوبر 1982ء: حضورؒ نے کرائیڈن مشن برطانیہ کا افتتاح فرمایا۔

30 اپریل 1984ء: حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا لندن میں ورود

"داغِ ہجرت" کے الہام کا ایک نئی شان سے ظہور ہوا۔ اس کے ساتھ ہی لندن یعنی یوکے مسندِ خلافت میں تبدیل ہو گیا اور اس کے معاًبعد سے تمام بین الاقوامی ترقیاتِ جماعت اور تمام فیوض و برکاتِ خلافت کی منازل یہاں کے مبارک منبر سے ارشاد ہونے والی ہدایات و نصائح کے تابع ہو گئیں جن کے ذکر کا احاطہ کرنا کسی مضمون یا مقالے کی استطاعت میں نہیں۔

1989ء: کا سال جماعتِ احمدیہ کے قیام کو سو سال پورے ہونے پر جشنِ تشکر کے طور پر منایا گیا۔ جلسہ سالانہ کے افتتاحی خطاب میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”جماعتِ احمدیہ کی تاریخ میں یہ سال ایک غیر معمولی اہمیت کا سال ہے اور اس سال دنیا کے 120 ممالک میں جماعتِ احمدیہ صد سالہ جشن تشکر منا رہی ہے۔ اس موقع پر جماعتِ احمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی شہرت عطا فرمائی اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کا پیغام جس طرح دنیا کے کونے کونے تک پہنچا اس کا ذکر انسان کو سر تا پا حمد سے بھر دیتا ہے۔“

(خطابات طاہر جلد دوم صفحہ 157)

1989ء: لجنہ اماءاللہ برطانیہ نے اس خوشی کے موقع پر رسالہ 'النصرت' کا پہلا شمارہ صد سالہ جشنِ تشکر شائع کیا۔

خلافتِ رابعہ کی عظیم الشان تحریکات

حضورؒ کی تحریکات کچھ خصوصی دعاؤں کے لیے تھیں۔ اور کچھ تحریکات اخلاقی اور روحانی ترقیات کے لیے تھیں۔ ان تمام تحریکات میں لجنہ اماءاللہ کو خدا تعالیٰ کے فضل سے بے مثال خدمت کی توفیق حاصل ہوتی رہی۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک۔

- بیوت الحمد سکیم
- وقف بعد از ریٹائرمنٹ کی تحریک
- تحریکِ جدید دفتر اول اور دوم کو تا قیامت جاری رکھنے کی تحریک
- تحریکِ جدید دفتر چہارم کا آغاز
- تحریکِ جدید کو عالم گیر کرنے کا اعلان
- سیدنا بلال فنڈ
- تحریکِ وقفِ نو
- نصرت جہاں سکیم نو
- کفالتِ یتامیٰ
- خدمتِ خلق کی عالمی تحریک کا اعلان
- مسجد بیت الفتوح کے لیے 5 ملین پاؤنڈز کی تحریک
- سرخ کتاب رکھنے کی تحریک
- تعمیر مساجد کا منصوبہ۔
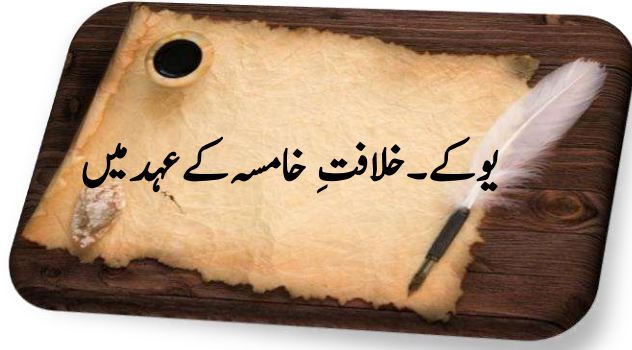
سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز 22/ اپریل 2003ء کو مسند خلافت پر متمکن ہوئے تھے۔ اس عرصہ میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی جماعت کی علمی و عملی ترقی کے لیے بہت سی بابرکت سکیموں کا اعلان فرمایا ہے جن میں سے ہر ایک میں لجنہ اماء اللہ بھی اسی طرح مخاطب ہیں جس طرح مَردوں کی تنظیمیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی بابرکت تحریکات

یوں تو حضور انور کا ہر خطبہ جمعہ، ہر تقریر، ہر تحریر، ہر پیغام اور ہر ہدایت ہی ایک تحریک کا رنگ رکھتی ہے لیکن وہ امور جن پر حضور انور نے خصوصیت سے زور دیا، ان کو تحریکات کی صورت میں مختصراً پیش کیا جا رہا ہے۔

- خلافت سے زندہ تعلق رکھنے اور ایم ٹی اے سے استفادہ کی تحریک
- قیام نماز کی تحریک
- دونوافل اور نفلی روزہ کی تحریک
- مساجد کی تعمیر کے لیے تحریک
- مالی قربانی کی تحریکات
- زکوٰۃ کی ادائیگی کی تحریک
- تعلیم القرآن کے متعلق تحریکات
- وقف عارضی میں شمولیت کی تحریک
- دعوت الیٰ اللہ کی تحریکات
- نومبائعین سے رابطوں کی تحریک
- وقف نو اور جامعہ کے لیے تحریکات
- نظام وصیت میں شمولیت کی تحریک
- عملی اصلاح کی تحریک

خدمت خلق کی تحریکات

- تمام احمدی ڈاکٹروں، اساتذہ اور وکیلوں اور تمام پیشہ وروں اور ہنر مندوں کو خدمت خلق کی تحریک۔
- ڈاکٹروں کو افریقہ میں وقف کی تحریک۔
- طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ کے لیے ڈاکٹروں کو تحریک۔
- مریضوں کی عیادت اور ان کی امداد کی تحریک۔
- احمدی انجینئرز اور آرکیٹیکٹس کو خدمت کی تحریک۔
- سونامی کے متاثرین کے لیے تحریک۔
- یتامیٰ کی خدمت کی تحریک۔
- غریب بچیوں کی شادی کے لیے مریم شادی فنڈ میں حصہ لینے کی تحریک۔
- بیوت الحمد سکیم میں شرکت کی تحریک۔
- 2020ء میں کورونا وبا کے ایام میں خصوصیت سے خدمت انسانیت کی تحریک۔
- رپورٹس کے مطابق Humanity First ساری دنیا میں خدمت میں مشغول ہے صرف پاکستان میں کورونا وبا کے دوران اپریل 2020ء تک بلا تمیز مذہب وملت 7 کروڑ روپیہ خرچ کیا جا چکا ہے۔

- تحریک جدید کے متعلق تحریکات
- وقف جدید کے متعلق تحریکات
- اعلیٰ تعلیم کے حصول کی تحریکات
- AMRA کا قیام
- نوجوانوں کو ہر شعبہ زندگی میں جانے کی تحریک
- عہدیداران کو نمونہ بننے کی تحریک
- بچوں کو نماز پڑھنے اور سلام کی عادت کی تحریک
- صفائی اور شجرکاری کے متعلق تحریکات
- بدرسوم اور لغویات ترک کرنے کی تحریک

- انٹرنیٹ کے مضر پہلوؤں سے بچنے کی تحریک
- سیکیورٹی کا خیال رکھنے کی تحریک
- نور فاؤنڈیشن اور طاہر فاؤنڈیشن کا قیام
- امن عالم کی تحریکات
- دعاؤں کی تحریکات

دعا ہماری تمام تدابیر کا شہتیر ہے اس لیے حضور انور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز مسلسل دعاؤں کی تحریک کرتے رہتے ہیں۔ حضور انور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے خلافت جوبلی کے لیے 27/ مئی 2005ء کو دعاؤں کے ایک عظیم منصوبے کا اعلان فرمایا۔ 30/ مئی 2014ء کے خطبہ جمعہ میں حضور انور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ خلافت جوبلی کی دعاؤں کو مستقل طور پر جاری رکھا جائے۔ حضور انور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو خلافت سے پہلے ہی بتا دیا گیا تھا کہ اگر پاکستان کے تمام احمدی خدا کے حضور جھک جائیں تو پاکستان کے حالات بدلنا چند راتوں کا قصہ ہے۔ اس کے علاوہ حضور انور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز درج ذیل امور کے بارے میں متعدد بار دعا کی تحریک فرما چکے ہیں۔

- تمام احمدیوں کی حفاظت اور دشمن کے شر سے بچنے کے لیے۔
- شہداء اسیران اور ان کے خاندانوں کے لیے۔
- دشمن پر خدا تعالیٰ گرفت کرے اور بد اعمال سے روک دے۔
- عالم اسلام کے لیے عموماً اور شام، عراق وغیرہ کے لیے خصوصاً۔
- 2020ء میں دنیا میں کورونا وائرس کی عالمگیر وبا پھیلی تو حضور نے اس سے بچنے کے لیے احتیاطی تدابیر کے علاوہ دعاؤں کی تحریک بھی فرمائی۔
- کورونا کے مرض میں مبتلاء احمدی مریضوں کی شفایابی کے لیے دعائیہ تحریک۔
(خطبہ جمعہ 17/ اپریل 2020ء)

- سوشل میڈیا کے ذریعے تحریکات کا پھیلاؤ

- اللہ تعالیٰ نے جہاں حضور کو یہ تحریکات کرنے کی توفیق عطا فرمائی وہاں وہ تمام وسائل بھی مہیا کیے جو اس مقصد کے لیے ضروری تھے یہ ایک ایمان افروز داستان ہے۔ ایم ٹی اے کے علاوہ اس میں سوشل میڈیا کا ذکر بہت ضروری ہے جس کے ذریعہ اسلام کا پیغام بڑی تیزی اور وسعت کے ساتھ پھیل رہا ہے۔
- امام مہدی کے متعلق یہ پیش گوئی بھی تھی کہ ان کے لیے دنیا ایک ہتھیلی کی مانند ہو جائے گی اور کسی شخص کے ہاتھ پر بال بھی رکھا ہو گا تو امام اسے دیکھ لے گا۔ (بحار الانوار جلد 12 صفحہ 330)

- اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ امام مہدی کے زمانہ میں سائنسی ترقی اپنے عروج پر ہو گی اور تمام دنیا کے حالات سے آگاہ رہنا ممکن ہو گا اور امام مہدی بھی اس سے فائدہ اٹھا کر تمام عالم کی رہ نمائی کرے گا۔ یہ عجیب پیش گوئی بھی خلافت خامسہ میں پوری ہو رہی ہے جدید مواصلاتی نظام کے ذریعہ ساری دنیا گویا سمٹ کر ایک ہتھیلی میں آگئی ہے اور امام بھی تمام معاملات سے ہمہ وقت باخبر ہے اور اس کی روشنی میں ہدایات جاری کرتا ہے۔

- یہ بھی حیرت انگیز بات ہے کہ سوشل میڈیا کے تمام اہم وسائل خلافت خامسہ ہی میں منظر عام پر آئے یا اگر وہ پہلے سے شروع ہو چکے تھے لیکن ان کی مقبولیت عامہ اس بابرکت دور میں ہوئی۔GOOGLE کی پیدائش گو 4 ستمبر 1998ء میں ہو چکی تھی مگر اس کی مقبولیت 2000ء کے بعد شروع ہوئی۔ اب بعض اہم WEBSITES کی تاریخ اجرا ملاحظہ ہو:

Facebook–February 4, 2004

YouTube– February 2, 2005

Wikipedia–January 15, 2001

Twitter–March 21, 2006

Gmail–April 1, 2004

Yahoo– March 2, 1995

Skype– August 29, 2003

WhatsApp– January 2009

Instagram– October 6, 2010

یہ سارے آلات جو دجال نے اپنے لیے ایجاد کیے تھے آج خلافتِ احمدیہ انہیں اسلام کی شوکت کے لیے استعمال کر رہی ہے۔ آج جبکہ کورونا وبا کے ایام میں اشاعت و ترسیل کا کام بھی مشکل ہو گیا ہے سوشل میڈیا اس خدمت کے لیے سرگرم عمل ہے۔

الغرض یہ بابرکت تحریکات جماعت کو بلند پروازی پر مائل کر رہی ہیں۔۔۔ ہر احمدی جو ان پر عمل کرتا ہے نئی زندگی پاتا ہے اور ہر جماعت جو ان پر کاربند ہوتی ہے نئی حیات سے ہم کنار ہوتی ہے۔ اگر ساری جماعت اصل روح کے ساتھ ان پر مداومت اختیار کرلے تو تاریکیاں جلد ہی چھٹ جائیں گی اور روشنی سے یہ کائنات بھر جائے گی۔ اللہ کرے کہ جلد ایسا ہو۔

(آمین)

امن کانفرنسز

تبلیغ کا ایک نہایت مؤثر ذریعہ امن کانفرنسز کی صورت میں نظر آتا ہے جن کا آغاز 2004ء میں ہوا اور ہر سال بیت الفتوح میں منعقد ہوتی ہیں۔ اس پُر وقار مجلس میں امن کی ضرورت اور اس سلسلہ میں جماعت احمدیہ کی کوششوں کے بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا نہایت بھرپور اور مؤثر خطاب ہوتا ہے۔ ملک کے عمائدین اور زیر تبلیغ افراد سینکڑوں کی تعداد میں اس تقریب میں شرکت کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں گذشتہ ایک سال میں امن عالم کو فروغ دینے اور خدمت انسانیت کے لیے نمایاں کام کرنے والے فرد یا ادارہ کو ''امن ایوارڈ'' بھی دیا جاتا ہے۔ الغرض یہ پُر شکوہ تقریب ایک نہایت مؤثر ذریعہ تبلیغ ہے۔ اس تقریب میں مہمان لانے اور انتظامات کے سلسلہ میں جماعت کے افراد بھرپور خدمت کرتے ہیں۔

لجنہ اماء اللہ یو کے

لجنہ اماء اللہ کی تنظیم خلفائے عظام کی ہدایت اور قدم قدم پر رہنمائی میں خدمت کی متعدد راہوں پر گامزن ہے۔

- **1957**ء برطانیہ میں لجنہ اماء اللہ کا 'از سرِ نو' اور 'باقاعدہ' قیام عمل میں آیا، گو کہ گذشتہ کئی دہائیوں سے احمدی خواتین لجنہ تنظیم کے اصولوں پر تو کاربند رہی تھیں لیکن اب انہیں ایک پلیٹ فارم مل گیا۔ ابتدا میں ممبرات کی تعداد 34 تھی جو اس وقت اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے 11 ہزار سے تجاوز کر چکی ہے۔ لجنہ اماء اللہ کی 138/مجالس 15/ریجنز میں قائم ہیں۔
- لجنہ کا اپنا ایک دفتر مسجد فضل کے قریب عرصہ سے قائم ہے۔

- **2019**ء فارنہم کے علاقہ میں لجنہ نے ایک وسیع عمارت حاصل کی ہے۔ جس کا نام "ایوان نصرت جہاں" حضورِ انور نے عطا فرمایا ہے۔
- اس کے علاوہ مسجد مبارک، اسلام آباد کے قریب لجنہ نے ایک گیسٹ ہاؤس بھی خرید لیا ہے۔
- **2020**ء لجنہ اماء اللہ کو انگلینڈ اور ویلز میں رجسٹرڈ چیریٹی Registered Charity کا درجہ حاصل ہوا۔

انتظامی لحاظ سے بھی لجنہ کے شعبہ جات میں بہت وسعت آچکی ہے۔ امام مسجد فضل لندن، محترم مولانا عطاء المجیب راشد صاحب نے لجنہ کی مساعی کو اپنے الفاظ میں یوں قلمبند فرمایا ہے:

- "مریم شادی فنڈ میں ممبرات لجنہ نے بچیوں کی شادیوں کے موقع پر نئے خوبصورت کپڑوں کے علاوہ 2/لاکھ پاؤنڈ بھی دیے۔
- مساجد کی تعمیر کے موقع پر احمدیہ خواتین نے اپنی قدیم روایات کے مطابق زیورات پیش کرتی ہیں۔
- خدمت کے جذبہ سے سرشار سیرالیون میں 'عائشہ میٹرنٹی ہسپتال' کی تعمیر کا کام جاری ہے جو کلیتاً لجنہ اماء اللہ کے چندہ سے فنڈ ہو رہا ہے۔

- خواتین اور بچیوں کی تعلیم و تربیت کے لیے سارا سال تربیتی اجلاس اور ورکشاپس منعقد ہوتے ہیں جن میں جدید ترین اور رجعت پسندانہ عملی موضوعات شامل کیے جاتے ہیں اور لجنہ ان سے بھرپور استفادہ کرتی ہیں۔
- خواتین کے لیے النصرت اور ناصرات کے لیے عائشہ نام سے رسالے جاری ہیں۔
- پریس اور میڈیا میں اسلام کے خلاف اٹھائے جانے والے اعتراضات کے جوابات احمدی خواتین اور بچیاں زور دار طریقہ سے پیش کرتی ہیں۔"
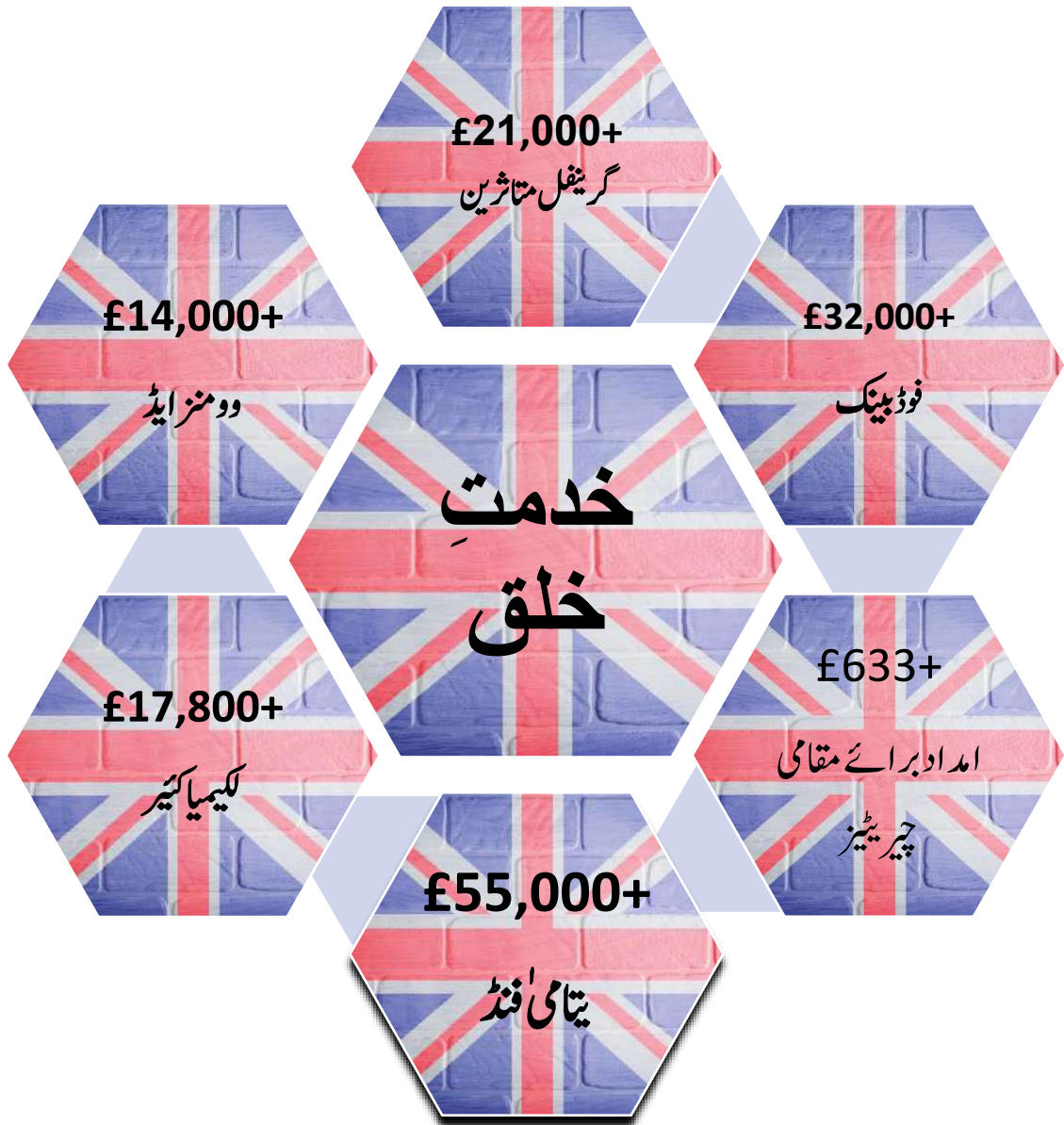
فہرست حوالہ جات

اس مضمون کی تیاری میں مندرجہ ذیل ذرائع سے معلومات اکٹھی کی گئی ہیں:

- تحفۂ قیصریہ تصنیفِ لطیف حضرت مسیح موعود علیہ السلام، روحانی خزائن جلد 12
- دینی معلومات، شائع کردہ مجلس خدام الاحمدیہ۔۔
- 2 صد سالہ تاریخ احمدیت، بطرز سوال و جواب: شعبہ اشاعت لجنہ اماء اللہ۔۔
- تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد اول
- سیرت حضرت مولانا عبدالرحیم درؔد صاحب
- النصرت صد سالہ جشن تشکر۔ لجنہ اماء اللہ برطانیہ
- النصرت خصوصی اشاعت ڈائمنڈ جوبلی ملکۂ برطانیہ۔ لجنہ اماء اللہ برطانیہ
- النصرت سپیشل ایڈیشن۔ حضرت سیدہ آصفہ بیگم صاحبہ
- ماہنامہ اخبار احمدیہ برطانیہ۔ شمارہ نمبر 3 اپریل مئی 2012ء
- مریم رسالہ واقفات نو شمارہ نمبر ا،2، 3
- مجلّہ۔ صد سالہ جشن تشکر۔ لجنہ اماء اللہ مرکزیہ
- سیّدنا طاہرؒ سوونیئر۔ جماعت احمدیہ برطانیہ، 2004ء
- ماہنامہ مصباح سیّدنا ناصرؒ نمبر:۔ جون جولائی 2008ء
- تواریخ مسجد فضل لندن، مصنف حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل اشاعت لجنہ اماء اللہ۔۔
- ہفت روزہ بدر۔ خلافت جوبلی نمبر
- الفضل انٹرنیشنل ہفت روزہ۔ 25 جنوری 2013ء
- خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی۔۔ 1908ء سے 2003ء تک
- الفضل انٹرنیشنل۔ 27 مئی 2020ء

خلفائے احمدیت کی لجنہ اماء اللہ کو وقت کے تقاضوں کے مدّنظر نصائح

(امۃ السلام، اسلام آباد)

اسلامی معاشرے میں عورت کا مقام

جیسی اہمیت اسلامی معاشرے میں مرد کی ہے ویسی ہی اہمیت اسلام نے عورت کی بھی قائم فرمائی ہے، بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ یہ اسلام ہی ہے جس نے سب سے پہلے عورت کے حقوق قائم فرمائے اور بتایا کہ شریعت انہیں بھی اسی طرح مخاطب کرتی ہے جیسے مردوں کو۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

”خدا تعالیٰ نے انسان کو دو قسموں میں پیدا کیا ہے ایک مرد دوسرے عورتیں، تمام دنیا کے انسان انہی دو قسموں میں منقسم ہیں اس لئے جس قدر شریعتیں خدا تعالیٰ کی طرف سے آئی ہیں ان کے مخاطب صرف مرد ہی نہیں ہوتے بلکہ عورتیں بھی ہیں لیکن جب دنیا میں جہالت اور گمراہی پھیل جاتی ہے تو بہت سے لوگ شریعت کے جوئے کو اپنی گردن سے اتارنا چاہتے ہیں اور جس طرح وحشی بیل اور منہ زور گھوڑے جوئے کے نیچے سے گردن نکال کر بھاگنا چاہتے ہیں۔ اسی طرح جب جہالت بڑھتی ہے اور انسان قسم قسم کے بہانوں سے اپنے آپ کو شریعت کے احکام سے آزاد کرانا چاہتے ہیں۔ اس زمانہ میں جب کہ اسلام کے لئے مصیبت کا زمانہ ہے مسلمانوں نے قرآن شریف کو بھلا دیا ہے اور اس بات کو بھول گئے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں کیا حکم دیا تھا اور جہاں عام طور پر مردوں نے شریعت سے اپنے آپ کو آزاد کرانا شروع کر دیا ہے وہاں تمام کی تمام عورتوں نے سوائے شاذ و نادر کے شریعت کی پابندی کو اتار دیا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے شریعت کو سمجھا ہی نہیں اس لئے ٹھوکر کھا کر کہیں کی کہیں چلی گئی ہیں حالانکہ خدا تعالیٰ کا کلام جس طرح مردوں کے لئے آیا تھا اسی طرح عورتوں کے لئے تھا۔“

(لاہور 8 جولائی 1915 مستورات سے خطاب از اوڑھنی والیوں کے لئے پھول جلد 1 صفحہ 3)

آدھا دین

اسلامی شریعت جس کی بہت سی باتیں جیسے مردوں کو مخاطب کرتی ہیں ویسی ہی بہت سی باتوں کی عورتیں مخاطب ہیں جبکہ بہت احکام ایسے ہیں جن کے مرد و زن سب مخاطب ہیں، علاوہ ازیں یہ اسلامی احکام جس طرح مردوں سے ہم تک پہنچے اسی طرح لاتعداد احکام صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے ذریعہ سے پہنچے اور اسلام میں بہت سی ایسی عورتیں گزری ہیں جنہوں نے اسلام کی غیر معمولی خدمت کی توفیق پائی، اور ہم سب ان کے زیر احسان ہیں۔ اس بناء پر ہم احمدی عورتوں کا کیا مقام ہے اور ہماری کیا ذمہ داری ہے؟

اس بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ مستورات سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"آنحضرت ﷺ کے زمانہ پر نظر کرنے سے پتہ لگتا ہے کہ جس طرح مردوں سے ہم تک دین پہنچا ہے اسی طرح عورتوں سے بھی پہنچا ہے۔ اگر ہم صدیوں سے یہ پڑھتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے یا حضرت عمرؓ نے یا حضرت عثمانؓ نے یا حضرت علیؓ نے اور ابو ہریرہؓ وغیر ھم نے رسول کریم ﷺ سے فلاں بات سن کر بیان کی ہے تو ساتھ ہی یہ بھی پڑھتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ سے حضرت حفصہؓ سے حضرت امّ سلمہؓ سے سنا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فلاں بات یوں فرمائی۔ تو روایات کا سلسلہ جس طرح مردوں سے چلتا ہے اسی طرح عورتوں سے بھی چلتا ہے۔ اور اگر آدھا دین مردوں سے ہم تک پہنچا ہے تو آدھا دین عورتوں نے پہنچایا ہے۔ آج وہ لوگ جو بڑے بڑے عالم مشہور ہیں اگر مرد صحابہؓ کے شاگرد ہیں تو عورتوں کے بھی ہیں اور علم شریعت کا وہ حصہ جو مردوں سے تعلق رکھتا ہے انہوں نے مردوں سے سیکھا ہے تو وہ حصہ جو عورتوں کے متعلق ہے عورتوں سے پڑھا ہے۔ اگر مرد اور عورت دونوں اس معاملہ میں کوشاں نہ ہوتے تو دین نا مکمل رہ جاتا۔ اسلام کے ابتدائی ایام کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے جس طرح مردوں نے اسلام پھیلایا ہے اسی طرح عورتوں نے بھی اس کام میں حصہ لیا ہے اور جس طرح مردوں نے اسلام سیکھا ہے اسی طرح عورتوں نے بھی سیکھا ہے۔ پھر مسلمانوں میں بڑی مشہور اور عالم عورتیں گزریں ہیں۔ ایک عورت رابعہؒ بصری نام گزری ہیں جب بھی وہ کوئی کلام کرتیں، قرآن شریف کی آیت سے ہی کرتیں اور اگر جواب دیتیں تو بھی قرآن شریف سے ہی دیتیں۔ انہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام، کشف اور رؤیا ہوتے تھے اسی طرح کی اور بہت سی عورتیں ہیں جنہوں نے خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کیا، خدا سے باتیں کیں اس زمانہ میں کسی عورت سے ان باتوں کے متعلق پوچھو تو وہ یہی جواب دے گی کہ میں جاہل ہوں ان باتوں کے متعلق کیا جانوں گویا جاہل اور عورت ہونا انہوں نے ایک ہی سمجھا ہوا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں اگر کوئی میرا دین سیکھنا چاہتا ہے تو آدھا عائشہؓ سے سیکھے۔ اس زمانہ کی عورتیں کوئی نئی قسم کی نہ تھیں ایسی ہی تھیں جیسا کہ اب ہیں۔ آج بھی عورتیں ویسی ہی بن سکتی ہیں اور انہی جیسے کام کر سکتی ہیں لیکن نقص یہ ہے کہ کچھ کرتی نہیں۔ اگر کرنے کے لئے تیار ہو جائیں تو خدا تعالیٰ ان کی مدد کر کے ان کے لئے راستہ کھول دے گا۔ قرآن شریف میں خدا تعالیٰ نے بار بار فرمایا ہے کہ جو کوئی تقویٰ کرے اللہ تعالیٰ آپ اس کے لئے راستہ کھول دیتا ہے۔ جب عورتیں ایسا کریں گی تو کیوں ان کی ترقی کا راستہ نہ کھل جائے گا اور کیوں اپنے لئے اور نیز دنیا کیلئے مفید اور بابرکت ثابت نہ ہونے لگیں گی۔

احمدی عورتوں کو نصیحت: ہماری جماعت کی عورتوں کو یہ خیال دل سے نکال دینا چاہئے کہ ہم کیا کر سکتی ہیں کہ کچھ کوشش کریں؟ کیونکہ عورتیں اسی طرح خدا تعالیٰ سے کلام کر سکتی ہیں جس طرح مرد کر سکتے ہیں، عورتیں اسی طرح دنیا کی راہنمائی کر سکتی ہیں جس طرح مرد کرتے ہیں اور عورتیں اسی طرح دنیا کی بدیاں دور کر سکتی ہیں جس طرح مرد کرتے ہیں، عورتوں میں اور مردوں میں دین کے معاملہ میں کوئی فرق نہیں۔ پس تم یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ خدا تعالیٰ نے مرد اور عورت میں ایک جیسی قوتیں رکھی ہیں اگر مرد کمال حاصل کر کے خدا تعالیٰ تک پہنچ سکتے ہیں تو عورتیں بھی پہنچ سکتی ہیں، مرد تبلیغ کر سکتے ہیں تو عورتیں بھی کر سکتی ہیں، مرد دنیا کی راہنمائی اور ہدایت کا موجب ہو سکتے ہیں تو عورتیں بھی ہو سکتی ہیں۔ ہاں فرق ہے تو صرف اتنا کہ مرد اپنے حلقہ کے اندر تبلیغ کر سکتے ہیں اور عورتیں اپنے حلقہ کے اندر۔ باقی اس قسم کا کوئی فرق نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ نے روحانی سلسلہ کو صرف مردوں کے لئے کھول رکھا ہو اور عورتیں اس سے محروم ہوں۔"

(لاہور 8 جولائی 1915 اوڑھنی والیوں کے لئے پھول جلد اصفحہ نمبر 4-5)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"خالدؓ بن ولید کو ایک دفعہ رومیوں کیساتھ ایک معرکہ درپیش تھا جس میں رومیوں کی تعداد بہت زیاد تھی اتنی کثیر تعداد تھی کہ خطرہ تھا کہ مسلمانوں کے پاؤں نہ اکھڑ جائیں۔ وہاں مسلمانوں نے ایک نقاب پوش زرہ بکتر میں بند سوار کو اس حالت میں دیکھا کہ وہ پلٹ پلٹ کر دشمن کی فوج پر حملے کر رہا ہے اور جدھر جاتا ہے کشتوں کے پشتے لگا دیتا ہے صفیں چیر دیتا ہے اور پھر دوسری طرف سے صفیں چیرتا ہوا واپس نکل آتا ہے۔ چنانچہ مسلمان لشکر نے آپس میں باتیں شروع کیں کہ یہ تو ہمارے سردار خالدؓ بن ولید کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا۔ سیف اللہ کے سوا، اللہ کی تلوار کے سوا کس کی شان ہے کہ اس شان کے حملے کرے۔ اتنے میں انہوں نے دیکھا کہ خالد بن ولید خیمے سے باہر آرہے ہیں بڑا تعجب ہوا۔ انہوں نے کہا اے سپہ سالار! یہ کون ہے اگر آپ نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا مجھے بھی پتہ نہیں ۔ میں تو پہلی دفعہ اس قسم کا جوان دیکھ رہا ہوں۔ چنانچہ اس حالت میں آخر وہ جوان واپس لوٹا جس کو وہ سب جوان سمجھ رہے تھے کہ خون سے لت پت تھا اور اس کا گھوڑا بھی دم توڑنے کو تیار تھا پسینے میں شرابور، وہ اترا تو خالد بن ولید آگے بڑھے۔ انہوں نے کہا اے اسلام کے مجاہد! بتا تو کون ہے؟ ہماری نظریں ترس رہی ہیں تجھے دیکھنے کے لئے اپنے چہرہ سے پردہ اتار۔ اس نے سنی ان سنی کر دی۔ نہ زرہ اتاری نہ پردہ اتارا۔ خالد بن ولید حیران ہو گئے کہ اتنا بڑا مجاہد اور اطاعت کا یہ حال ہے۔ انہوں نے پھر تعجب سے کہا کہ اے جوان ! ہم تو ترس رہے ہیں تجھے دیکھنے کے لئے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرنے کے لئے چہرے سے پردہ اتار۔ اس نے کہا اے آقا! میں نافرمان نہیں ہوں لیکن مجھے اللہ کا حکم یہ ہے کہ تونے پردہ نہیں اتارنا۔ میں عورت ہوں میرا نام خولہ ہے اور انہوں نے پردہ نہیں اتارا۔

بعض عورتیں کہتی ہیں کہ جی گرمی بہت ہے۔ مردوں کو کیا فرق پڑتا ہے وہ جس طرح مرضی نکل جائیں ہم برقعے میں کس طرح رہیں گرمی ہے۔ حالانکہ یہ بات نہیں ہے مجھے اپنا تجربہ ہے کہ خصوصاً دیہاتی علاقوں میں جب جانا پڑتا ہے باہر تو چھوٹی دیواروں والی مسجدیں، چھت قریب ہوتی ہے گرمیوں کا زمانہ بجلی کوئی نہیں ہوتی ، اچکن کے بٹن اوپر تک بند کرنے پڑتے ہیں یوں لگتا ہے کہ آدمی Steam ہو رہا ہے۔ یعنی بھاپ کے اندر پکایا جارہا ہے۔ مجبوریاں ہیں عادت نہیں ہے پھر بھی کرنا پڑتا ہے۔ تو یہ بات تو نہیں ہے کہ مردوں کو کبھی ایسی تکلیفوں کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ مگر ایک پرانے زمانہ کی، ابتدائے اسلام کی ایک عورت کا بھی میں آپ کو واقعہ سناتا ہوں۔ آپ کو تو برقعے میں گرمی لگتی ہے۔ حضرت سمیہؓ کا یہ حال تھا کہ جب وہ آنحضرت ﷺ پر ایمان لائیں تو اس جرم کی سزا میں اوران کو ارتداد پر مجبور کرنے کے لئے پورا زرہ بکتر پہنا کر دھوپ میں تپتی ہوئی ریت پر کھڑا کر دیا جاتا تھا یہاں تو درجہ حرارت 120 تک پہنچتا ہے عرب میں صحرا میں 140 تک بھی پہنچ جاتا ہے اور ان کے حواس مختل ہو جایا کرتے تھے۔ اس وقت ان سے پوچھا جاتا تھا۔ تو روایتوں میں آتا ہے کہ ان کو بات سمجھ نہیں آتی تھی اس قدر شدت گرمی اور تکلیف سے وہ پاگل ہوئی ہوتی تھیں۔ پھر ان کو ایذاء دینے والے اوپر کی طرف انگلی اٹھاتے تھے اور تب وہ سمجھتی تھیں کہ کہتے ہیں کہ خدائے واحد کا انکار کر دو۔ تو بات کرنے کی تو طاقت نہیں تھی سر ہلا دیا کرتی تھیں کہ یہ انکار نہیں ہو گا۔ ایسی بھی پردہ پوش مستورات اسلام میں گزری ہیں۔

پھر حضرت 'اُمِّ شعیبؓ' کا واقعہ آتا ہے ان کے ساتھ بھی دشمن یہی سلوک کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت محمد ﷺ کا گزر ہوا جب انہیں تکلیف دی جارہی تھی اور حالت تھی کہ اس عورت کا بیٹا بھی یہ نظارہ کر رہا تھا اور اس کا خاوند بھی نظارہ کر رہا تھا اور کچھ پیش نہیں جاتی تھی۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا! اے عمار صبر کرو، اے ام عمار صبر کرو اور اے ام عمار کے خاوند تم بھی صبر کرو کیونکہ خدا صبر کرنے والوں کے اجر کو کبھی ضائع نہیں کرتا۔

تو یہ تو کچھ بھی نہیں ہے ابھی تو اسلام کے لئے بڑی بڑی قربانیاں آپ نے دینی ہیں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ اسلام کی رفتار اسلام کے قافلے کی رفتار یعنی جو احمدیت کا قافلہ ہے تیز سے تیز تر ہونے والا ہے اور تمام دنیا میں کاموں کے بے شمار بوجھ آپ پر آنے والے ہیں ان چھوٹی چھوٹی باتوں سے گھبرانے کے بعد آپ کو توفیق کیسے ہوگی کہ عظیم خدمت کے کام کر سکیں۔

پس دعا کریں اور استغفار سے کام لیں اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ اسلام کی خاطر ہم ہر قربانی کے لئے پیش پیش ہوں یہ میدان بظاہر ہم ہار گئے ہیں اُس میدان کو ہم نے لازماً فتح کرنا ہے۔"

(اوڑھنی والیوں کے لئے پھول جلد دوم صفحہ 15 تا 18)

جماعت کا مستقبل ہمارے بچے ہم عورتوں کے ہاتھ میں ہیں

جب تک ہم عورتیں اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے قرب کے قابل نہیں بنائیں گی اگلی نسلوں کی تربیت کرنے میں ناکام رہیں گی۔ اور اگلی نسلیں صرف ہماری اولاد نہیں ہیں بلکہ یہ جماعت احمدیہ کا مستقبل ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھ میں دیا ہے۔ یہ ایک امانت ہے جسے ہم نے سنوار کر اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کرنا ہے تا کہ جماعت کے روشن مستقبل کے وعدے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفائے عظام سے کیے ہیں وہ ہمارے لئے بھی پورے ہوں اور ہم اور ہماری نسلیں بھی اس فیض سے حصہ پائیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اس درجہ بچوں کے واسطے دردِ دل رکھتے تھے کہ ایک یتیم بچی کے ساتھ ناروا سلوک ہونے پر ذمہ داران کو تنبیہ فرمائی کہ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ اس کا باپ نہیں ہے اس لیے تم جو چاہو اس سے سلوک کر سکتے ہو تو اچھی طرح سن لو کہ میں اس کا باپ ہوں۔ اور ایک کمزور بچے کو دیکھ کر اس کے والد کو فرمایا کہ "اس کی صحت کا خاص خیال رکھا جائے کیونکہ یہ صرف آپ کا بچہ نہیں جماعت کا ہر بچہ میرا بچہ ہے اور میں اپنی آئندہ نسل کو جسمانی لحاظ سے بھی کمزور نہیں دیکھ سکتا۔

اگلی نسلوں کی تربیت کے لئے جو تڑپ ہمارے دلوں میں پیدا ہونی چاہئے اس کے بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے 31 اگست 1991ء کو لجنہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"وہ مائیں جو یہ شکایت کرتی ہیں کہ ہماری اولاد بڑی ہوگئی، جرمن ماحول میں یہ ہو گیا ان کے ساتھ، امریکن ماحول میں یہ ہو گیا، ہماری پیش نہیں جاتی، ان کی آنکھیں بدل گئیں۔ وہ یہ سوچتی نہیں کہ آغاز انہی کی طرف سے ہوا ہے۔ ابتدا ہی سے جب یہ آنکھیں بدلنے لگی تھیں اس ماں کے دل میں وہ درد نہیں پیدا ہوا جو بچے پر گہرا اثر پیدا کر سکتا تھا۔ اگر وہ پیدا ہو جاتا اس وقت تو کبھی بچہ وہ منزلیں طے نہ کرتا۔ جن منزلوں کو طے کرنے کے بعد پھر ماں کی آواز بھی اس کو سنائی نہیں دیتی، وہ ماں کے درد کو دیکھ بھی نہیں سکتا۔ ایسی ہی کیفیت ہے جس کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے 'صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْىٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ' اب تو یہ لوگ بہرے ہو گئے، اندھے ہو گئے۔ گونگے ہو گئے، اب تو نہیں لوٹیں گے۔ اب تو نکل گئے ہاتھ سے۔ اُس وقت کیوں روتے ہو جب ابھی کانوں میں قوت شنوائی موجود تھی۔ جب آنکھوں میں بصارت تھی بصیرت تھی اس وقت ان کو دکھانا چاہئے تھا۔ اس وقت اپنا غم ان کو دکھاتے اس وقت اپنے دل کی روئیداد ان کو سناتے تو ضرور اثر پڑتا لیکن اب جبکہ وہ ان نوروں سے بے بہرہ ہو چکے ہیں اب تمہاری آواز ان کو سنائی نہیں دے گی۔ یہ وہ مضمون ہے جو قرآن کریم نے بیان فرمایا جس کو آنحضرت ﷺ نے مختلف رنگ میں ہم پر روشن فرمایا جس کو ہم بار بار بھول جاتے ہیں اور بار بار اس کے دکھ اٹھاتے ہیں اس لئے وہ مائیں جو سچے دل سے اپنی اولاد کی بھلائی چاہتی ہیں ان کے لئے لازم ہے کہ ان کی غلطی پر انہیں ڈانٹیں ڈپٹیں نہیں، نہ مارنا شروع کریں اپنا غصہ ان معصوموں پر نہ نکالیں اپنے درد کو ان پر برسائیں۔ اپنے درد کو سجدوں میں برسائیں۔

وہ دل کا درد ہے جو عظیم انقلاب پیدا کر دیا کرتا ہے۔ اس کی طاقت کے سامنے کوئی دنیا کی دوسری طاقت نہیں ٹھہر سکتی۔ اس لئے آنحضرت ﷺ کو رحمۃ اللعالمین قرار دیا گیا اور کسی نبی کو کیوں نہ یہ لقب عطا فرمایا اس لئے کہ تمام جہانوں کے لئے سب سے زیادہ درد حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے دل میں تھا تبھی آپ رحمت بن سکتے تھے۔ اگر درد نہ ہوتا اور خشک نصیحت ہوتی تو ساری دنیا کے لئے ایک زحمت بن جاتے۔ ملاں اور خشک ناصح کی تو باتوں سے ہی انسان گھبراتا ہے نفرت کرتا ہے کہتا ہے جاؤ دفع ہو جاؤ یہاں سے اپنی نصیحتیں لے جاؤ ہم پر کوئی اثر نہیں کرتیں لیکن صاحب دل کی نصیحت کا اور اثر ہوا کرتا ہے تو وہ ماں ہو جاتا ہے بلکہ بعض دفعہ ماں سے بھی بڑھ کر ہو جاتا ہے جیسے حضرت محمد ﷺ رسول اللہ تھے تو اپنے اندر وہ صفات پیدا کریں جو آپ کی تنظیمی تربیت کی ضرورتوں کو بھی پورا کریں گی اور گھریلو تربیت کی ضرورتوں کو بھی پورا کریں گی۔ اللہ تعالیٰ اس کی توفیق عطا فرمائے۔"

(اوڑھنی والیوں کے لئے پھول جلد دوم صفحہ 243 تا 244)

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے کہ ہم اپنے امام وقت اور خلیفہ کی آواز پر لبیک کہنے والی بنیں۔

بچوں کی تربیت کے ذرائع میں سے ایک اہم ذریعہ **ذاتی نمونہ** ہے، جلسہ سالانہ برطانیہ 2003ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مستورات سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"حضور (حضرت مسیح موعود علیہ السلام) فرماتے ہیں: "میری اپنی تو یہ حالت ہے کہ میری کوئی نماز ایسی نہیں ہے جس میں مَیں اپنے دوستوں اور اولاد اور بیوی کے لئے دعا نہیں کرتا۔ بہت سے والدین ایسے ہیں جو اپنی اولاد کو بری عادتیں سکھا دیتے ہیں۔ ابتدا میں جب وہ بدی کرنا سیکھنے لگتے ہیں تو ان کو تنبیہہ نہیں کرتے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ دن بدن دلیر اور بے باک ہوتے جاتے ہیں۔۔۔ یاد رکھو کہ اس کا ایمان درست نہیں ہو سکتا جو اقرب تعلقات کو نہیں سمجھتا۔ جب وہ اس سے قاصر ہے تو اور نیکیوں کی امید اُس سے کیا ہو سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اولاد کی خواہش کو اس طرح پر قرآن میں بیان فرمایا ہے رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا۔ (الفرقان:75)

(اوڑھنی والیوں کے لئے پھول جلد سوئم حصہ اول صفحہ 6)

نیز حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اسی جلسے میں فرماتے ہیں:

"حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ہر بچہ فطرت اسلامی پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بناتے ہیں۔ (یعنی قریبی ماحول سے بچے کا ذہن متاثر ہوتا ہے)۔ جیسے جانور کا بچہ صحیح و سالم پیدا ہوتا ہے کیا تمہیں ان میں کوئی کان کٹا نظر آتا ہے؟" (کیونکہ بعد میں پھر جانور کے بچوں کو عیب دار بناتے ہیں)۔"

(صحیح مسلم کتاب القدر باب معنی کل مولود یولد علی الفطرۃ)

(اوڑھنی والیوں کے لئے پھول جلد سوئم حصہ اول صفحہ 11)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اس ضمن میں فرماتے ہیں:

یہ بالکل سچی بات ہے کہ انسان پاکیزہ فطرت لے کر آتا ہے۔ لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ وہ ماں باپ کے اثر کے ماتحت بعض بدیوں کے میلان کو بھی لے کر آتا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ فطرت اور میلان میں فرق ہے فطرت تو وہ مادہ ہے جسے ضمیر کہتے ہیں۔ یہ ہمیشہ پاک ہوتی ہے کبھی بد نہیں ہوتی خواہ ڈاکو یا قاتل کے ہاں بھی کوئی بچہ کیوں پیدا نہ ہو اس کی فطرت صحیح ہو گی مگر ایک کمزوری اس کے اندر رہے گی کہ اگر اس کے والدین

کے خیالات گندے تھے تو ان خیالات کا اثر اگر کسی وقت اس پر پڑے تو یہ ان کو جلد قبول کرنے کے لئے تیار ہو جائے گا۔ جیسا کہ مرضوں کا حال ہے کہ جو بیماریاں پختہ ہوتی ہیں اور جزو بدن ہو جاتی ہیں، ان کا اثر بچوں پر اس رنگ میں آ جاتا ہے کہ ان بیماریوں کے بڑھانے والے سامان اگر پیدا ہو جائیں تو وہ اس اثر کو نسبتاً جلدی قبول کر لیتے ہیں۔ یہ اثر جو ایک بچہ اپنے ماں باپ سے قبول کر لیتا ہے ان خیالات کا نتیجہ ہوتا ہے جو ماں باپ کے ذہنوں میں اس وقت جوش مار رہے ہوتے ہیں جب وہ ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ گو یہ اثر نہایت ہی خفیف ہوتا ہے اور بیرونی اثرات بھی اس کو بالکل مٹا دیتے ہیں مگر اسلام نے اس باریک اثر کو نیک بنانے کا بھی انتظام کیا ہے اور وہ یہ کہ ماں باپ کو نصیحت کی ہے کہ جس وقت وہ علیحدگی میں آپس میں ملیں تو یہ دعا کر لیا کریں 'اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطَانَ، وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَارَزَقْتَنَا' اے خدا ہمیں بدوساوس اور گندے ارادوں سے اور ان کے محرک لوگوں سے محفوظ رکھ اور جو ہماری اولاد ہو اس کو بھی ان سے محفوظ رکھ۔"

(احمدیت یعنی حقیقی اسلام، انوار العلوم جلد 8 صفحہ 256)

اسلام کی نظر میں عورت کا اصل مقام

2003ء میں جلسہ سالانہ جرمنی میں مستورات سے خطاب کے دوران حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

"عورت کے مقام کا وہ حسین تصور جو اسلام نے پیش کیا ہے جس سے ایک سلجھی ہوئی قابل احترام شخصیت کا تصور ابھرتا ہے۔ وہ جب بیوی ہے تو اپنے خاوند کے گھر کی حفاظت کرنے والی ہے جہاں خاوند جب واپس گھر آئے تو دونوں اپنے بچوں کے ساتھ ایک چھوٹی سی جنت کا لطف اٹھا رہے ہوں۔ جب ماں ہے تو ایک ایسی ہستی ہے کہ جس کی آغوش میں بچہ اپنے آپ کو محفوظ ترین سمجھ رہا ہے۔ جب بچے کی تربیت کر رہی ہے تو بچے کے ذہن میں ایک ایسی فرشتہ صفت ہستی کا تصور ابھر رہا ہے جو کبھی غلطی نہیں کر سکتی، جس کے پاؤں کے نیچے جنت ہے۔ اس لئے جو بات کہہ رہی ہے وہ یقیناً صحیح ہے، سچ ہے۔ اور پھر بچے کے ذہن میں یہی تصور ابھرتا ہے کہ میں نے اس کی تعمیل کرنی ہے۔ اسی طرح جب وہ بہو ہے تو بیٹیوں سے زیادہ ساس سسر کی خدمت گزار اور جب ساس ہے تو بیٹیوں سے زیادہ بہوؤں سے محبت کرنے والی ہے۔ اس طرح مختلف رشتوں کو گنتے چلے جائیں اور ایک حسین تصور پیدا کرتے چلے جائیں جو اسلام کی تعلیم کے بعد عورت اختیار کرتی ہے۔ تو پھر ایسی عورتوں کی باتیں اثر بھی کرتی ہیں اور ماحول میں ان کی چمک بھی نظر آ رہی ہوتی ہے۔"

(اوڑھنی والیوں کے لئے پھول جلد سوئم حصہ اول صفحہ 32)

بارش کا پہلا قطرہ، ہر قطرہ اپنی جگہ پر بہت اہم

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ، 27 دسمبر 1982ء کو مستورات سے خطاب میں فرماتے ہیں کہ:

"حضرت مصلح موعودؓ بیان کرتے ہیں کہ پاکستان بننے کے بعد جب شروع میں کشمیر میں جہاد ہو رہا تھا تو پاکستانی فوج کو مجاہدین کی شدید ضرورت تھی۔ حضرت مصلح موعودؓ نے دیہات میں پیغام بھجوانے شروع کئے جماعت میں کہ جو بھی فوج میں بھرتی ہو سکتا ہے آج ایک خاص ضرورت ہے قوم اور ملک کو اس لئے آپ لوگ بھرتی ہوں۔ ایک جگہ آپ کے کارندے گئے اور وہاں اعلان کیا، بڑا احمدی گاؤں تھا کوئی کھڑا نہیں ہوا پھر اس نے کہا پھر کوئی کھڑا نہیں ہوا۔ ایک بیوہ عورت تھی بڑی عمر کی اس کا ایک ہی بچہ تھا وہ اپنے گھر سے جھانک

رہی تھی یہ نظارہ۔ اس قدر اس کو جوش آیا اس نے اپنے بیٹے کو نام لے کر کہا کہ او! میرے بیٹے تو کیوں جواب نہیں دیتا۔ تیرے کان میں کیا خلیفہ وقت کی آواز نہیں پڑ رہی۔ چنانچہ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے کہا میں حاضر ہوں اور ایک قطرہ جس طرح بارش کا آتا ہے اور اس کے پیچھے موسلا دھار بارش برستی ہے سارے جتنے جوان تھے، اٹھ کھڑے ہوئے کہ ہم بھی آتے ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ اس واقعہ کو لکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب یہ اطلاع مجھ تک پہنچی تو میں نے اپنے خدا کے حضور ایک دعا کی۔ میں نے کہا اے میرے اللہ! میری آواز پر اس بیوہ نے اپنا ایک ہی بیٹا پیش کر دیا ہے جو شادی کی عمر سے گزر چکی ہے پھر اولاد کی کوئی توقع نہیں ہے۔ میں تیری عظمت اور جلال کی دہائی دیتا ہوں کہ اگر تو نے قربانی لینی ہے تو میرے بیٹے ذبح ہو جائیں اور اس عورت کا بیٹا بچایا جائے۔ یہ ہیں وہ احمدی خواتین اور مستورات جو عہد بیعت کو نبھانے والی ہیں۔

پس اگر کچھ بیٹیاں ان شدتوں کی وجہ سے اور ان سختیوں کی وجہ سے روٹھ کر پیٹھ دکھا کر باہر جاتی ہیں تو غم تو مجھے ان کا ضرور ہو گا لیکن دین کی غیرت مجھے بتاتی ہے کہ خدا کے دین کو ان کی ضرورت نہیں ہے۔ مسیح موعود علیہ السلام کی ایک بیٹی اگر جائے گی تو خدا سینکڑوں ایسی بیٹیاں عطا فرمائے گا جو زیادہ وفادار ہوں گی، زیادہ حیادار ہوں گی، زیادہ دین کی خاطر قربانیاں کرنے والی ہوں گی، قانتات ہوں گی ،حافظات ہوں گی اور مرتے دم تک اپنے عہد بیعت کو نبھانے والیاں ہوں گی کیونکہ دین کو تو ان کی ضرورت نہیں۔ ہاں میرے دل کے غم اپنی جگہ ہوں گے کیونکہ میں تو یہ بھی برداشت نہیں کر سکتا کہ ایک بچی بھی ضائع ہو۔ جب یہ فیصلے کرنے پڑتے ہیں کہ وقت آگیا ہے کہ فلاں کو جماعت سے نکالو تو کیا آپ کا خیال یہ ہے کہ خلیفہ وقت کو اس کی تکلیف نہیں پہنچتی؟ حضرت رسول کریم ﷺ تو فرماتے ہیں کہ تمام مومنین مل کر ایک بدن کی طرح ہیں ایک مومن کو دکھ پہنچتا ہے تو سارے مومنوں کو تکلیف پہنچتی ہے تو کیا خلیفۂ وقت کو آپ ایمان کے اس ادنیٰ معیار سے بھی کم سمجھتی ہیں؟"

(اوڑھنی والیوں کے لئے پھول جلد دوئم صفحہ 14 تا 15)

ہمارا خلافت سے تعلق

حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا:

"خلافت کے تو معنی ہی یہ ہیں کہ جس وقت خلیفہ کے منہ سے کوئی لفظ نکلے اس وقت سب سکیموں، سب تجویزوں اور سب تدبیروں کو پھینک کر رکھ دیا جائے اور سمجھ لیا جائے کہ اب وہی سکیم، وہی تجویز اور وہی تدبیر مفید ہے جس کا خلیفہ وقت کی طرف سے حکم ملا ہے۔ جب تک یہ روح جماعت میں پیدا نہ ہو اس وقت تک سب خطبات رائیگاں، تمام سکیمیں باطل اور تمام تدبیریں ناکام ہیں"

(خطبہ جمعہ 24 جنوری 1936ء مندرجہ الفضل 31 جنوری 1936ء)

پس اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کرنے کے لئے ہمیں اپنے تعلق کو خلافت کے ساتھ مضبوط بنانا ہو گا اس طرح کہ ہماری سکیم وہی ہو جو ہمارے پیارے آقا کی سکیم ہو۔ ہمارے ارادے، ہمارے کام، ہماری تدبیریں جب خلیفۂ وقت کے ماتحت ہوں گی تو ان میں وہ برکت ہو گی کہ اس کا فیض ہماری رہتی نسلیں حاصل کرنے والی ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہماری نسلوں کو خلافت احمدیہ سے حقیقی اخلاص والا تعلق عطا فرمائے اور ہمیں وفا کے اعلیٰ معیار قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

خلفائے احمدیت کی لجنہ اماء اللہ کو تاریخی نصائح

(رفیقہ صداقت، لندن)

عورت اور لجنہ اماءاللہ: یہ چار حرفی لفظ "عورت" جس کا لغوی مطلب ہے جسم کا وہ حصہ جس کا ڈھانکنا شرعی طور پر واجب ہے اور جس کو پردہ میں رکھا جائے۔ اس کی جمع 'عورتیں' ہے۔ عورت گھر کی زینت بھی ہے اور روح بھی۔ یہی عورتیں جب گروہ کی صورت میں اکٹھی ہوں تو ایک جماعت، انجمن اور مجلس بن جاتی ہے اور جب اللہ کی لونڈیاں اور کنیزیں بنتی ہیں تو لجنہ اماءاللہ (یعنی اللہ کی لونڈیوں کی انجمن) کا روپ دھار لیتی ہیں۔

خدا تعالیٰ اور اس کے رسول محمد ﷺ، حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء احمدیت کی اطاعت و فرمانبرداری میں ایسے ایسے کارنامے سرانجام دیتی ہیں کہ سننے اور دیکھنے والے حیران رہ جاتے ہیں۔ اس لئے کہ جب وہ اللہ کا دامن تھام لیتی ہیں تو وہ ایک معمولی چیز نہیں ہوتیں بلکہ اس رحمٰن و رحیم خدا کی خاص پناہ اور حفاظت میں آجاتی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے پیار کا رنگ انہیں ترقیوں کی اعلیٰ منازل کی طرف رہنمائی کرتا چلا جاتا ہے۔

ایسی ہی عورتوں کے بارہ میں اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں یوں فرماتا ہے:

فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلۡغَیۡبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰہُ ؕ

پس نیک عورتیں فرمانبردار اور غیب میں بھی ان چیزوں کی حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں جن کی حفاظت کی اللہ نے تاکید کی ہے۔

(سورۃ النساء آیت 35)

ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ نے عورت کی قدر و منزلت کا اظہار یوں فرمایا:

حبب الی من دنیاکم النسآء والطیب و جعلت قرۃ عینی فی الصلوۃ

ترجمہ: یعنی (اے لوگو) تمہاری دنیا کی چیزوں میں سے دو چیزیں مجھے بہت زیادہ محبوب ہیں ایک عورت اور دوسرے خوشبو۔ مگر میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔

(نسائی کتاب عشرۃ النساء حب النساء بحوالہ 'اچھی مائیں' صفحہ 4)

اسی طرح دورِ آخر میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے علمبردار حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نیک عورتوں کے بارہ میں مردوں کو مخاطب

کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اگر تم اپنی اصلاح چاہتے ہو تو یہ بھی لازمی امر ہے کہ گھر کی عورتوں کی اصلاح کرو"

(ملفوظات جلد7صفحہ 133)

آپ علیہ السلام نے مزید فرمایا:"خدا تعالیٰ کی کتب میں نبی کے ماتحت امت کو عورت کہا جاتا ہے جیسا کہ قرآن شریف میں ایک جگہ نیک بندوں کی تشبیہہ فرعون کی عورت سے دی گئی ہے اور دوسری جگہ عمران کی بیوی سے مشابہت دی گئی ہے۔اناجیل میں بھی مسیح کو دولھا اور امت کو دلھن قرار دیا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ امت کے واسطے نبی کی ایسی ہی اطاعت لازم ہے جیسی کہ عورت کو مرد کی اطاعت کا حکم ہے"

(ملفوظات جلد8صفحہ 8)

خلفاء کی سرپرستی:

25 دسمبر 1922ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے لجنہ اماء اللہ کی بنیاد رکھی۔احمدی مستورات کو تعلیم و تربیت کے لئے ہمیشہ خلفائے احمدیت کی سرپرستی حاصل رہی۔ کبھی بھی عمل کے میدان میں وہ تنہا نہ رہیں۔ خلفائے احمدیت کا طرز عمل خواتین کی تعلیم و تربیت کے لئے ہمیشہ پر حکمت رہا۔

تمام خلفاء کا ہمیشہ یہی طریق کار رہا کہ احمدی عورتوں کے اخلاق کی تعمیر کے لئے محض نصیحت اور زبانی نصائح پر ہی انحصار نہ کرتے بلکہ ایسے عملی پروگرام ترتیب دیتے تا کہ انہیں دینی کاموں سے ذاتی طور پر محبت پیدا ہو جائے اور وہ دینی کاموں سے اچھی طرح آشنا ہو جائیں۔

آپؓ فرماتے ہیں "کہ میں جانتا ہوں کہ اس وقت اسلام کے لئے سب سے زیادہ زبردست قلعہ عورتوں کے دماغوں میں بنایا جا سکتا ہے اور اس قلعہ کی تعمیر اسی صورت میں ممکن ہے کہ عورتوں کی تعلیم کی سکیم پورے طور پر اپنی دینی ضرورتوں کو مدنظر رکھ کر بنائی جائے۔"

(انوارالعلوم جلد13 صفہ 95)

آپؓ کو ہر وقت خواتین کی تربیت کی فکر رہتی تھی انکے بارہ میں آپکا خیال تھا کہ "عورت نہایت قیمتی ہیرا ہے لیکن اگر اس کی تربیت نہ ہو تو اس کی قیمت کچے شیشے کے برابر بھی نہیں کیونکہ شیشہ تو پھر بھی کسی نہ کسی کام آ سکتا ہے لیکن اس عورت کی کوئی قیمت نہیں جس کی تعلیم و تربیت اچھی نہ ہو اور وہ دین کے کسی کام نہ آ سکے"

(الازھار لذوات الخمار صفحہ 405)

خلفائے احمدیت جانتے تھے کہ عورت معاشرے کا بنیادی کردار ہے۔اسلئے جہاں اسے اعلیٰ تربیت کی ضرورت ہے وہاں اعلیٰ دنیوی تعلیم کے ساتھ ساتھ اعلیٰ دینی تعلیم کی بھی ضرورت ہے کیونکہ بیٹی کے روپ میں اسے ماں باپ کی عزت و ناموس کا پاس رکھنا ہے، بہن کے روپ میں بھائی کا سر فخر سے بلند کرنا ہے،بیوی کے روپ میں وہ خاوند کے گھر کی نگران ہوتی ہے اس نے اس گھر کو جنت بنانا ہے،ماں کے روپ میں اگلی نسلوں کو سنوارنا ہے اور اپنے قدموں کے نیچے اس جنت کی تعمیر کرنی ہے جس کو حاصل کر کے اس کے بچے ایسے درخشندہ ستارے بن جائیں کہ آکاش کی بلندیوں کو چھونے لگیں اور ان جھلمل جھلمل کرتے ہوئے ستاروں سے معاشرہ جگمگا اٹھے جہاں دنیا کی ترقیوں کے ساتھ ساتھ دین کی شمعیں ارد گرد کے ماحول کو روشن کر رہی ہوں اور ایسا جنت نظیر معاشرہ جنم لے کہ ہر طرف نیک فرشتوں کی فوجیں اتر رہی ہوں فضاؤں میں سبحان اللہ سبحان اللہ اور صلے علیٰ صلے علیٰ کی آوازیں گونج رہی ہوں اور ہر طرف خدا کے جلوے دکھائی دیں۔اور پھر عورتیں ہی عورتوں کی ایسی

تربیت کرنے والی بن جائیں کہ ہر گھر جنت کا نمونہ بن جائے۔

عورت کے انہیں رویوں کو مد نظر رکھتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ درس ختم ہونے پر فرماتے کہ: "جاؤ اپنے گھروں کو جنت بناؤ، اپنے خاوندوں کو راضی کر لو، اولادیں نیک تربیت والیاں بناؤ، اللہ تعالیٰ تمہیں عمل کرنے کی توفیق عنایت کرے۔ آمین"

(ارشادات نور جلد سوم صفحہ 68-69)

عورتوں کو وعظ کرتے ہوئے آپؓ نے مزید فرمایا: "بالآخر میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ تمہیں اعمال صالحہ کی توفیق دیوے۔ تمہارے اندر واعظ اور خدا کا پاک نمونہ موجود ہے تم سخت ذمہ داری کے نیچے ہو کیونکہ باہر کی عورتیں تمہارے نمونے کو دیکھ کر قدم بقدم چلیں گی۔ تمہاری زبانیں پاک ہوں، تمہارے اندر بدگمانیوں کے تخم ناپیدا ہوں، خدا کی سچی کتاب تمہارا دستورالعمل ہو اور خدا تمہیں اس کی توفیق دیوے اور تمہیں قرآن کریم کا تابع بنا دے۔ تمہاری اولاد کے واسطے تمہارے منہ سے نیک دعائیں نکلیں۔"

(خطابات نور۔ صفحہ 226)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ لجنہ اماء اللہ کی کامیابیوں کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ:

"لجنہ اماء اللہ کا قیام میں نے اسی لئے کیا ہے کہ عورتوں میں بھی اپنی ذمہ داری کا احساس پیدا ہو۔ چنانچہ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اب عورتوں میں سے کوئی پریزیڈنٹ ہوتی ہے کوئی سیکرٹری ہوتی ہے کوئی چندہ وصول کرنے پر مقرر ہوتی ہے۔ کوئی نگرانی کا کام کرتی ہے۔ اسی طرح ان کے جلسے ہوتے ہیں جن کا انتظام عورتیں خود کرتی ہیں۔ ان میں تقریریں کرتی ہیں۔ پردہ کی پابندی کراتی ہیں۔ لڑائی جھگڑوں کو دور کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ نماز باجماعت کی ادائیگی کے لئے عورتوں کو ایک جگہ جمع کرتی ہیں۔ اسی طرح اور کئی قسم کے دینی کام ہیں جو ذمہ داری کے اس بوجھ کے نتیجہ میں عورتیں بڑی خوش اسلوبی سے سرانجام دے رہی ہیں۔"

(الازہار لذوات الخمار صفحہ 386)

آپؓ مزید فرماتے ہیں: "پس سب سے ضروری بات یہ ہے کہ عورتیں مذہب سے واقف ہوں، مذہب سے انہیں محبت ہو، مذہب سے انہیں پیار ہو جب ان میں یہ بات پیدا ہو جائے گی تو وہ خود بخود اس پر عمل کریں گی اور دوسری عورتوں کے لئے نمونہ بن کر دکھائیں گی اور ان میں اشاعت اسلام کا ذریعہ بنیں گی"

(الازہار لذوات الخمار صفحہ 21)

پھر عورتوں کی دینی تعلیم و تربیت کے طریق یوں بیان فرماتے ہیں کہ: "تربیت کا اصل طریق تو یہی ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے اس سے عورت کو پوری طرح آگاہ کر دیا جائے۔ اس غرض کے لئے سب سے پہلے قرآن شریف پڑھنا چاہئے۔ میں نے دیکھا ہے کہ جتنی تربیت علم سے ہوتی ہے اتنی کسی اور چیز سے نہیں ہوتی۔۔۔ پس میرے نزدیک عورتوں کی تربیت میں جو چیز سب سے زیادہ مدد ہو سکتی ہے وہ علم ہے اور اس سے کئی قسم کے فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔"

(الازہار لذوات الخمار صفحہ 384)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک عورت کا اصل مقام محض بچے پیدا کرنا اور پالنا ہی نہیں بلکہ بچوں کے کردار کی تعمیر ہے۔ نئی نسلوں کی استعدادوں کی بہترین نشو نما میں بھرپور حصہ لینا ہے انکی ذہنی اور فکری اور عملی صلاحیتوں کو حسین سانچوں میں ڈھالنا ہے۔ گویا اسلامی سوسائٹی میں

عورت کو ویسا ہی کردار ادا کرنا ہے جیسے ایک انجینئر ایک آرکیٹیکٹ کے بنائے ہوئے نقشے کو عملی جامہ پہنانے میں ادا کرتا ہے۔ قرآن و سنت نے انسانی سوسائٹی کا جو حسین اور دلکش نقشہ پیش کیا ہے اسکے مطابق آپ اگلی نسلوں کی تعمیر و تشکیل کی اولین ذمہ دار عورت ہی کو سمجھتے تھے"

(سوانح فضل عمر جلد دوم صفحہ 342 از حضرت مرزا طاہر احمد رحمہ اللہ خلیفۃ المسیح الرابع)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ فرماتے ہیں "لجنہ اماء اللہ کا قیام اس غرض سے ہے کہ تا احمدی مستورات اور احمدی بہنیں اپنی زندگی منظم ہو کر اس طرح گزاریں کہ ان کے قدم ہمیشہ جنت کی سرزمین کو چومنے والے ہوں اور جہنم کی زمین اور جہنم کی آگ اور اس کی تپش اور اس کی تکالیف کا جھونکا تک بھی ان تک نہ پہنچنے پائے"

(المصابیح صفحہ 18)

پھر فرمایا: "آپ اپنے گھریلو ماحول کو روحانی خوشحالی بخشنے کی کوشش کریں۔ آپ اپنا ماحول ایسا بنائیں کہ آپ سے تعلق رکھنے والے جب اپنا کام ختم کر کے گھروں کو واپس آئیں تو بے اختیار خدا تعالیٰ کی حمد کرنے لگ جائیں کہ اس نے ہماری بیویوں، ہماری ماؤں، ہماری بہنوں، ہماری بیٹیوں اور ہماری دوسری رشتہ دار عورتوں کو یہ توفیق بخشی ہے کہ انہوں نے اس گھر کو جنت کا نمونہ بنا دیا ہے اور ہمیں اس بات کے لئے آزاد کر دیا ہے کہ ہم باہر رہ کر جتنا وقت چاہیں دین کی خدمت میں صرف کر سکیں"

(المصابیح صفحہ 16)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ احمدی عورت کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں: "احمدی عورت واقعتاً اس بات کی اہلیت رکھتی ہے اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی توقعات کو پورا کرنے کی پوری صلاحیت رکھتی ہے کہ اس دنیا میں جنت کے نمونے پیدا کر کے اپنے گھروں کو وہ جذب دے، وہ کشش عطا کرے جس کے نتیجہ میں وہ محور بن جائے اور اس کے گھر کے افراد اس کے گرد گھومیں۔ انہیں باہر چین نصیب نہ ہو بلکہ گھر میں سکینت ملے"

(جنت نظیر معاشرہ صفحہ 75)

اسکے علاوہ آپ نے دنیا کے ہر کونے اور مختلف ملکوں میں بکھرے ہوئے موتیوں کی طرح پھیلی ہوئی ان خواتین کو تسبیح کے دانوں کی طرح ایک ہی لڑی میں پروتے ہوئے یوں نصیحت فرمائی کہ "لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کو توجہ کرنی چاہئے کہ ساری دنیا کا ایک مزاج پیدا کریں اور جہاں تک اسلامی اقدار کا تعلق ہے ان کی بڑی گہری نگرانی کریں کہ تمام دنیا کی لجنات ایک مزاج پر نشو نما پا رہی ہوں۔"

(خطاب لجنہ اماء اللہ مرکزیہ 1983ء)

پھر آپ نے احمدی خواتین کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے احمدی خواتین کو بڑے عظیم کام کے لئے چنا ہے، خدا کے پیار کی نظر نے آپکو چنا ہے۔ آپ اسکی قدر کریں، خود کو اسکے قابل بنائیں، اگر آپ میں صحیح معنوں میں یہ احساس پیدا ہو جائے کہ کتنا بڑا کام آپکے سپرد ہوا ہے تو آپ ساری دنیا کو بھول کر اس سے بے نیاز ہو جائیں اور صرف خدا تعالیٰ آپکو یاد رہ جائے۔ اسکے لئے اپنے کردار کی تعمیر کریں۔۔ دنیا بھر کی عورتیں آپکو دیکھ رہی ہیں۔ آپ نے اسلام پر کئے گئے اس اعتراض کا جواب دینا ہے کہ اسلام عورتوں کے حقوق ادا نہیں کرتا"

(خطاب لجنہ اماء اللہ 14 نومبر 1983ء بحوالہ مصباح دسمبر 1983ء صفحہ 22)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے عورتوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: "اگر ہر عورت اس بات کو سمجھ لے کہ اس کی کیا ذمہ داریاں ہیں اور ان کی بجا آوری اس نے اس لئے نہیں کرنی کہ

کہیں خاوند، باپ یا بھائی کی نظر میں آکر ان کی طرف سے کسی سزا کی سزاوار نہ بن جائے بلکہ ان ذمہ داریوں کو ادا کرنے کا احساس اس لئے ہمیشہ دلوں میں رکھنا ہے اور اسے پختہ کرنا ہے کہ ایک خدا ہے جو عالم الغیب ہے، جو غیب کا علم رکھتا ہے، جو ہماری ہر حرکت و سکون کو دیکھ رہا ہے، ہر وقت اس کی نظر اپنی مخلوق پر پڑ رہی ہے۔ ہر ایک کا عمل اس کے سامنے ایک کھلی کتاب کی طرح ہے۔ پس جب یہ احساس رہے تو کوئی عورت ایسا عمل نہیں کر سکتی جو اسے تقویٰ سے دور ہٹا دے۔"

(جلسہ یوکے 2010۔ عائلی مسائل، صفحہ 141)

تربیت اولاد:

بچے جو کہ مستقبل کا سرمایہ ہیں ایسے روشن چراغ جن کی اعلیٰ تربیت قوموں کو ترقی کی اعلیٰ منازل تک پہنچا دیتی ہے۔ بچوں کی اعلیٰ تربیت کے لئے خلفاء احمدیت کی قیمتی نصائح ہمیشہ لجنہ اماء اللہ کی راہ نمائی کرتی رہی ہیں کیونکہ آج کے بچے ہی کل کے جوان، قوم کے معمار اور کامیابی کا زینہ ہیں۔ اسی کو مد نظر رکھتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا "بعض عورتیں اپنے بچوں سے ہمیشہ منہ بنا کر اور تیوری چڑھا کر بات کرتی ہیں ان کے بچے بھی ہمیشہ منہ پھلا کر بات کرنے کے عادی ہو جاتے ہیں۔ اسکے برخلاف جو عورتیں ہنس مکھ ہوں، بچوں سے نیک سلوک کی عادی ہوں ان کی اولاد بھی ویسے ہی ہنس مکھ ہوتی ہے۔ ماؤں کو چاہئے کہ بچوں سے ایسا سلوک کریں جس کی نقل کرنے پر وہ ساری عمر ذلیل و خوار نہ ہوں، ہمیشہ کے لئے ان کے اخلاق درست ہو جائیں۔"

(الفضل 3 ستمبر 1913ء)

نیز فرمایا "خود نیک بنو اور خدا پرست بنو کہ تمہارے بچے بھی بڑے ہو کر نیک اور خدا پرست ہوں۔"

(الازھار لذوات الخمار صفحہ 3)

آپ کو یقین تھا کہ عورتیں قوم کا مستقبل سنوار سکتی ہیں۔ آپ فرماتے ہیں: "مرد کا کام موجودہ زمانہ کی اصلاح کرنا ہے عورت کا کام آئندہ زمانہ کی اصلاح کرنا ہے۔ بے شک موجودہ کام مرد کرتے ہیں لیکن آئندہ دور کی تعمیر عورتیں کرتی ہیں۔ اگر عورتوں نے آئندہ نسل کی صحیح تربیت نہیں کی ہوگی۔ اور ایسے قائمقام پیدا نہیں کئے ہوں گے جو دین اور تقویٰ سے متاثر ہوں تو مردوں کی تمام کوششیں اکارت چلی جائیں گی۔ پس عورت کی ذمہ داری مرد سے کم نہیں"

(الازھار لذوات الخمار صفحہ 96)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "اولاد کے لئے دعائیں مانگو، بہت بہت دعائیں کرو۔ تمہارے خاوند نیک ہوں۔ اولاد نیک ہو۔ لڑکی ہونے پر برا نہ مانو، نیک ہو خواہ لڑکی ہو"

(ارشادات نور جلد سوم صفحہ 68)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ ماؤں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں: "آپکو یہ امر خوب یاد رکھنا چاہئے کہ وہ بچے جو آپکی گودوں میں پلتے ہیں ان کے دلوں میں خدا تعالیٰ کی محبت سمندر کی طرح موجزن ہو اور وہ دین اسلام کی خاطر ہر وقت ہر قربانی کے لئے تیار رہیں"

(المصابیح صفحہ 15)

پھر فرمایا "اپنی نسلوں میں قرآن کا عشق اس طرح بھر دیں کہ دنیا کی کوئی لذّت اور کوئی سرور انہیں اپنی طرف متوجہ نہ کرے وہ ساری توجہ کے ساتھ قرآن کریم کے عاشق ہو جائیں اور وہ ہر خیر اس سے حاصل کرنے والے ہوں اور وہ دنیا کے لئے ایک نمونہ بنیں تا قیامت تک آپ کے نام زندہ رہیں اور آنے والی نسلیں حیران ہو کر آپکی تاریخ کو پڑھیں اور کہیں کہ کیسی عورتیں تھیں اس زمانہ کی جنہوں نے دنیا کے تمام لالچوں کے

باوجود دنیا کے تمام بداثرات کے باوجود دنیا کو ٹھکرا دیا اور دنیا کی طرف اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے نور کو اپنے گرد اس طرح لپیٹا کہ وہ جہاں بھی گئیں وہ اور ان کا ماحول اس نور سے منور رہا"

(المصابیح صفحہ 31)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے احمدی ماؤں کی ذمہ داری بیان کرتے ہوئے فرمایا: "پس جب یہ کہا گیا کہ جنت ماؤں کے پاؤں کے نیچے ہے تو مراد یہ نہیں تھی کہ ہر ماں کے پاؤں کے نیچے جنت ہے۔ مراد یہ کہ اگر جنت مل سکتی ہے اگلی نسلوں کو تو ایسی ماؤں سے مل سکتی ہے جو خود جنت نشاں بن چکی ہوں۔ خود جنت ان کے آثار میں ظاہر ہو چکی ہو"

(جنت نظیر معاشرہ صفحہ 22)

پھر فرمایا: ''آج احمدی خواتین کو اپنے سینوں کو خدا کی محبت سے روشن کرنا ہو گا ورنہ انکے سینے وہ نور انکے بچوں کو نہیں پلائیں گے جو ماں کے دودھ کے ساتھ پلایا جاتا ہے اور ہمیشہ جزو بدن اور جزو روح بن جایا کرتا ہے''

(جنت نظیر معاشرہ صفحہ 23)

اللہ اللہ کیا پر حکمت طریقہ کار ہے تربیت اولاد کا۔۔ اللہ کے چنیدوں نے جہاں بچوں کو خدا کی محبت ماں کے دودھ کے ساتھ پلا دی وہاں ماؤں کی رگ رگ میں خدا کی محبت کی ندیاں بھی بہا دیں۔ سبحان اللہ۔۔ والحمد للہ

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں: "پس خوش قسمت ہیں وہ ماں باپ جو اپنے بچوں کی تربیت کی فکر میں رہتے ہیں۔ ان کو دین کے قریب کرتے ہیں۔ ان میں خدا تعالیٰ کی محبت پیدا کرتے ہیں اور پھر اپنی حالتوں میں ایک پاک تبدیلی پیدا کر کے اپنی دنیا و عاقبت بھی سنوارتے ہیں۔"

(عائلی مسائل اور انکا حل صفحہ 53 خطاب از مستورات 25 جون 2011ء)

خلفاء احمدیت لجنہ اماء اللہ کے سامنے اکثر امہات المؤمنین اور صحابیات کی مثالیں بیان کرتے تا کہ انکے روشن نمونے مشعل راہ بن سکیں اور آج کی عورت بھی صحابیات کے نقش قدم پر چل کر تاریخ احمدیت کے سنہری اوراق میں سنہری نقوش کو بکھیرتی چلی جائے۔ ایک حدیث کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے عورتوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ:

"آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں اگر کوئی میرا دین سیکھنا چاہتا ہے تو آدھا دین عائشہ سے سیکھے۔"۔۔۔ پھر فرمایا کہ "اس زمانہ کی عورتیں کوئی نئی قسم کی نہ تھیں ایسی ہی تھیں جیسا کہ اب ہیں۔ آج بھی عورتیں ویسی ہی بن سکتی ہیں اور انہی جیسے کام کر سکتی ہیں لیکن نقص یہ ہے کہ کچھ کرتی نہیں۔"

(الازھار لذوات الخمار صفحہ 5 بمقام لاہور 8 جولائی 1915ء)

آپؓ فرماتے ہیں کہ "ہماری جماعت کی عورتوں کو یہ خیال دل سے نکال دینا چاہئے کہ ہم کیا کر سکتی ہیں کہ کچھ کوشش کریں؟ کیونکہ عورتیں اسی طرح خدا تعالیٰ سے کلام کر سکتی ہیں جس طرح مرد کر سکتے ہیں۔ عورتیں اسی طرح دنیا کی راہنمائی کر سکتی ہیں جس طرح مرد کرتے ہیں اور عورتیں اسی طرح دنیا کی بدیاں دور کر سکتی ہیں جس طرح مرد کرتے ہیں۔ عورتوں اور مردوں میں دین کے معاملہ میں کوئی فرق نہیں۔"

(الازھار لذوات الخمار صفحہ 5-6)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کو یقین تھا کہ عورتیں بہترین مبلغ ثابت ہو سکتی ہیں فرمایا: "میں دیکھتا ہوں کہ عورتوں میں عورتیں بڑی عمدگی سے تبلیغ کر سکتی ہیں۔ مردوں میں تو ہم مرد کرتے ہیں لیکن عورتوں تک ہم نہیں پہنچ سکتے۔ اسلئے احمدی عورتوں کا فرض ہے کہ وہ عورتوں میں تبلیغ کریں، انہیں دین سکھائیں اور وعظ کریں۔ جلسے کر کے ان میں

عورتوں کو بلائیں اور تقریریں کریں، رسالوں اور اخباروں میں عورتوں کے لئے مضمون لکھیں"

(الازھار لذوات الخمار صفحہ 8)

نیکیاں پھیلانے کے بارہ میں فرمایا:"یہ طریق اختیار کرو کہ ساتھ کی عورتوں کو نصیحت اور وعظ کرو اور اپنے محلّہ کی عورتوں کو نماز روزہ کی تعلیم دو"

(الازھار لذوات الخمار صفحہ 9)

فرماتے ہیں کہ "تم یہ کوشش کرو کہ خدا تمہارا ہو جائے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو کوئی دین سیکھے اور دوسروں کو سکھائے میں اس کا ہو جاتا ہوں۔ تم یادرکھو کہ دنیا کی تمام مصیبتوں سے بچنے اور کامیابیوں کے حاصل کرنے کا یہی ایک گُر ہے"۔

(بحوالہ الازھار لذوات الخمار صفحہ 14۔ الفضل 23 جولائی 1915ء)

"حجاب اور پردہ کی ضرورت واہمیت اور فوائد کے بارہ میں بڑی شدت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں یہ تحریک ڈالی ہے کہ احمدی مستورات بے پردگی کے خلاف جہاد کا اعلان کریں۔ کیونکہ اگر آپ نے بھی میدان چھوڑ دیا تو دنیا میں اور کونسی عورتیں ہونگیں جو اسلامی اقدار کی حفاظت کے لئے آگے آئیں گی۔"

(الفضل 28 فروری 1983ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں: " بعض جگہوں پر ہمارے ہاں شادیوں وغیرہ پر لڑکوں کو کھانا serve کرنے کے لئے بلالیا جاتا ہے۔ دیکھیں کہ سختی کس حد تک ہے اور کجا یہ ہے کہ لڑکے بلا لئے جاتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ چھوٹی عمر والے ہیں حالانکہ چھوٹی عمر والے بھی جن کو کہا جاتا ہے وہ بھی کم از کم سترہ اٹھارہ سال کی عمر کے ہوتے ہیں، بہر حال بلوغت کی عمر کو ضرور پہنچ گئے ہوتے ہیں۔ وہاں شادیوں پر جوان بچیاں بھی پھر رہی ہوتی ہیں اور پھر پتہ نہیں جو بیرے بلائے جاتے ہیں کس قماش کے ہیں۔ تو جیسا کہ مَیں نے کہا ہے بلوغت کی عمر کو پہنچ چکے ہوتے ہیں اور ان سے پردے کا حکم ہے۔ اگر چھوٹی عمر کے بھی ہیں تو جس ماحول میں وہ بیٹھتے ہیں، کام کر رہے ہوتے ہیں ایسے ماحول میں بیٹھ کر ان کے ذہن بہر حال گندے ہو چکے ہوتے ہیں اور سوائے کسی استثناء کے الاّ ماشاء اللہ، اچھی زبان ان کی نہیں ہوتی اور نہ خیالات اچھے ہوتے ہیں۔ پاکستان میں تو مَیں نے دیکھا ہے کہ عموماً یہ لڑکے تسلی بخش نہیں ہوتے۔ تو ماؤں کو بھی کچھ ہوش کرنی چاہئے کہ اگر اُن کی عمر پردے کی عمر سے گزر چکی ہے تو کم از کم اپنی بچیوں کا تو خیال رکھیں۔ کیونکہ ان کام کرنے والے لڑکوں کی نظریں تو آپ نیچی نہیں کر سکتے۔ یہ لوگ باہر جا کر تبصرے بھی کر سکتے ہیں اور پھر بچیوں کی، خاندان کی بدنامی کا باعث بھی ہو سکتے ہیں۔ ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے فرمایا تھا کہ احمدی لڑکے، خدام، اطفال کی ٹیم بنائی جائے جو اس طرح شادیوں وغیرہ پر کام کریں۔ خدمت خلق کا کام بھی ہو جائے گا اور اخراجات میں بھی کمی ہو جائے گی۔ بہت سے گھر ہیں جو ایسے بیروں وغیرہ کو رکھنا afford ہی نہیں کر سکتے لیکن دکھاوے کے طور پر بعض لوگ بلا بھی لیتے ہیں تو اس طرح احمدی معاشرے میں باہر سے لڑکے بلانے کا رواج بھی ختم ہو جائے گا۔ خدام الاحمدیہ، انصاراللہ۔ یا اگر لڑکیوں کے فنکشن ہیں تو لجنہ اماءاللہ کی لڑکیاں کام کریں۔ اور اگر زیادہ ہی شوق ہے کہ ضرور ہی خرچ کرنا ہے، serve کرنے والے لڑکے بلانے ہیں یا لوگ بلانے ہیں تو پھر مَردوں کے حصے میں مرد آئیں۔ یہاں مَیں نے دیکھا ہے کہ عورتیں بھی serve کرتی ہیں عورتوں کے حصے میں۔ تو وہاں پھر عورتوں کا انتظام ہونا چاہئے اور اس بارہ میں کسی بھی قسم کے احساس کمتری کا شکار نہیں ہونا چاہئے۔ جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی کہا تھا کہ بعض لوگ دیکھا دیکھی خرچ کر رہے ہوتے ہیں تو یہ ایک طرح کا احساس کمتری ہے۔ کسی قسم کا احساس کمتری نہیں ہونا

چاہئے۔ اگر یہ ارادہ کرلیں کہ ہم نے قرآن کے حکم کی تعمیل کرنی ہے اور پاکیزگی کو بھی قائم رکھنا ہے تو کام تو ہو ہی جائے گا لیکن اس کے ساتھ ہی آپ کو ثواب بھی مل رہا ہو گا''۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 30/ جنوری 2004ء بمقام مسجد بیت الفتوح، لندن۔ مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 9/ اپریل 2004ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ خواتین کو ہاتھ سے کام کرنے، دستکاری سیکھنے اور نمائش میں حصہ لینے کی حوصلہ افزائی بھی فرماتے اور عورتوں کا فارغ بیٹھنا پسند نہ کرتے تھے۔ کوئی نہ کوئی ہنر سیکھنے کی طرف راہنمائی کرتے۔ آپؓ فرماتے ہیں: "دستکاری سیکھ کر تم غریبوں کی مدد کرو ہاتھ سے کام کرنا ہتک نہیں بلکہ بہترین عزت ہے"

(الازھار لذوات الخمار صفحہ 226)

آپؓ کو خواتین کی صلاحیتوں پر بھروسہ تھا۔

آپؓ فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو ہر قسم کی قربانی کی توفیق دی ہوئی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ تم اپنی طاقتوں کو سمجھو اور انہیں استعمال کرنا سیکھ لو تو تمہارے مقابلہ پر بڑی سے بڑی طاقت بھی نہیں ٹھہر سکتی بلکہ مرد بھی تم سے طاقت حاصل کریں گے"

(الازھار لذوات الخمار صفحہ 178)

انہی نصائح کے زیر اثر اللہ تعالیٰ نے ان کمزور عورتوں میں وہ جوہر پیدا کر دیئے جس سے انہوں نے وہ عظیم الشان کارنامے سرانجام دیئے کہ جن پر مردوں کو بھی رشک ہے۔ مثلاً اندرون وبیرون ملک مساجد کی تعمیر، مشن ہاؤسز کا قیام، ہسپتالوں کا قیام، لنگر خانوں کا قیام، پریس، ایم۔ٹی۔اے اور وقف نو کی سکیم غرض اس وقت کوئی میدان عورتوں کی خدمات سے خالی نہیں ہے۔

لجنہ اماء اللہ نے اپنے اس عہد بیعت کو پورا کرکے ثابت کر دکھایا کہ کسطرح اپنی جان، مال، وقت اور اولاد کی قربانی کی جاسکتی ہے۔ الحمدللہ

الغرض یہ صالحات، قانتات اور حافظات جنہیں ہم سب لوگ لجنہ اماء اللہ کے نام سے جانتے ہیں، یونہی اللہ کی لونڈیاں اور کنیزیں نہیں بن گئیں بلکہ ایک بزرگ اور مشفق باپ کی طرح ہر ایک خلیفہ کا شفقت بھرا ہاتھ ہمیشہ اسکے سر پر رہا ہے۔ اور ایک لاڈلی بیٹی کی طرح ہمیشہ اسے شفقت بھری گود میسر آتی رہی ہے۔ اللہ کرے یہ شفقت بھرا ہاتھ یہ مسکراتا ہوا چہرہ تا دیر ہم پر سلامت رہے۔ اور لجنہ اماء اللہ ہمیشہ ہی اللہ تعالیٰ کی حفظ و امان میں اسی کے زیر سایہ اپنے خلیفہ کے ساتھ قدم سے قدم ملاتی ہوئی ترقی کی منزلیں کامیابی سے طے کرتی چلی جائے

اے ربّ العالمین ہم لجنہ اماء اللہ بننے والیاں بھی ہمیشہ کی طرح آج نئی صدی کے آغاز پر پھر سے یہ عہد دوہراتی ہیں کہ ہم تا حیات خلفاء مسیح الزماں کے لئے اپنے سر اطاعت خم کرتی چلی جائیں گی۔ اے اللہ، ہمارے پیارے اللہ، اس موعود خلافت کو سلامت رکھنا، تا قیامت رکھنا۔ آمین ثم آمین

؎ حقیقت میں خلافت ہے خدا کے نور کا جلوہ

لجنہ اماء اللہ کی اپنے عہد سے

وفاداری

(ستارہ انجم-فار نہام)

عہد کے بارے میں پوچھا جائے گا:

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا

(بنی اسرائیل:35)

اور عہد کو پورا کرو یقیناً عہد کے بارہ میں پوچھا جائے گا۔

(بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بیان فرماتے ہیں:

"ہر شخص سے اس کے ہر عہد کے بارہ میں جواب طلبی کی جائے گی اور آپ کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی سے جواب طلبی کرتا ہے تو یہ اس کی ناراضگی کی علامت ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اس شخص کی زندگی کو، جو اس کے غضب کا مورد بنتا ہے، اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی تباہ و برباد کر کے رکھ دیتی ہے۔ لہٰذا ہمیں اس بات سے بہت ڈرنا چاہیے اور ہمیشہ اس سے بچنے کی کوشش کرنا چاہیے.... ہر احمدی مرد اور عورت کو اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی ہر وقت کوشش کرتے رہنا چاہیے۔"

(احمدی مسلمان خواتین کی ذمہ داریاں صفحہ 106)

لجنہ کے عہد کی تاریخ:

لجنہ اماء اللہ کا قیام 1922 میں ہوا، مگر لجنہ کا عہد 1955ء میں حضرت ام ناصر رحمہا اللہ تعالیٰ کے مبارک عہدِ صدارت میں منظور ہوا۔ 14 فروری 1955 کو مجلس عاملہ لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کا سالانہ اجلاس حضرت ام ناصرؓ کی زیر صدارت ہوا جس میں درج ذیل عہد کی منظوری ہوئی:

"اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

میں اقرار کرتی ہوں کہ اپنے مذہب اور قوم کی خاطر اپنی جان ومال، وقت اور اولاد کو قربان کرنے کے لیے تیار رہوں گی۔ نیز سچائی پر ہمیشہ قائم رہوں گی۔"

شروع میں یہ عہد اتنا ہی تھا، لیکن بعد میں اس میں کچھ اضافہ کیا گیا۔ جیسا کہ تاریخ لجنہ اماء اللہ میں مرقوم ہے:

"1956ء میں جب فتنہ منافقین ظاہر ہوا اور انہوں نے خلافت کے خلاف ریشہ دوانیاں شروع کیں تو اس عہد نامہ میں مندرجہ ذیل فقرے کا اضافہ کر دیا گیا۔

"اور خلافت احمدیہ کے قائم رکھنے کے لیے ہر قربانی کے لیے تیار رہوں گی۔"

(تاریخ لجنہ اماء اللہ، جلد دوم صفحہ 392)

ہم کن باتوں کا عہد کرتی ہیں:

1۔ جان کی قربانی

2۔ مال کی قربانی

3۔ وقت کی قربان

4۔ اولاد کی قربانی

5۔ سچائی پر ہمیشہ قائم رہیں گی

6۔ خلافتِ احمدیہ کے قائم رکھنے کے لئے ہر قربانی کے لئے تیار رہیں گی۔

یہ وہ عہد ہے جو ہم اپنے ہر اجلاس، میٹنگ اور اجتماع کے موقع پر دوہراتی ہیں۔ آج ہم اس عہد پر ٹھہر کر غور کریں گی اور دیکھیں گی کہ یہ عہد کیا ہے جو ہم خدا کو گواہ بنا کر کرتی ہیں اور اس عہد کو کرنے کے بعد اس پر عمل کرنے کی کہاں تک کوشش کر رہی ہیں۔

ہمارا عہد۔ہمارے فرائض کی یاددہانی:

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے لجنہ اماء اللہ کو قائم کیا تاکہ خواتین بھی خود کو جماعت کا ایک فعال رکن بنائیں اور جماعت کی ترقی میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔ نیز اس تنظیم کے ذریعے ساتھ ساتھ لجنہ کی تربیت بھی ہو سکے۔ چنانچہ ہمارا عہد ہمیں ان فرائض کی یاد دہانی کرواتا رہتا ہے جن کو پورا کرنے کا وعدہ کر کے ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس پیاری جماعت میں شامل ہوئی ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو جو توقعات ہم سے تھیں اس بارے میں 9/مارچ 1956ء کو خطبہ جمعہ میں حضورؓ نے احمدی خواتین کو توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:

"۔۔۔والدین کو چاہیے کہ وہ بچپن سے ہی اپنے بچوں کے دلوں میں یہ بات ڈالنا شروع کر دیں کہ بڑے ہو کر انہوں نے دین کی خدمت کرنی ہے۔۔۔ اس کام میں عورتیں بہت مدد کر سکتی ہیں۔ اس وقت مسجد میں عورتیں بھی بیٹھی ہیں۔ میں

انہیں توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اس بات کا خاص خیال رکھیں اور بچپن سے ہی بچوں کے کانوں میں یہ ڈالنا شروع کر دیں کہ بڑے ہو کر انہوں نے دین کی خدمت کرنی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ بڑے ہو کر انہیں دین کی خدمت کا احساس رہے گا۔ کچھ عرصہ ہوا کالج کی ایک سٹوڈنٹ ہمارے گھر آئی اور اس نے مجھے ایک رقعہ دیا جس میں لکھا تھا کہ میں دین کی خدمت کے لیے اپنی زندگی وقف کرنا چاہتی ہوں۔ میں نے کہا بی بی لڑکیاں وقف نہیں کر سکتیں کیونکہ واقفِ زندگی کو تبلیغ کے لیے گھر سے باہر نکلنا پڑتا ہے بلکہ بعض دفعہ اسے ملک سے بھی باہر جانا پڑتا ہے اور لڑکیاں اکیلی باہر نہیں جا سکتیں۔ ہاں اگر تم زندگی وقف کرنا چاہتی ہو تو کسی واقفِ زندگی نوجوان سے شادی کر لو۔"

(تاریخ لجنہ اماء اللہ، جلد دوم صفحہ 413)

اور اس طرح ہمارے پیارے آقا نے لڑکیوں کے لیے بھی زندگی وقف کرنے کا راستہ کھول دیا تاکہ وہ بھی مذہب کی خاطر اپنی جان اور مال کو دین کی راہ میں قربان کر سکیں۔ مردوں کی قربانیوں کے پیچھے بھی اصل میں عورت کی قربانیاں ہوتی ہیں۔ وہ ماں، بہن، بیٹی ہو یا بیوی ہر حال میں ہی خدمتِ دین کے لیے اپنی قربانی پیش کر سکتی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"کوئی قوم دنیا میں عظیم قربانیاں پیش نہیں کر سکتی جب تک کہ اس قوم کی خواتین اپنے مردوں کے ساتھ نہ ہوں۔ جب تک مردوں کو یہ یقین نہ ہو کہ ہماری خواتین اپنے دل اور اپنی جان اور اپنی عزت اور اپنے احترام بالائے طاق رکھتے ہوئے اپنا سب کچھ اس خدمت میں جھونک دینے کے لیے تیار بیٹھی ہیں۔۔۔تب تک مرد پورے حوصلے اور عزم اور صبر اور استقلال کے ساتھ وہ قربانیاں پیش نہیں کر سکتے۔"

(اوڑھنی والیوں کے لیے پھول۔ جلد دوم صفحہ 266)

1۔ جان کی قربانی:

سب سے پہلے ہم یہ عہد کرتی ہیں کہ ہم اپنی جان اپنے دین کے لیے قربان کر دیں گی۔ ابتدائی دور سے ہی قبولیتِ اسلام کی وجہ سے نا صرف مردوں بلکہ عورتوں کو بھی بہت تکالیف برداشت کرنی پڑیں اور عورتوں نے اپنی جانیں بھی قربان کیں۔ اس بارے میں حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

"حضرت امِ عمارہ ان ابتدائی خوش نصیب عورتوں میں تھیں، مدینہ کی عورتوں میں سے، جنہوں نے مکہ جا کر بیعتِ عقبہ ثانیہ میں حصہ لیا تھا..... پھر آپؓ کے کارناموں میں ہم دیکھتے ہیں کہ غزوۂ احد میں زخمیوں کو پانی پلانے اور مرہم پٹی کرنے کے علاوہ تلوار کے بھی آپؓ نے وہ جوہر دکھلائے کہ دنیا دنگ رہ گئی۔ رسولِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنے دائیں بائیں اس وقت جس طرف بھی میری نظر اٹھتی تھی، دیکھتا تھا تو ام عمارہ کو اپنا دفاع کرتے ہوئے مسلسل لڑتا ہوا پاتا تھا۔"

(احمدی مسلمان خواتین کی ذمہ داریاں صفحہ 59،58)

آج اسلام کے دورِ ثانی میں قبولِ احمدیت کی وجہ سے مرد وزن کو بہت مصیبتیں اٹھانا پڑیں لیکن انہوں نے بھی قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کے طرزِ عمل کو اپنایا اور ان تکلیفوں کو اپنے لیے رحمت کا باعث سمجھا اور ان کے پایۂ استقلال میں ذرہ برابر بھی لغزش نہ آئی۔ احمدی خواتین نے بھی ابتدائی مسلمان عورتوں کی طرح اپنی جانوں کو خطرے میں ڈالا مگر اپنے ایمانوں کی حفاظت کی۔ ایسی ہی قربانی کی ایک اعلیٰ مثال ہمیں سید الشہداء حضرت شہزادہ سید عبد الطیف صاحب کی اہلیہ کی سیرت میں ملتی ہے۔ جب صاحبزادہ صاحب کو شہید کر دیا گیا تو افغانستان کی حکومت کی طرف سے ان کے بیوی بچوں پر بہت ظلم کیا گیا لیکن اس عظیم عورت نے کمال صبر و استقامت کا نمونہ دکھایا۔ حکومت کے تمام مظالم کے سامنے ان کا جواب ایک ہی تھا جس بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں کہ

”ان کو ایک جگہ نظر بند کر دیا گیا۔ وہ ایسے مظالم ہیں کہ ان کے ذکر سے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ مگر انہوں نے قابلِ رشک صبر و استقلال کا نمونہ دکھایا۔ آپ کی اہلیہ ہر موقع پر یہی فرماتی رہیں کہ ”اگر احمدیت کی وجہ سے میں اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے قربان کر دیے جائیں تو میں اس پر خدا تعالیٰ کی بے حد شکر گزار ہوں گی۔ اور بال بھر بھی اپنے عقائد میں تبدیلی نہیں کروں گی۔“

(اوڑھنی والیوں کے لیے پھول، جلد2 صفحہ 268-269)

ایسے حالات میں جب انسان کو اپنی موت سامنے نظر آ رہی ہو۔ ایسے موقع پر اس بہادری سے اپنے دین کا اعلان کرنا۔ احمدیت کی تاریخ ایسی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ اس بارے میں خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

”لجنہ اماء اللہ بہاولپور کی صدر لکھتی ہیں کہ 1957ء میں احمدیت قبول کی تھی۔ 1965ء میں میری شدید مخالفت شروع ہو گئی۔ محلے کے لوگوں نے بہت سختی کی۔ ایک بار انہوں نے گھر آ کر انہیں مارا پیٹا۔ باہر لوگ اکٹھے کر لیے جو باہر نعرے لگا رہے تھے اور مجھے قتل کی دھمکیاں دے رہے تھے۔ خوف کی وجہ سے کہتی ہیں میں نے اپنے خاوند اور بیٹے کو باہر بھجوا دیا تھا تا کہ وہ زندہ بچ جائیں لیکن خود اپنے چھوٹے بچوں کو ساتھ لے کر وہیں بیٹھی رہی۔ 1975ء میں پھر یہ جوش دوبارہ ابلا تو بڑے زور سے سارے محلے والوں نے ہم پر سختی شروع کر دی اور رات کے وقت مل کر حملہ کیا۔ کہتی ہیں میرے خاوند کو گھسیٹ کر مسجد میں لے گئے اور بہت مارا پیٹا اور بار بار سختی کی۔ میرا سارا زیور چھین لیا اور جو پلاٹ تھا اس پر بھی قبضہ کر لیا۔ میں نے سب کچھ بڑی ہمت اور حوصلے سے برداشت کیا اور یہ عہد کر لیا کہ اگر یہ مجھے آگ میں بھی ڈال دیں گے تو میں احمدیت کو نہیں چھوڑوں گی۔ چنانچہ دعائیں مقبول ہوئیں اور اللہ تعالیٰ نے بالآخر ان ظالموں سے مجھے نجات بخشی۔“

(اوڑھنی والیوں کے لیے پھول، جلد2 صفحہ 389،388)

اگرچہ آج حضرت مسیح موعودؑ نے آکر تلوار کا جہاد ملتوی کر دیا ہے لیکن قلم کے ذریعے جہاد آج بھی جاری ہے اور ساری دنیا میں جو لٹریچر اسلام کے خلاف شائع کیا جا رہا ہے اور ہمارے پیارے آقا حضرت محمد ﷺ کی شان میں جو گستاخیاں کی جا رہی ہیں، آج ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنا عہد پورا کریں اور قلم کے اس جہاد میں اتریں اور اسلام کی سربلندی کے لیے اپنی تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں اور رسولِ کریمؐ کا خوبصورت چہرہ دنیا کو دکھائیں۔ حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”آج اگر آنحضرت ﷺ کا جسمانی وجود ہمارے سامنے نہیں ہے تو آپ ﷺ کی ذات اور اسلام کی تعلیم آج بھی زندہ ہے۔ پس آج ہر عورت کا کام ہے کہ امِ عمارہ بن کر آنحضرت ﷺ کی ذات اور اسلام پر لگائے گئے ہر الزام کا جواب دے کر آپ ﷺ کی ذات اور اسلام کی حفاظت کا حق ادا کرنے کی کوشش کرے۔“

(احمدی مسلمان خواتین کی ذمہ داریاں صفحہ 62)

2۔مال کی قربانی:

دوسرا عہد جو ہے وہ مال کی قربانی کا ہے۔ اپنی جان کے بعد انسان کو اپنا مال سب سے عزیز ہوتا ہے۔ اسی لئے جان کے بعد مال کی قربانی کو رکھا گیا ہے۔ آج کے اس مادی دور میں مال کی قربانی کی بہت اہمیت ہے۔ عورتوں کو مالی قربانی میں شامل کرنے میں حضرت مصلح موعودؓ نے یہ حکمت بیان فرمائی ہے کہ اس کمزور طبقہ کی ہمت افزائی ہو۔ چنانچہ اس بارے میں خطبہ جمعہ فرمودہ 27 جولائی 1923ء میں آپؓ فرماتے ہیں:

”تھوڑا عرصہ ہوا میں نے اسی مسجد میں کھڑے ہو کر اپنا منشا ظاہر کیا تھا کہ برلن میں مسجد تعمیر کی جائے اور یہ بھی کہا تھا کہ گو ہماری جماعت پہلے ہی کمزور ہے اور اخراجات کا بہت بوجھ اٹھائے ہوئے ہے مگر اس کا بھی جو کمزور حصہ ہے اس کے سرمائے سے مسجد بنے۔ گویا دنیا میں سب سے زیادہ کمزور جماعت جو ہے اس کا بھی کمزور حصہ (یعنی مستورات جو اس لحاظ سے بھی کمزور ہیں کہ ان کی کوئی علیحدہ کمائی نہیں ہوتی اور اس لحاظ سے بھی کہ مردوں جتنا علم نہیں ہوتا) یہ اس کام کو پورا کرے تا کہ یہ ایک زبردست نشان ہو۔“

(اوڑھنی والیوں کے لیے پھول، صفحہ 445)

مالی قربانی پیش کرنے میں بھی سب سے پہلے ہمارے پاس حضرت اماں جانؓ کی مثال ہے کہ کیسے جلسہ کے موقع پر مہمانوں کے کھانے کے انتظام کے لیے حضرت اماں جانؓ نے اپنا زیور پیش کر دیا۔ اس کے بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

”یہ جو اچانک سامان کی فراہمی میں انقطاع ہوا یہ غالباً خدا تعالیٰ نے اسی لیے کیا کہ حضرت اماں جانؓ کو ایک غیر معمولی قربانی کی توفیق بھی مل جائے اور آئندہ آنے والی احمدی خواتین کے لیے ایک پاک نمونہ ہمیشہ کے لیے قابلِ تقلید باقی رہ جائے۔“

پھر آپؒ مزید فرماتے ہیں:

”حضرت سیدہ امِ ناصر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی والدہ کا بھی بڑی محبت اور جذبہ تشکر کے ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ذکر فرمایا۔ وہ فرماتے ہیں کہ ”خدا تعالیٰ نے میری بیوی کے دل میں اس طرح تحریک کی جس طرح حضرت خدیجہؓ کے دل میں رسولِ کریم ﷺ کی مدد کی تحریک کی تھی.... (الفضل جب جاری کرنا تھا تو) امِ ناصر نے اپنا تمام زیور فروخت کر کے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں پیش کر دیا اور بچپن کے وہ کڑے بھی دے دیے جو انہوں نے اپنی بیٹی عزیزہ ناصرہ بیگم سلمہا اللہ تعالیٰ کے لیے رکھے تھے۔“

(اوڑھنی والیوں کے لیے پھول، جلد 2 صفحہ 286-287)

زیورات جن کو عورت کی کمزوری سمجھا جاتا ہے اور ہر عورت اپنی حیثیت کے مطابق زیور بنواتی اور پہنتی ہے لیکن احمدی خواتین نے دین کے لیے اپنی محبوب ترین چیز قربان کرنے کے غیر معمولی نمونے دکھائے اور آج بھی اسی نقشِ قدم پر عمل کر رہی ہیں۔ اسی طرح حضرت مصلح موعودؓ عورتوں کو مختلف مالی تحریکات میں شامل فرماتے تا کہ وہ خود کو بے کار وجود نہ سمجھیں اور انہیں یہ احساس ہو کہ وہ بھی اہمیت رکھتی ہیں اور جماعت کے لیے بہت کچھ کر سکتی ہیں۔ تاریخ لجنہ اماء اللہ میں لکھا ہے:

”حضرت مصلح موعودؓ نے مؤرخہ 21/اکتوبر 1955ء کو یورپ میں ایک نیا مشن کھولنے کا فیصلہ فرمایا اور عورتوں کو ایک بار پھر اپنے امام کی آواز پر لبیک کہنے اور اپنا مال راہِ خدا میں قربان کرنے کا موقع عطا فرمایا۔ یہ مشن سکنڈے نیویا میں کھولا گیا اور حضرت مصلح موعودؓ نے تین ہزار کی رقم لجنہ اماء اللہ کے ذمہ لگائی جو بہت جلد مستورات نے پوری کر دی۔“

(تاریخ لجنہ اماء اللہ، جلد 2 صفحہ 396)

حضرت مصلح موعودؓ نے ہمیشہ عورتوں کی حوصلہ افزائی کی۔ دسمبر 1955ء کی تقریر میں حضورؓ فرماتے ہیں:

”ہالینڈ میں ہماری جماعت کی مستورات کی ہمت سے مسجد بن گئی ہے لیکن ابھی اس کا کچھ حصہ باقی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل شاملِ حال رہے اور ہماری عورتیں کچھ اور ہمت کر کے مزید تینتیس چونتیس ہزار روپیہ کا انتظام کر دیں تو ان شاء اللہ یہ مسجد مکمل ہو جائے گی۔“

(تاریخ لجنہ اماء اللہ، جلد 2 صفحہ 398-399)

3۔ وقت کی قربانی:

پھر ہم یہ عہد کرتیں ہیں کہ اپنا وقت دین کے لیے قربان کریں گی۔ یعنی جب بھی نظامِ جماعت کی طرف سے کسی جماعتی کام کے لیے ہمیں بلایا جائے گا تو ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھتے ہوئے فوراً حاضر ہو جائیں گی۔

آج کے دور میں زندگی کی مصروفیات بہت بڑھ گئی ہیں، دنیا کی دوڑ میں ہر کوئی بے حد مصروف ہے تو ایسے میں وقت کی قربانی کی اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے۔ جماعتی اجلاسات، اجتماعات اور دیگر جماعتی پروگراموں میں شامل ہونا بھی وقت کی قربانی میں آتا ہے۔ اس بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:

”بہر حال جو کچھ اس نے ہمیں دیا ہمیں ہر وقت تیار رہنا چاہیے کہ اس کے حضور ہم واپس کر دیں اور اس کی رضا کی خاطر اس کی راہ میں خرچ کر دیں۔ اپنے اوقاتِ عزیزہ کو بھی، اپنے مالوں کو بھی، اپنی دلچسپیوں اور خواہشوں کو بھی اور اپنے آراموں کو بھی۔ تا کہ ہم اس کے فضلوں کے زیادہ سے زیادہ وارث بنیں۔“

(خطباتِ ناصر جلد اول صفحہ 22، خطبہ جمعہ 26 نومبر 1965ء)

یعنی اگر کسی کے پاس کوئی مال یا زیور قربان کرنے کے لیے نہیں ہے تو وہ اپنے وقت کو دین کی راہ میں قربان کر سکتا ہے۔

وقت کی قربانی میں ایک یہ بات بھی داخل ہے کہ ہم اپنے وقت کو اس طرح تقسیم کریں کہ کوئی بھی وقت ضائع نہ ہو۔ اور دیگر مصروفیات سے بچنے والا وقت جماعتی کاموں میں صرف ہو سکے۔ اس بارے **حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ** فرماتے ہیں:

”حقیقت یہی ہے کہ کسی منصوبہ بندی کے بغیر اور اپنی کوششوں کو منظم کرنے کے بغیر ہم اپنی کامیابیوں کی رفتار کو تیز سے تیز تر نہیں کر سکتے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے کاموں کو اس طرح منظم کرنے کی کوشش کریں کہ جماعت کی طاقت کا ایک ذرہ بھی ضائع نہ ہو بلکہ ہمارے سامنے ایک وقتی مقصد اور اوبجیکٹ (object) ہو جسے ہم معین وقت میں حاصل کرنے کی کوشش کریں۔“

(خطباتِ ناصر جلد اول صفحہ 82، خطبہ جمعہ 7 جنوری 1966ء)

4۔ اولاد کی قربانی:

ایک عورت کے لیے بحیثیت ماں سب سے قیمتی سرمایہ اس کی اولاد ہے، جس کی ذمہ داری رسولِ کریم ﷺ نے عورت کے ذمہ لگائی اور فرمایا کہ عورت مرد کے گھر کی نگران ہے۔ پس اس سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ گھر کی نگرانی میں اولاد کی تربیت بھی شامل ہے۔ کیسے ہم اپنی اولادوں کو خدا کی طرف بلا سکتی ہیں؟ اس بارے میں ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ سے آپ کی اولاد کا تعلق تبھی پیدا ہوگا جب وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والی اولاد ہوگی۔ اس لیے جب آپ اپنی اولاد کی نیک تربیت کرنے والی ہوں گی تبھی آپ حافظات میں شمار ہوں گی۔ اپنے آپ کی بھی حفاظت کرنے والی ہوں گی اور اپنی نسلوں کی بھی حفاظت کرنے والی ہوں گی۔ کیونکہ آپ کی نسلوں کی بقا اس میں ہے کہ اپنی نسلوں کو اس معاشرے کی رنگینیوں سے بچا کر رکھیں۔ ان کی اس رنگ میں تربیت کریں کہ ان کا اپنے پیدا کرنے والے خدا سے ایک زندہ اور سچا تعلق پیدا ہو جائے۔“

مزید فرماتے ہیں:

”یہ ایک انتہائی اہم چیز ہے اور اس پر جتنا بھی زور دیا جائے وہ کم ہے۔ اور یہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک آپ خود اپنے عملی نمونے دکھانے والی نہیں ہوں گی۔ اور یہ عملی نمونہ اور اللہ تعالیٰ کی بندگی کا یہ معیار خود بھی قائم کرنا ہے اور اپنی اولادوں کے اندر بھی پیدا کرنا ہے۔ تب ہی یہ وہ قربانی ہو گی جس کا آپ عہد کرتی ہیں کہ میں مذہب کی خاطر جان قربان کرنے والی بنوں گی۔ آج اللہ کے دین کی خاطر قربانی اسی بات کا نام ہے۔ اس کے احکامات پر عمل کر کے خود بھی اعلیٰ معیار قائم کریں۔ اپنی اولادوں کو بھی اعلیٰ معیار حاصل کروائیں اور معاشرے کو بھی اس کے عملی نمونے دکھائیں۔“

(الازھار لذوات الخمار، جلد 3 حصہ اول صفحہ 193)

ہم یہ عہد کرتیں ہیں کہ اپنی اولاد کو دین کے لیے قربان کر دیں گی۔ اس کی آج بڑی مثال ہمیں حضرت اماں جانؓ کی زندگی میں ملتی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

”جہاں تک وقف اور وقف کی روح کا تعلق ہے کس طرح احمدی مائیں اپنے بچوں کو وقف کرتی ہیں یا اپنے خاوندوں کو خدا کے حضور پیش کرتی ہیں یا اپنے بیٹوں کو پیش کرتی ہیں یا خود اپنے آپ کو پیش کرتی ہیں۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے تو حضرت اماں جان نصرت جہاں بیگمؓ کا ذکر کرتا ہوں۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے جس رنگ میں آپ کی تربیت فرمائی اور وہ تربیت جس طرح زندگی کا ایک دائمی نقش بن گئی اس کا نمونہ ایک خط کے جواب کے طور پر سامنے ہے۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد، جو اس وقت صاحبزادہ محمود احمد کہلاتے تھے، انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے ایک مشورے کا ذکر کرتے ہوئے حضرت اماں جانؓ کو لکھا کہ بتائیے آپ کی کیا منشا ہے۔۔۔ اس کے جواب میں حضرت اماں جانؓ نے لکھا: ”تمہارا خط پہنچا۔ سب حال معلوم ہوا۔۔۔ مولوی صاحب (حضرت خلیفہ المسیح الاولؓ) کا مشورہ ہے کہ پہلے حج کو جاؤ اور میرا جواب یہ ہے کہ میں تو دین کی خدمت کے واسطے تم کو اللہ تعالیٰ کی خدمت میں دے چکی ہوں۔ اب میرا کوئی دعویٰ نہیں۔ وہ جو کسی دینی خدمت کو نہیں گئے بلکہ سیر کو گئے، ان کو خطرہ تھا اور تم کو کوئی خطرہ نہیں۔ خداوند کریم اپنے خدمت گاروں کی آپ حفاظت کرے گا۔ میں نے خدا کے سپرد کر دیا، تم کو خدا کے سپرد کر دیا، خدا کے سپرد کر دیا اور یہاں سب خیریت ہے۔“ یہ وہ روح تھی جس روح نے آگے احمدی خواتین میں پرورش پائی۔“

(اوڑھنی والیوں کے لیے پھول، جلد 2 صفحہ 267-268)

جب یہ وعدہ کرلیا کہ ہم اپنا سب کچھ دین کے لیے قربان کریں گے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اب ہمارا کوئی حق نہیں ہے اور جب فرض کی ادائیگی کا وقت آئے گا تو ہم کوئی کوتاہی نہیں کریں گی۔ یہی سبق ہمیں حضرت اماں جانؓ نے سکھایا ہے۔

5۔ سچائی پر ہمیشہ قائم رہوں گی:

ایک اور بات جس کا ہم عہد کرتی ہیں یہ ہے کہ ''سچائی پر ہمیشہ قائم رہوں گی''۔ سچ بنیادی اخلاق میں سے ایک ہے۔ سچ کے بغیر انسان زندگی میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

''جماعت کے اندر سچائی کو قائم کیا جائے۔ جب تک کسی قوم میں سچائی قائم رہتی ہے وہ ہارا نہیں کرتی۔''

(اوڑھنی والیوں کے لیے پھول۔ صفحہ 436)

بعض اوقات ہم اپنی روزمرہ زندگی میں بہت سی ایسی باتیں کرتے ہیں جن کو ہم معمولی سمجھ رہے ہوتے ہیں لیکن آنحضرت ﷺ نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ اگر کوئی ماں اپنے بچے کو یہ کہہ کر بلائے کہ میں تمہیں کچھ دوں گی اور وہ اصل میں اسے کچھ نہ دے تو یہ بھی جھوٹ ہے۔ سچائی کی اہمیت بیان کرتے ہوئے حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''سچ ایک ایسی بنیادی چیز ہے کہ اگر یہ پیدا ہو جائے تو تقریباً تمام بڑی بڑی برائیاں ختم ہو جاتی ہیں اور نیکیاں ادا کرنے کی توفیق ملنا شروع ہو جاتی ہے۔ تبھی تو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں جب ایک شخص حاضر ہوا تھا اور اس نے عرض کی کہ میرے اندر اتنی برائیاں ہیں کہ میں تمام کو تو چھوڑ نہیں سکتا مجھے صرف ایک ایسی بیماری یا کمزوری یا برائی کے بارے میں بتائیں جس کو میں آسانی سے چھوڑ سکوں تو آنحضرتؐ نے جو سب سے زیادہ انسان کی نفسیات اور فطرت کو سمجھنے والے تھے آپؐ نے فرمایا: ٹھیک ہے، تم یوں کرو کہ صرف جھوٹ بولنا چھوڑ دو۔ وہ شخص بڑا خوش ہوا کہ چلو یہ تو بڑا آسان کام ہے۔ اٹھ کر چلا گیا اور اس وعدے کے ساتھ اٹھا کہ آئندہ کبھی جھوٹ نہیں بولے گا۔ رات کو جب اس کو چوری کا خیال آیا، کیونکہ وہ بڑا چور تھا اس کو خیال آیا کہ اگر چوری کرتے ہوئے پکڑا گیا تو آنحضورؐ کے حضور پیش ہوں گا اور اقرار کرتا ہوں تو سزا ملے گی، شرمندگی ہو گی۔ اگر انکار کیا تو یہ جھوٹ ہے۔ تو جھوٹ میں نے بولنا نہیں کیونکہ وعدہ کیا ہوا ہے۔ تو آخر اسی شش و پنج میں ساری رات گزر گئی اور وہ چوری پر نہ جا سکا۔ پھر زنا کا خیال آیا تو پھر یہی بات سامنے آ گئی۔ شراب نوشی اور دوسری برائیوں کا خیال آیا تو پھر یہی پکڑے جانے کا خوف اور جھوٹ نہ بولنے کا عہد یاد آتا رہا۔ آخر ایک دن وہ بالکل پاک صاف ہو کر حاضر ہوا اور کہا کہ اس جھوٹ نہ بولنے کے عہد نے میری تمام برائیاں دور کر دی ہیں۔ تو یہ ہے سچ کی برکت کہ صرف عہد کرنے سے ہی کہ میں سچ بولوں گا برائیاں دور ہو گئیں۔

تو جب کسی موقع پر آپ سچ بول رہی ہوں گی اور سچ کا پرچار کر رہی ہوں گی تو پھر اس میں کس قدر برکتیں ہوں گی۔۔۔ اس لیے ہمیشہ سچ کو مقدم رکھیں۔ سچ کو سب چیزوں سے زیادہ آپ کی نظر میں اہمیت ہونی چاہیے۔ سچی گواہی دیں۔ اپنے بچوں کو سچ بولنا سکھائیں۔''

(الازھار لذوات الخمار، جلد 3 حصہ اول صفحہ 58-59)

عورتوں کی گود کیونکہ آنے والی نسلوں کی تربیت گاہ ہے۔ اس لیے یہ بہت ضروری ہے کہ عورتیں سچائی پر قائم رہیں اور بہت باریکی سے سچ کی راہوں پر چلیں۔ حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرالعزیز فرماتے ہیں:

''ایک حدیث میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا: تمہیں سچ اختیار کرنا چاہیے کیونکہ سچ نیکی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے۔ انسان سچ بولتا ہے اور سچ بولنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں صدیق لکھا جاتا ہے اور پھر فرمایا جھوٹ بولنے والا کذاب لکھا جاتا ہے۔ (ابوداؤد کتاب الادب باب التشدید فی الکذب)۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو یہ صدق کے معیار حاصل کرنے کی توفیق دے اور کبھی ایسا وقت نہ آئے کہ اللہ کے ہاں کوئی احمدی عورت کذاب لکھی جانے والوں میں ہو۔''

(اوڑھنی والیوں کیلیے پھول، جلد 3 حصہ اول صفحہ 311)

6۔ خلافتِ احمدیہ کے لیے ہر قربانی کے لیے تیار رہوں گی:

ہم یہ عہد کرتیں ہیں کہ ہم خلافتِ احمدیہ کو قائم رکھنے کے لیے کسی بھی قربانی سے گریز نہیں کریں گی تو ہر قربانی میں اگرچہ ہمارا وقت، جان، مال اور اولاد ہر چیز شامل ہے، مگر اس بات کا اندازہ کرنے کے لیے کہ ہم اپنے اس عہد میں سچے ہیں یہی معیار ہے کہ ہم کس حد تک خلیفۂ وقت کے ہر حکم کی تعمیل کرنے والی ہیں۔ اگر ہم خلیفۂ وقت کے ارشادات اور ہدایات پر عمل نہیں کرتی تو ہم اپنے اس عہد میں صادق نہیں ٹھہر سکتیں کہ خلافتِ احمدیہ کے قائم رکھنے کے لیے ہر قربانی کے لیے تیار رہیں گی۔ اسی مضمون کو بیان کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سالانہ نے اجتماع لجنہ اماء اللہ برطانیہ 2004ء سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

”وہ تمام کام جو اللہ اور رسول ﷺ نے آپ کو بتائے اور جن کو کھول کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمارے سامنے پیش فرمایا ان پر عمل کرنا ضروری ہے۔ وقتاً فوقتاً خلیفۂ وقت کی طرف سے جو باتیں کی جاتی ہیں ان پر عمل کرنا ضروری ہے۔ صرف سن لینا اور کہہ دینا کہ اللہ نے اس کی توفیق دی تو اس پر عمل کریں گی، یہ کافی نہیں ہے۔ جب تک ایک لگن کے ساتھ اس پر عمل کرنے کی کوشش نہیں کریں گی کوئی فائدہ نہیں۔“

(الازھار لذوات الخمار جلد 3 حصہ اول صفحہ 194،193)

اللہ تعالیٰ نے مومنین کی جماعت کے ساتھ خلافت کا وعدہ کیا ہوا ہے، لیکن یہ وعدہ اطاعت کے ساتھ مشروط ہے۔ پس خلافت کے قیام کے لیے خلافت کی اطاعت نہایت ضروری ہے۔ آپ کسی کے لیے اسی صورت اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں جب آپ اس سے سچی محبت کرتے ہوں اور آپ کو یہ بھی معلوم ہو وہ بھی آپ سے گہری محبت رکھتا ہے۔ پھر ایسے وجود کے لیے آپ کی محبت اطاعت میں بدل جاتی ہے۔ اس بارے میں حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”جماعت ایک لڑی میں پروئی ہوئی ہے۔ اور نظامِ خلافت سے ان کو محبت اور تعلق ہے۔ اور خلیفۂ وقت کے اشارے پر اٹھنے اور بیٹھنے والے لوگ ہیں۔ یہ نظارے ہمیں جماعتِ احمدیہ سے باہر کہیں نظر نہیں آسکتے۔ افرادِ جماعت کا خلافت سے تعلق اور خلیفۂ وقت کا احباب سے تعلق ایک ایسا تعلق ہے جو دنیاداروں کے تصور سے بھی باہر ہے۔ اس کا احاطہ وہ کر ہی نہیں سکتے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے بڑا سچ فرمایا تھا کہ جماعت اور خلیفہ ایک ہی وجود کے دو نام ہیں۔“

(اوڑھنی والیوں کے لیے پھول، جلد سوم حصہ اول صفحہ 274)

اختتامیہ:

لجنہ اماء اللہ کا یہ عہد ہمیں ہماری ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے عہد کو پورا کرنے کی توفیق بخشے اور اس کے نتیجہ میں ہم پر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ان کو پورا کرنے کی توفیق بھی عطا فرمائے۔ تاکہ خلیفۂ وقت جو ہم سے توقعات رکھتے ہیں ہم ان پر پورا اترنے والی ہوں اور اسلام اور آنحضرت ﷺ کا جھنڈا پوری دنیا میں سربلند کرنے میں ہم اپنا کردار ادا کرنے والی ہوں۔ آمین۔

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”ہر عورت اور ہر لڑکی یہ سمجھے کہ آج اسلام اور آنحضرت ﷺ کی حفاظت کی ذمہ داری صرف اور صرف میری ہے۔ اور میں نے اپنی تمام تر صلاحیتوں اور استعدادوں کے ساتھ اس حفاظت کا حق ادا کرنے کی بھرپور کوشش کرنی ہے۔ اپنے علم اور روحانیت میں اضافہ کرنا ہے اور اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھنا جب تک اسلام کا جھنڈا تمام دنیا پر نہ گاڑ لوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔“

(احمدی مسلمان خواتین کی ذمہ داریاں صفحہ 68)

لجنہ اماء اللہ کی تنظیم کا جماعت اور خلافت کی خدمت میں کردار

بشریٰ لطیف

تاریخِ عالم پر نظر دوڑائیں تو ہر قوم اور مذہب کے عروج وزوال میں عورتوں کی خدمات کو نظر انداز نہیں کیا جاسکے گا۔ اللہ تعالیٰ نے جب انسان کی تخلیق کی تو اُس نے مرد و زن دونوں سے ہی با قاعدہ سلسلہ ٔپیدائش شروع فرمایا۔ وگرنہ وہ تو ہر چیز پر قادر ہے صرف مردوں کو ہی یہ شرف بخش دیتا لیکن نسل انسانی کی تخلیق جو انتہائی اعلیٰ ترین مقاصد کے تحت شروع ہوئی، اُسکی بقامیں سب سے اہم کردار اس صنف نازک کے حصّہ میں آیا۔ پھر آدم اور حوّا سے شروع ہوئی تاریخِ انسانی میں اس کمزور ہستی نے ہمیشہ ایسے جوہرِ نایاب دکھائے کہ مردوں کے شانہ بشانہ پوری ہمّت وعزم کے ساتھ اپنی خدمات اور قربانیوں کے نقوش نسل در نسل منتقل کرتی چلی گئی۔

اس طرح جو خمیر عورت کی تخلیق میں گوندھا گیا اس میں صبر وہمّت، عزم واستقلال، قوّت ارادی، محبّت وشفقت اور ایثار ہی ایثار کے وہ عناصر شامل کئے کہ ان کا حق ہر زمانہ کی عورت نے ادا کیا۔ اگر تکبّر وغرور کو شکست دینے کا وقت آیا تو حضرت آسیہ علیھا السلام نے فرعون جیسے متکبّر کا غرور خاک میں ملانے کا جو عظیم کارنامہ کیا اس کا ذکر قرآن پاک میں آیا اور مومنین کی کسوٹی پر پورا اُترنے کے لئے آپ کے کردار میں ڈھلنے کو معیار بنا دیا گیا۔ اسی طرح یہودیوں کو ان کی نافرمانی کی سزا بھی حضرت مریم علیھا السلام کے ذریعہ آئندہ نسل کے اجراء کے ذریعہ دی۔ گویا تمام یہودی مردوں کی نسل کا خاتمہ کر دیا اور مسیح ابنِ مریمؑ کو بن باپ پیدا کر کے اُن کے مُنہ پر ایسا زور دار طمانچہ مارا کہ وہ دنیا میں مُنہ دکھانے کے قابل نہ رہے اور پھر اُن کی عصمت وحیا کے پیکر بلند کردار کی بدولت حضرت مریم علیھا السلام کے کردار میں ڈھلنے کو بھی مومن ہونے کا معیار بنایا گیا۔ گویا عورت کی عظمت اور خدمت کا اعتراف انبیاء علیھم السلام نے بھی کیا اور قرآن پاک میں بھی ہر مردوزن کو مومن کہلانے کے لئے حضرت آسیہؑ اور حضرت مریمؑ جیسا روپ اختیار کرنے کا حکم دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعہ جب قربانیوں کا آغاز فرمایا تو حضرت حاجرہ علیھا السلام کی خدمات کو کون جھٹلا سکتا ہے؟

اور جس طرح ان حوّا کی بیٹیوں کی پر شوکت داستانیں قرونِ اولیٰ میں رقم ہیں، ویسی ہی اسلام کی نشاۃِ ثانیہ میں پھر سے صحابیات حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور بعد کی احمدی عورتیں رقم کرتی آرہی ہیں۔ الحمد للہ

چونکہ میرا عنوان لجنہ اماء اللہ کی خدمات پر ہے اس لئے سابقہ عظیم عورتوں کے ذکرِ خیر اور کارناموں کی اقتداء میں ہی، اسی روشنی سے منوّر نئی بہنوں کے

کاموں کا ذکرِ خیر کر رہی ہوں۔ جو نورانی کرنیں انہوں نے روشن کیں اور جو خوشبوئیں انہوں نے بکھیریں اُن سب کو یکجا کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ نے 1922ء میں اس تنظیم کا آغاز کیا۔ یعنی ایک باقاعدہ منظّم تنظیم جس کا مقصد دنیا میں اسلام اور احمدیت کی فتح کے جھنڈے لہرانے میں اعانت کرنا تھا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے ان باوفا وجودوں نے وہ نمونے دکھائے کہ کئی مواقع پر مردوں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔ کسی بھی تنظیم کے آغاز میں مالی اور نفسی جہاد ایک بنیادی حیثیت رکھتا ہے اور پھر جب مومن بننے کے لئے قربانیوں کی ضرورت پڑتی ہے تو ہر دو قسم کی قربانیاں پیش کرنی پڑتی ہیں۔ ایک جو خدا کی طرف سے ہوتی ہیں اور دوسری جو بندہ اپنے آپ پر عائد کرتا ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کا مقصد پاتا ہے۔

پس لجنہ اماء اللہ کی اس تنظیم کا جو مقصد تھا اُس کو پورا کرتے ہوئے اس گھر کی ملکہ نے اپنے گھر کی چار دیواری میں رہتے ہوئے بھی اور میدان عمل میں نکل کر بھی اپنی عظمت اور خدمات کے جھنڈے گاڑ دیئے اور یہ سفر حضرت امّاں جانؓ سے ہوتے ہوئے ہر احمدی عورت نے شروع کر دیا جو انشاء اللہ تعالیٰ ہمیشہ جاری و ساری رہے گا۔

جس طرح حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کا دست و بازو حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ بنیں اُسی طرح حضرت امّاں جانؓ نے اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کی تعمیر و ترقی میں حضرت مسیح پاک علیہ السلام کا ساتھ دیا اور قرآن پاک کے اس حکم کی تفسیر کا عملی آغاز فرمایا۔

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ

(البقرہ۔149)

"اور ہر ایک کے لئے ایک مطمح نظر ہے جس کی طرف وہ منہ پھیرتا ہے۔ پس نیکیوں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جاؤ۔"

(بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

اور مسابقت فی الخیر میں احمدی خواتین کے طرّہ امتیاز کا آغاز کر کے آگے سے آگے بڑھنے کے لئے راہیں متعین کر دیں۔ اور الٰہی جماعتوں کو مستحکم کرنے کے لئے تمام ابتلاؤں اور مصائب پر قابو پانے کے لئے اور خوف کی حالت کو امن میں بدلنے کے لئے تاریخ رقم کروادی۔

وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا

(النور۔56)

حضرت امّاں جان کے ذریعہ ایک وعدہ تو پہلے خدا نے یہ پورا کیا کہ 'يَتَزَوَّجُ وَيُوْلَدُ لَهٗ' کے ذریعہ پاک نسل کا آغاز ہوا اور دوسری طرف آپؓ کے نوروں کی تخم ریزی سے دنیا میں توحید کے پرچار کے لئے مالی خدمات کا سہرا بھی آپؓ کے ماتھے کا جھومر بنا۔ آپؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کے بعد بیعت لی اور عورتوں میں اوّل المبائعات کا شرف پایا اور پھر اس بیعت کا حق ادا کرتے ہوئے اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ مالی قربانی ہر تنظیم میں نمایاں کردار ادا کرتی ہے آپؓ نے سلسلۂ عالیہ کے لئے جو قربانیاں پیش کی ہیں ان کی نظیر بہت کم ملتی ہے۔ آپؓ کی زندگی کا ہر لمحہ خواتین اور احباب جماعت کی ترقی اور بہبود میں صرف ہوتا۔ نہ جائیداد کی پرواہ کی اور نہ زیورات کی بلکہ مسجد بنانے کی تحریک ہو یا مبلغ سلسلہ کی ضروریات کو پورا کرنے کا مسئلہ۔۔ درّثمین ہو یا لٹریچر کی اشاعت کیلئے رقم کی ضرورت۔۔ یا پھر مہمان خانہ کی ضروریات، آپؓ کی قربانیوں کو دیکھتے ہوئے عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

ان قربانیوں کے پیچھے جو رُوح کارفرما تھی وہ آپ کا توکل الی اللہ تھا۔ آپؓ اطیعواللہ اور اطیعوالرسول کے مشن کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام

کی صداقت پر کامل ایمان رکھتی تھیں۔ اس لئے ہر تحریک پر اپنے اموال کو خرچ کرنے میں ذرا دریغ نہیں فرماتی تھیں۔ آپؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں منارۃ المسیح کے کُل خرچ کا 10 فیصد حصّہ اپنی دہلی کی جائیداد فروخت کر کے ادا کیا۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مہمانوں کے واسطے لنگر خانہ کے قیام کیلئے جو خدمات آپؓ نے پیش کیں وہ بھی ناقابلِ فراموش ہیں۔

بعد ازاں جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد خلافتِ احمدیہ کا دورِ زرّیں شروع ہوا تو اس وقت بھی آپؓ اوّل المبائعات تھیں۔ حضرت امّاں جانؓ قدرت ثانیہ کی الٰہی بشارات کے مطابق اس کے ظہور پر ایمان رکھتی تھیں چنانچہ جہاں دیگر افراد جماعت کے ذہنوں میں مولانا نورالدینؓ صاحب کا نام جوش مار رہا تھا وہاں آپؓ کا دل بھی اسی نام پر متفق تھا۔ اور پھر آپؓ کی ساری زندگی خلیفۂ وقت کی اطاعت و فرمانبرداری کا اعلیٰ نمونہ رہی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے جون 1912ء میں احمدیہ بلڈنگ لاہور میں فرمایا:

"مرزا صاحب کی اولاد دل سے میری فدائی ہے میں کسی لحاظ سے نہیں کہتا بلکہ میں امر واقعہ کا اعلان کرتا ہوں کہ ان کو خدا کی رضا کے لئے محبّت ہے۔ بیوی صاحبہ کے مُنہ سے بیسیوں مرتبہ میں نے سُنا ہے کہ میں تو آپؓ کی لونڈی ہوں۔۔۔۔ مرزا صاحب کے خاندان نے میری فرمانبرداری کی ہے اور ایک ایک ان سے مجھ پر ایسا فدا ہے کہ مجھے کبھی وہم بھی نہیں آسکتا کہ میرے متعلق انہیں کوئی وہم آتا ہو۔"

(اخبار بدر 4، 11 جولائی 1912ء۔ بحوالہ حیات نور صفحہ نمبر 564)

پھر ہر تنظیم کا مقصد اپنے مشن کی تشہیر کے لئے لٹریچر کی اشاعت کرنا ہے۔ اس میں بھی حضرت امّاں جانؓ کے ساتھ ساتھ پر خلوص خواتین مبارکہ نے ہر آواز پر والہانہ لبیک کہتے ہوئے حسبِ حال مالی امداد کر کے استحکام خلافت میں نمایاں کردار ادا کیا۔ پھر استحکامِ خلافت میں تمام فتنوں کے سدِّباب کیلئے اور جماعتی ترقیات کے ساتھ ساتھ روحانی ترقیات کیلئے جب 1909ء میں اشاعت اسلام کی تیاری کرنے کیلئے مدرسہ احمدیہ کی بنیاد رکھی تو احمدی عورتوں نے مالی قربانیوں کے ساتھ ساتھ اپنے بچوں کو خدمتِ دین کیلئے پیش کیا اور حضرت حاجرہ علیھا السلام کی یاد تازہ کر دی۔ آج یہ وقف کی قربانی ترقی کرتے کرتے وقفِ اولاد کے ساتھ ساتھ وقفِ نو بھی بن گئی ہے۔

اسلام چیز کیا ہے خدا کے لئے فنا

ترکِ رضائے خویش پئے مرضیٔ خدا

وقفِ اولاد کی تحریک کی قربانیوں میں آغاز سے ہی کام شروع ہو چکا تھا۔ پھر جب 3 اپریل 1987ء میں خلافت رابعہ کے دَور میں احمدیت کے چوتھے علمبردارِ خلافت حضرت مرزا طاہر احمدؒ نے یہ تحریک شروع فرمائی تو ہزروں نہیں لاکھوں لجنات نے اس تحریک میں حصّہ لیا۔ یوں اب تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ اس طرح کئی لجنہ ممبرات حاجرہ علیھا اسلام کے نقش قدم پر اپنے بچوں کو خدمتِ دین میں وقف کر کے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت مریمؑ کی یادیں تازہ کرتی چلی جارہی ہیں۔ پھر مبلغین کی تبلیغ کے ساتھ ساتھ لٹریچر کی اشاعت میں مرکز احمدیت سے مختلف اخبارات کی اشاعت جن میں اکتوبر 1909ء میں اخبار "نور" 18 جون 1913ء میں اخبار "الفضل" 1912ء میں "احمدی خاتون" 1913ء میں "بدر" سمیت سب ابتدائی لٹریچروں کی مالی معاونت میں لجنات نے حصہ لیا اور آج جب احمدیت کا دور فضائی دور میں داخل ہو چکا ہے، لجنہ اماء اللہ کا قدم بھی چھلانگیں مارتا ہوا قربانی کی تاریخ رقم کر رہا ہے۔

MTA کی نعمت جسے روحانی مائدہ کہا گیا ہے، اس کے آغاز میں لجنات نے اپنے روزمرّہ کے اخراجات میں کمی کی اور اپنے خلیفۂ وقت سے ملاقات کے لئے

اور ان کے خطبات اور دوسرے تعلیمی واصلاحی پروگراموں کیلئے گھروں میں ڈش اینٹینا لگوائے۔ کئی لجنات نے جہیز میں صرف ڈش اینٹینا لینے کا مطالبہ کیا کہ ہمیں کچھ اور نہیں چاہئے صرف MTA کی نشریات سے مستفید ہونے کیلئے یہ روحانی مائدہ اور من وسلویٰ چاہئے اور پھر لجنات نے غریب اور پسماندہ علاقوں میں اپنے زیورات بیچ کر غریب لجنات کو اس نعمت سے مالامال کر دیا اور آج یہی MTA ساری دنیا میں اسلام اور احمدیت کا پیغام دنیا کے کونے کونے میں پہنچا رہا ہے۔

پھر تبلیغ کے ساتھ ساتھ مراکز اور بیوت اللہ کا قیام انتہائی ضروری ہے۔ جس طرح پہلے بیت اللہ کے قیام میں حضرت حاجرہ علیھا السلام نے قربانی دی اور جس کا مقصد صرف اور صرف قیام توحید اور صدائے اللہ اکبر کی گونج کو ہر کان تک پہنچانا تھا، اسی طرح احمدیت کی تاریخ میں بھی اس مقصد کی آبیاری کرنے میں لجنات کا نام سر فہرست ہے۔

خلافتِ اولیٰ کے دور میں، مسجد اقصیٰ کی توسیع میں لجنات نے خوب دل کھول کر چندے دیے۔ اور یوں 21 جنوری 1910ء میں حضرت امّ المؤمنین کی ہم رکابی میں دیگر احمدی خواتین نے پہلی جمعہ کی نماز پڑھی اور خطبہ سنا اور اس طرح خلافتِ اولیٰ میں اس سنت نبوی کا احیاء ہوا۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم۔ صفحہ 315 بحوالہ الفضل 21-31 مئی 2021ء)

اور پھر اس سلسلہ میں خلفائے احمدیت نے اپنی تاثیر قدسی سے احمدی مستورات میں جو انقلاب عظیم پیدا کیا اُس کا مشاہدہ بھی جماعت نے کیا۔ قادیان سے باہر جب حضرت مصلح موعودؓ نے یورپ میں مسجدوں کی تعمیر کی تحریک کی تو سب سے پہلے عورتوں کو یہ میدان سر کرنے کی تحریک کی۔ چنانچہ 2 فروری 1923ء کو آپ نے مسجد برلن جرمنی کی تعمیر کیلئے عورتوں سے مالی قربانی کا مطالبہ کیا تو لجنہ نے، جن کے مالی حالات بھی کچھ خاص نہیں تھے، اس کی تعمیر میں حصّہ لیا اور خلیفۂ وقت کی لونڈیاں بننے کا حق ادا کر دیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

”مجھے مسجد برلن کے چندہ کے متعلق اعلان کے لئے ابھی ایک ماہ نہیں گزرا کے ہماری بہنوں کے اعلیٰ درجہ کے اخلاص اور بے نظیر ایثار کے سبب سے چندہ کی رقم بیس ہزار سے اوپر نکل چکی ہے۔ ہماری جماعت ایک غریب جماعت ہے اور درحقیقت ہمارے پاس ایمان اور محبت باللہ ومحبت بالرسل ...کے متاع کے سوا، کہ وہی حقیقی متاع ہے اور کوئی دنیوی متاع اور سامان نہیں ہے“

(الفضل قادیان یکم مارچ 1923ء صفحہ نمبر 1 بحوالہ الفضل 21-31 مئی 2021ء)

یوں بیرونی دنیا میں بھی پہلی مسجد کی تعمیر عورتوں نے کی اور یہ سلسلہ انتہائی تیزی سے جاری ہے۔ بیت الفضل (لندن)، بیت المبارک ہیگ (ہالینڈ)، بیت نصرت جہاں کوپن ہیگن (ڈنمارک) یہ سلسلہ جاری ہے اور جاری رہے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ اسی طرح جرمنی میں بننے والی سو بیوت کیلئے بھی حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے حضرت سیدہ مہر آپا صاحبہ مرحومہ کی طرف سے خطیر رقم بطور عطیہ پیش کیں۔ تبلیغی میدان میں بھرپور حصّہ لینے کیلئے عورتوں کے علم کی ضرورت کے پیشِ نظر بھی حضرت مصلح موعودؓ کا لجنہ اماء اللہ پر احسان عظیم ہے۔ اس کی بھی ضرورت کے پیشِ نظر عورتوں نے بڑا حصّہ لیا۔ 17 مارچ 1925ء کو جب آپ نے مدرسۃ الخواتین جاری فرمایا تو آپؓ نے خود بھی پڑھایا۔ اس کا مقصد جماعت کی مستورات کو دینی و دنیاوی تعلیم اور تمام علوم کے زیور سے آراستہ کر کے جماعت کی آئندہ نسل اور بچیوں کی تعلیم و تربیت میں حصّہ لینا تھا۔ چنانچہ آپؓ فرماتے ہیں:

”میں پورے یقین کے ساتھ اس رائے پر قائم ہوں کہ عورتوں کی تعلیم کے بغیر کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی۔“

(الفضل قادیان 29 ستمبر 1931ء صفحہ نمبر 5)

پھر تدریس کی یہ سعادت حضرت امۃ الحیٔ صاحبہؓ، حضرت سیدہ سارہ بیگم صاحبہؓ اور حضرت سیدہ ام طاہر صاحبہؓ کے بعد حضرت مریم صدیقہ صاحبہؒ (چھوٹی آپا) کے حصّہ میں آئی اور خوب ہی آئی۔ آپ نے ایم۔اے تک تعلیم حاصل کی اور دینی تعلیمی وتربیت اس پر مستزاد یہ کہ قرآن کریم اور عربی صرف ونحو سبقاً سبقاً حضورؓ آپ کو پڑھاتے اور امتحان بھی لیتے۔ آپ نے تیزی سے لکھنے پر بہت دفعہ حضورؓ کی خوشنودی حاصل کی۔ تفسیر کے نوٹس لکھنا آپ کی ایک بہت بڑی سعادت تھی۔ حضورؓ نے 1947ء کے بعد بالعموم اپنے خطوط، مضامین اور تقاریر کے نوٹس آپ ہی سے لکھوائے۔

(گلہائے محبت صفحہ نمبر 95۔ بحوالہ الفضل 21-31 مئی 2021ء)

اور یوں عمر رسیدہ خواتین کے لئے تعلیم بالغاں نے اعلیٰ نتائج دکھائے اور تعلیم نسواں نے عورتوں میں قلمی جہاد کا جذبہ پیدا کیا اور تمام تحریکات کے لئے رقم جمع کرنے کی خاطر قربانی کا جذبہ ابھارنے کے لئے بعض ممبرات نے مضامین لکھ کر قلمی جہاد کیا۔

پھر آپؓ نے جب تحریک جدید اور وقف جدید کے ذریعہ اشاعت اور تراجم قرآن کریم کا آغاز کیا تو دو زبانوں میں تراجم قرآن کریم کی اشاعت بھی خواتین کے چندے سے ہوئی۔

حافظ قدرت اللہ صاحب نے ہالینڈ کی سرزمین میں انوار قرآنی پھیلا کر جب تبلیغی سفر کر کے پیغام حق پہنچایا تو چند ماہ کے اندر اندر مشرقی ہالینڈ کی ایک مخلص خاتون اسلام میں داخل ہو گئیں جنھوں نے قبول حق کرتے ہی مالی قربانی کر کے قرونِ اولیٰ کی مسلم خواتین کی مالی قربانیوں کی یاد تازہ کر دی۔

(تاریخ احمدیت جلد 11۔ صفحہ 153 تا 154)

علاوہ ازیں مختلف رسالوں جس میں سیرۃ النبی ﷺ کی زندگی کے حالات، نظم ونثر پر مشتمل ایک خاتم النبیّین نمبر کی بابرکت سکیم میں مسلسل 14 احمدی خواتین نے اپنے مضامین شائع کئے۔

پھر نفسی قربانیوں کا کیا ذکر کیا جائے تو شروع شروع میں جب مبلغین احمدیت کو دور دراز برّاعظموں میں تبلیغ کیلئے بھیجا گیا تو ان کی بیویوں اور ماؤں نے اپنی نفسانی خواہشات پر قابو پانے کا جو نظارہ پیش کیا وہ ناقابل بیان ہیں۔ اگر مردوں نے اپنی زندگیاں وقف کرنے کا ارادہ کیا تو عورتوں نے بھی اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ کئی کئی سال بغیر خاوندوں کے اپنے دن گزارے اور کبھی شکوہ نہ کیا۔ بلکہ تربیت اولاد میں بھی کوئی کمی نہ کی اور آئندہ زمانہ کی اصلاح کیلئے خلیفۂ وقت کے ہر حکم کی ایسی اطاعت کی کہ آپ کی عظمت میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے یہ نعرہ لگوایا کہ "سچے احمدی کی ماں زندہ باد"

ہر احمدی مخلص مومنہ عورت احمدیت کی صداقت کا نشان ہے۔ جس کے ذمہ دنیا کی اصلاح کا کام کیا گیا ہے۔ صرف عورتیں ہی دنیا کو مستقل ایمان بخش سکتی ہیں حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

"پس اگر عورتیں چاہیں تو وہ دنیا کو مستقل طور پر دین بخش سکتی ہیں۔۔۔۔۔ اور یہ کام اتنا بڑا ہے کہ نپولین کی فتح یا تیمور کی فتح یا ملکہ الزبتھ کی فتح یا اور بادشاہوں کی فتوحات اس کے مقابلہ میں بالکل ہیچ ہو کر رہ جاتی ہیں۔ قرآن کریم کہتا ہے کہ تم ہمیشہ کے لئے دین قائم کرو مگر یہ کس طرح ہو سکتا ہے میں نے آئندہ نسل کو پہلوں سے زیادہ دین دار بنانا ہے تو شیطان اس پر کس طرح قبضہ کر سکتا ہے۔ مردوں نے شیطان کا مقابلہ کیا اور ہمیشہ ناکام رہے۔ زیادہ سے زیادہ صرف ایک نسل کو دین پر قائم کرنے میں کامیاب ہوئے۔ صرف عورت ہی ہے جو شیطان سے مقابلہ کر سکتی ہے۔ اگر عورتیں فیصلہ کر لیں کہ ہم نے آئندہ نسلوں کو خادم دین بنانا ہے تو شیطان کس کو بگاڑے گا۔ آئندہ نسل پر شیطان کا اثر نہیں ہوتا، بلکہ ماں کا اثر ہوتا ہے۔"

(اوڑھنی والیوں کیلئے پھول۔ حصّہ دوم۔ صفحہ 95)

یہ تھے وہ جذبات جن کا اظہار حضرت مصلح موعودؓ نے عورتوں سے خطاب کرتے ہوئے مورخہ 17 ستمبر 1950ء میں بمقام احمدیہ ہال کراچی میں فرمایا۔

1923ء کے شروع میں شدھی کے خلاف جہاد میں احمدی مستورات نے جب امام وقت کی خدمت میں اپنی قربانی کے لئے خطوط لکھے تو آپ نے خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ پھر تحریک تحفظ ناموس رسول ﷺ میں جو ریزولیوشنز پیش کی گئیں یہ بھی خواتین کی بیدار مغزی، بہادری، جرأت اور دلیری کی آئینہ دار ہیں۔ پھر یہی نہیں تبلیغ کے میدان میں بے دھڑک تبلیغ ڈے میں بھی حصّہ لیتی تھیں۔

لجنہ میں محترمہ رخسانہ صاحبہ جن کو 9 جون 1986ء میں مردان میں شہید کیا گیا پہلی احمدی شہید خاتون ہیں جنہوں نے قربانی کا نذرانہ پیش کر کے احمدیت کی تاریخ میں اپنا نام چمکایا۔

الغرض تاریخ احمدیت میں لجنات نے جن خدمات سے قرونِ اولیٰ کی یادیں تازہ کی ہیں ان کا احاطہ کرنا تو دریا کو کوزے میں بند کرنے کے مترادف ہے۔ یہ سلسلہ قرونِ اولیٰ سے شروع ہوا تو اس وقت کی صحابیات نے اپنی اپنی بساط کے مطابق خدمات پیش کیں۔ پھر رفیقات مسیح پاکؑ نے جو قربانی کا مطمح نظر پیش کیا اسی کی بنیاد نے احمدیت اور خلافت کی خدمت میں یہ جذبہ اور جنون پیدا کیا ہے۔ آج کا جو دَور اب مادی دَور ہے اس دَور میں بھی لجنہ اماء اللہ کو کئی چیلنجز کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ ایک طرف طاغوتی اور شیطانی فتنے ہیں اور دوسری طرف مغرب کی نام نہاد آزادیٔ نسواں۔ لیکن الحمدللہ آج کے اس دَور میں بھی لجنہ اماء اللہ امامِ وقت اور خلافت احمدیت کے ساتھ عہدِ بیعت پورے کرنے میں کوشاں ہیں۔

ہجرت کے بعد حضرت مرزا طاہر احمدؒ نے جب لندن میں احمدیت کا نیا مرکز بنایا تو پھر لجنہ نے امامِ وقت کے ہر حکم پر لبیک کرتے ہوئے اپنی تمام تر خدمات پیش کیں جن میں مالی خدمات کے ساتھ ساتھ اپنا قیمتی وقت پیش کرنا بھی شامل ہے۔ ابتدائی دنوں میں تمام تر اجتماعات اور جلسہ سالانہ میں لنگر خانہ میں مہمانوں کی خاطر تواضع کیلئے کئی کئی گھنٹے کھانا پکاتیں۔ پھر مختلف خدمتِ خلق کے اسٹال لگا لگا کر چندہ اکٹھا کرتیں۔ زیورات کی قربانی سے تو احمدیت کی تاریخ بھری پڑی ہے خلیفۂ وقت کے ایک اشارہ پر یورپ کی بچیوں نے بھی اپنے چھوٹے چھوٹے منی بکس میں رقمیں جمع کر کے پیش کیں۔ افریقہ کے برِّاعظم میں آج جو سکول ہسپتال اور مساجد زیرِ تعمیر ہیں ان میں آج بھی کئی عمارتیں صرف اور صرف لجنہ اماء اللہ کی خدمات اور قربانی سے تعمیر ہو رہی ہیں۔ 213 ملکوں میں ہر مشن کی کامیابی میں لجنہ کی تنظیم اپنا فعال حصّہ ادا کر رہی ہے۔

الغرض جماعتِ احمدیہ کے استحکام میں جہاں جہاں ضرورت پڑی ہے اس محبت اور وفا کی دیوی نے ہمیشہ قربانی کے معیار کو بلند سے بلند کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

مغربی ممالک میں کٹھن مادہ پرست معاشرہ میں احمدی لجنات کی خدمات پہلے سے زیادہ بڑھ گئی ہیں۔ انہیں زمانے کے اتار چڑھاؤ، بگاڑ اور انتشار سے باخبر رہنے کے لئے زیادہ قربانیوں اور خدمات کے پیش کرنے کا چیلنج ہے۔ اس وقت نام نہاد آزادی نے جو تباہی مچادی ہے اس سے اپنی نسلوں کی حفاظت کا مشکل کام اب لجنہ اماء اللہ کی تنظیم کا مقصد ہونا چاہئے۔ الحمدللہ ہماری لجنات عہد بیعت پورا کرنے میں ہمہ تن مصروف ہیں۔

آج بھی احمدی عورت میڈیا اور انٹرنیٹ پر غیر اخلاقی پروگراموں کی تشہیر کے خلاف جنگ سے نبرد آزما ہے۔ آج اسے دو محاذوں پر جہاد کرنا پڑ رہا ہے۔ ایک تو گھر کی چار دیواری کے اندر اور دوسرا گھر سے باہر اپنے ارد گرد کے ماحول کو دلائل و کردار اور اخلاق کی بلندی سے مغربی معاشرے میں اسلام کے خلاف نفرت کو کم کرنا۔

پس آج پھر ہر احمدی عورت، بچی اور ماں کو ہر قسم کی اخلاقی بے راہ روی کے خلاف جہاد کرنا ہے۔ پردہ کے اندر رہتے ہوئے اپنی خدمات پیش کرنا ہیں۔ آج کی احمدی عورت کی ڈھال صرف پردہ اور اصل اسلامی پردہ ہے جو ہمیں شیطانی اثرات سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ مغربی تہذیب نے تو عورت کو سوسائٹی بنا کر حیا کے لباس کو اتارنے پر مجبور کر دیا ہے۔ لیکن احمدی عورت اپنی اس تنظیم کی مدد سے حیا کو زندہ رکھے ہوئے ہیں اور خلافت اور احمدیت کی ترقی میں بہترین داعی الی اللہ بن کر جہاد کر رہی ہے۔ اور نیک اور سعید روحوں کو خدا کی طرف بلا کر تبلیغی کاموں میں مصروف ہے۔ محبت سے دلوں کو فتح کر رہی ہے۔ دوسروں کی تکلیف کا احساس کرتے ہوئے اعلیٰ اخلاق کے ذریعہ محبت کی خوشبو بکھیر رہی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی قیادت میں ہم سب لجنہ اماء اللہ تمام تر جماعتی خدمات میں مصروفِ عمل ہیں۔ ہیومینٹی فرسٹ کے زیر اہتمام تمام تحریکات میں لجنات کی قربانیاں پھر سے نئی تاریخ رقم کر رہی ہیں۔ غرض یہ کہ خلیفۂ وقت کے ہر حکم کی اطاعت میں، خواہ وہ مالی جہاد ہو یا قلمی جہاد، اولاد کو قربان کرنے کا عہد ہو یا نفس کو قربان کرنے کا، مال، جان، وقت اور اولاد کی قربانی کا محض زبانی عہد نہیں بلکہ عملی ثبوت کی علمبردار، لجنہ اماء اللہ رہی ہے اور آئندہ بھی ان شاء اللہ رہے گی۔ ہر سال تحریک جدید کا میدان ہو یا وقف جدید کا وصیت کا عالمی نظام ہو یا خدمتِ خلق کا -- شخصی قربانی ہو یا قومی ہر میدان میں لجنہ اماء اللہ نے سچی خدمت گذار لونڈیاں بن کر ہر میدان میں اپنی خدمات پیش کی ہیں۔ تعلیمی میدان میں بھی اپنی قابلیت کا سکّہ جمایا ہے اور تبلیغی میدان میں بھی بہادری اور جرأت کا مظاہرہ کیا۔

ہمارا کامل یقین ہے کہ اسلام کی نشاۃِ ثانیہ خلافت سے وابستہ ہے اور خلافت سے محبت، اطاعت اور تعلق ہی وہ بنیاد ہے جس پر ہماری آئندہ کامرانیوں، ہماری نسلوں کے ایمان کی بقا اور خدا کی خوشنودی منحصر ہے۔ اگر آج کی احمدی عورت ہر قسم کے معاشرے میں رہتے ہوئے اپنا اپنا فرض ادا کرے گی تو ہی جماعت احمدیہ کی ترقی میں حصّہ لے گی۔ اگر وہ اپنی اولاد میں جماعت، خلافت اور خلیفۂ وقت کی محبت بڑھانے میں کامیاب ہو گی تو پھر ہی اُس کا رتبہ عظیم ہو گا۔ پھر ہی وہ ہر میدانِ جنگ میں اپنی جسمانی طاقت کے بل بوتے پر دشمنانِ اسلام کو شکست دینے میں کامیاب ہو گی۔ سو آج لجنہ اماء اللہ کی تنظیم کی سب سے بڑی خدمت اور کردار یہی ہے کہ مغربی معاشرہ ہو یا مشرقی افریقہ کے صحراؤں یا پھر امریکہ کی سرزمین، ہر احمدی عورت کا اہم ترین کردار یہ ہے کہ وہ اپنی اولاد کی صحیح تربیت کر کے انہیں مکمل انسان بنائے جو خلیفۂ وقت کے ایک اشارے پر اٰمَنَّا وَصَدَّقْنَا کہتے ہوئے تن، من اور دھن کی قربانی دینے والے مجاہد اور مجاہدات بنے اور اس معاشرہ کا نافع الناس وجود بن سکے۔ ایسی اولاد جو دین کو دنیا پر مقدم رکھنے والی، اپنی دنیاوی خواہشات کو قربان کرنے والی اور پھر آگے سے اپنی بھی اولاد کو خدا کی رضا کی راہوں پر چلانے والی بن سکے اور ان اشعار کی مصداق بن سکے۔ آمین۔

تم سے ہویدا آج ہے سر شعلۂ افکار بھی ... روشن ہے سورج کی طرح کردار بھی گفتار بھی

تم کو ملے گی دیکھنا اک عزم کی تلوار بھی ... توفیق بھی دے گا خدا اور جذبۂ ایثار بھی

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

کیا ہی یہ سچی بات ہے کہ عورت ایک خاموش کارکن ہوتی ہے۔ اس کی مثال اس گلاب کے پھول کی سی ہے جس سے عطر تیار کیا جاتا ہے۔ لوگ اس دکان کو تو یاد رکھتے ہیں جہاں سے عطر خریدتے ہیں مگر اس گلاب کا کسی کو خیال نہیں آتا جس نے مر کر ان کی خوشی کا سامان پیدا کیا۔ میں حیران ہوتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ یہ سامان پیدا نہ کرتا تو میں کیا کرتا۔ اور میرے لئے خدمت کا کون سا دروازہ کھولا جاتا اور جماعت میں روزمرہ بڑھنے والا فتنہ کس طرح دور کیا جاسکتا۔"

(یادایام، انوارالعلوم جلد 8 صفحہ 369 تا 370، بحوالہ الفضل 21-31 مئی 2021ء)

لجنہ اماء اللہ کا خواتین کی اصلاح میں کردار

(ڈاکٹر امتہ السلام)

اس عنوان میں لفظ 'اصلاح' یعنی' بہتری کی طرف تبدیلی' نے میری توجہ اپنی طرف مبذول کروالی۔ یہ کتنا وسیع معنوں کا لفظ ہے، جو انفرادی اور اجتماعی طور پر ہی نہیں بلکہ معاشی، معاشرتی اور سیاسی معاملات میں بھی، نیز ہر عمر اور جنس کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

ایک لیڈی ڈاکٹر اور انسانیت کی علمبردار ہونے کے ناطے میں نے سوچا، کیا ہم نے اپنے شعبۂ صحت کے حوالے سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ماننے والوں کی خصوصاً اور کل انسانیت کی عموماً، اصلاح کی طرف راہنمائی کرنے کی کوشش کی یا نہیں۔ بس یہی سوچ تھی جو میرے اس مضمون کو لکھنے کی وجہ بنی تاکہ ہم اپنا جائزہ لے کر زیادہ فعال اور منظّم طریقے سے بہترین اور اعلیٰ کام کر کے دوسروں کے لیے مثال قائم کر سکیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 2018ء میں برطانیہ احمدیہ مسلم میڈیکل ایسوسی ایشن کی سالانہ میٹنگ میں فرمایا:

" حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کا بنیادی مقصد انسانیت کی خدمت ہے۔ اور اس تعلق سے آپکی ہماری جماعت سے اُمیدیں بہت زیادہ تھیں۔ اس لیے میں بھی آپ سے یہ توقع اور اُمید رکھتا ہوں کہ آپ پوری دیانت داری سے اس مقصد کو لے کر آگے بڑھیں گے اور انسانیت کی خدمت کے لیے اپنی پوری توانائی اور قابلیت کو استعمال کریں گے۔"

(بحوالہ' اسماعیل'، اپریل تاجون 2018ء)

لجنہ کی تنظیم جب 1922ء میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ نے قائم فرمائی تو اسکی بنیاد عورتوں کی تعلیم و تربیت ہی تھی۔ آپؓ نے جو لائحہ عمل دیا اُس میں آپؓ نے فرمایا تھا کہ انسانی پیدائش کی غرض و غایت کو پورا کرنے کے لیے عورتوں کی کوششوں کی بھی اُسی طرح ضرورت ہے جس طرح مَردوں کی۔ جو سترہ ضروری امور آپؓ نے تجویز فرمائے ان میں علم حاصل کرنا اور دوسروں تک علم پہنچانا بھی شامل تھا جس کے لیے سیّدہ امتہ الحئی صاحبہ اور حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے کماحقہ کردار ادا کیا اور رہتی دنیا تک کے لیے مثال قائم کی۔

عورت، خاندان اور محبت کی تکون کے لیے صحت کی بہت اہمیت ہے۔ ایک عورت کی اچھی صحت پورے خاندان کی صحت اور نسلوں کی اعلیٰ تربیت کی ضامن ہوتی ہے۔ صحت کا مطلب مثبت رویہ اور جسم، روح اور دماغ کا مکمل طور پر مل کر کام کرنا ہے۔ اس کے لیے روح کی غذا یعنی مذہبی تعلیم کا ہونا بہت ضروری ہے۔ اس تعلیم کا بنیادی جزو انسانیت ہے۔ اور انسانیت ہر مذہبی تعلیم کی بنیاد ہے۔ اس سارے تسلسل میں اصلاح کے بہت سے پہلو ہیں۔ جس پہلو کو آج میں لے کر چلنا چاہتی ہوں وہ ہے "شِفا"۔

جیسا کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ڈاکٹروں کو دی گئی ہدایت میں فرمایا:

"شفا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہوتی ہے، اصل سبب وہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت شافی ہے، جو علاج میں کام آتی ہے۔ ڈاکٹر اور طبیب اللہ تعالیٰ کی اس صفت کے مظہر ہوتے ہیں۔ اس لیے چاہئے کہ علاج کرتے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف پوری توجہ ہو اور اس سے دعا کرو۔ کہ علاج میں تمہاری مدد کرے۔"

(الفضل 13 مئی 1924ء)

علاج کی بہت سی قسمیں ہیں۔ اعلیٰ ترین قسم یہ ہے کہ صحت مند رہنا اور ایسے حالات رکھنا کہ بیماری نہ آئے۔ دوسری قسم ہے کہ بیماری ہو جانے کی صورت میں وہ طریقہ اپنانا جو مکمل صحت یابی دے دے اور علاج کی تیسری قسم یہ ہے کہ مستقل دوائیوں کے ساتھ زندگی گذارنا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے ورلڈ وائیڈ احمدیہ مسلم میڈیکل ایسوسی ایشن کی بنیاد رکھی جس کا مقصد میڈیسن کے تعلق سے اسلام کی ترقی کے لیے اعلیٰ ترین درجے کا کام کرتے ہوئے انسانیت کی خدمت کرنا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ ریسرچ کے ذریعے اسلام کے تعلق سے میڈیکل سائنس اور صحت کے ساتھ جڑے مضامین میں ترقی کی راہیں ہموار کرنا، آپس میں اتفاق، دوستی، ہمدردی اور تعلیمی تعلقات کو بڑھانا، وقفِ عارضی کرکے اپنے علم سے دوسروں کو فائدہ پہنچانا بھی بنیادی مقاصد تھے۔ ان مقاصد کے لیے صرف ڈاکٹر ہی نہیں بلکہ صحت سے جڑے دوسرے تمام شعبہ جات کو بھی ایک پلیٹ فارم پر اکٹھے ہو کر کام کرنا ہے۔

آج احمدیہ میڈیکل ایسوسی ایشن دنیا کے بہت سے ملکوں میں قائم ہے اور صحت کے معاملہ میں فعال کردار ادا کر رہی ہے۔ تنظیم بننے کے بعد ابتدائی چند سالوں تک لجنہ کا کردار نہ ہونے کے برابر تھا۔ جسکی بنیادی وجہ لجنہ ڈاکٹروں کا زیادہ تعداد میں نہ ہونا تھا۔ جلسہ سالانہ کے موقع پر فرسٹ ایڈ کی سہولت جب رضاکارانہ طور پر مہیا کرنی شروع کی گئی تو عورتوں کی طرف بھی مردوں کی ٹیم سے فرسٹ ایڈ کی سہولت مہّیا کی جاتی تھی۔

تنظیم بننے کے کچھ عرصہ بعد جلسہ سالانہ کے موقع پر ملک بھر سے آئے ڈاکٹروں کی سالانہ میٹنگ میڈیکل ایسوسی ایشن کے صدر کے ساتھ منعقد ہونا شروع ہوئی۔ لجنہ ڈاکٹرز اور میڈیکل کے طالب علم ان میٹنگوں میں سب سے پیچھے بیٹھا کرتے تھے اور جہاں ضرورت ہوتی وہ شامل گفتگو ہوتے اور تعارف کا حصّہ بنتے۔ محض خدا تعالیٰ کے خاص فضل و کرم سے اب احمدیہ میڈیکل ایسوسی ایشن برطانیہ لجنہ ٹیم میں صرف ڈاکٹرز ہی نہیں بلکہ نرسز، فارمسسٹ، ڈینٹسٹ، ریڈیالوجسٹ، فزیوتھراپسٹ، آپٹومیٹرسٹ، بچوں کے ڈاکٹر اور پیرامیڈکس کے ماہرین کے علاوہ ان ڈسپلنز کے طالب علم بھی شامل ہوتے ہیں۔ صحت کے شعبہ سے جڑی لجنہ کی بڑی تعداد احسن طریق سے اپنے گھر، بچوں اور نوکری کی ذمّہ داریوں کو نبھاتے ہوئے رضاکارانہ طور پر قابلِ تعریف و تقلید کام کر رہی ہیں۔ لجنہ احمدیہ مسلم میڈیکل ایسوسی ایشن کی ممبران کو یوکے نیشنل شعبہ صحت جسمانی

کے ساتھ مل کر نمایاں کام کرنے کا موقع ملا جس میں لجنہ نیشنل اجتماع، ریجنل اجتماع، لوکل اجتماع، لوکل میٹنگز،
وقفِ نو اجتماع، مینا بازار، تعلیم و تربیت کلاسسز اور سپورٹس ڈے کے موقع پر صحت اور بیماری سے متعلق لیکچر دیے گئے،
صحت کی ورکشاپس لگائی گئیں، جن میں PowerPoint Presentations استعمال کی گئیں اور لجنہ کے سوالوں کے
جواب دیئے گئے۔

سائنس، ریسرچ اور انسانی صحت کا آپس میں بہت گہرا تعلق ہے جیسا کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے احمدی
ڈاکٹروں کو ہدایت دیتے ہوئے فرمایا،

"تحقیقات کرنے کی عادت ڈالو۔۔۔ چاہیئے کہ جدید تحقیقاتوں کا مطالعہ کرو۔ اور پھر عقل سے کام لو۔ اگر ان پر علمی
جرح مشکل ہے تو عمل سے معلوم کرو"

(الفضل 13 مئی 1924ء)

اس اصولی تعلیم کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ایک سوالنامہ، لجنہ کی جسمانی اور ذہنی صحت کو بنیاد بنا کر، اردو اور انگلش میں بنایا گیا۔ لجنہ اجتماع کے موقع پر لجنہ کو اس سوالنامہ کو پُر کرنے کی درخواست کی گئی۔ ان سوالناموں کے تجزیہ کے بعد، کہ لجنہ کو صحت سے متعلق کن بیماریوں یا پریشانیوں کا سامنا ہے، ان کی صحت کے بارے میں پروگرام بنائے گئے، جن کا مقصد اپنا قیمتی وقت نکال کر آنے والی لجنات کو معلومات فراہم کرنا تھا کہ وہ کیسے خود کو اور اپنے خاندان کو صحت مند رکھ سکتی ہیں۔ اگر کوئی بیماری جیسے بلڈ پریشر، ذیابیطس، کینسر، ذہنی بیماری، الرجی وغیرہ خاندان میں موجود ہے یا اگر وہ خود اسکا شکار ہیں تو کیسے ان مسائل کے باوجود فعّال زندگی گزاری جا سکتی ہے، اور اپنی نسلوں کو ان سے کیسے بچایا جا سکتا ہے۔

اسی طرح بعض اور باتیں جو بظاہر غیر اہم محسوس ہوتی ہیں۔۔ جیسے کسی بیماری کے لیے مختلف طرح کی دوائیوں کا بغیر مشورہ کے خود سے استعمال کر لینا یا مختلف سکریننگ پروگرام جیسے breast screening یا cervical screening اور مختلف vaccinations سے متعلق Lectures اور دوسرے طریق سے رہنمائی دی گئی کہ لجنہ کیسے بروقت ڈاکٹر سے مدد لے سکتی ہیں۔ اس پر اعتبار کر سکتی ہیں اور اپنے اور اپنے خاندان کے لیے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھا سکتی ہیں۔ سن یاس، عورتوں اور بچیوں کی پرسنل Hygiene اور بچوں کی صحت جیسے حسّاس مسائل پر بھی لجنہ کو معلومات فراہم کی گئیں۔

ورزش کی اہمیت اور مختلف روزانہ کرنے والی ورزشیں بتائی گئیں۔ ان سب لیکچرز اور presentations کو شعبہ صحت جسمانی سیکرٹریز کو بھجوایا گیا اور لجنہ ویب سائٹ پر بھی ڈالا گیا۔ تا کہ بوقت ضرورت لجنہ ان سے فائدہ اُٹھا سکیں۔ اردو اور انگلش تراجم کے ساتھ Leaflets اور کتابچے بعنوان 'چھاتی کا سرطان، ذیابیطس، رمضان' وغیرہ بھی شعبہ صحت جسمانی سیکرٹریز کو بھجوائے گئے تا کہ وہ ایک عام لجنہ کو زیادہ سے زیادہ معلومات اور رہنمائی دے کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ماننے والوں کی نسلوں کا خیال رکھ سکیں۔ تا کہ ہماری ذہنی اور جسمانی کمیاں غلبۂ اسلام کی راہ میں رکاوٹ نہ ہوں۔

لجنہ احمدیہ مسلم میڈیکل ایسوسی ایشن نے شعبہ صحت جسمانی کے ساتھ مل کر انعام کے لیے مقابلہ کرایا، جس کے لیے چار موضوع لجنہ اور خاندان کی ضرورت کے مطابق رکھے گئے اور ہر موضوع کے لیے تین مہینوں میں انہوں نے اپنے حلقہ کی لجنات کی راہنمائی کرنی تھی۔ ان کو ساتھ لے کر چلنا تھا۔ رپورٹ فارم میں خاص بات "AMMA" پرائز تھا جس میں انہوں نے اپنی اور لجنہ کی کاوشوں کا ذکر کرنا تھا۔ یہ تمام موضوعات بھی سوالنامے کی ریسرچ کی بنیاد پر چنے گئے تھے جیسے

Healthy eating/personal hygiene/hygiene of children

Exercise, promoting daily physical activity together as family

Kids health focus on healthy diet & lunch box

اس پروگرام میں تمام ہیلتھ اینڈ فٹنیس سیکریٹریوں اور حلقوں نے دلچسپی لی اور اعلیٰ درجے کا کام کیا۔ یہاں میں یہ ضرور کہنا چاہتی ہوں کہ سوائے چند ایک کے ،کسی بھی سیکریٹری کا شعبہٴصحت سے تعلق نہ تھا۔ اور جن سیکرٹریز اور ان کے حلقوں نے نمایاں کام کیا وہ شعبہ صحت سے بالکل تعلق نہیں رکھتی تھیں۔ اس مقابلے میں انعام حاصل کرنے والی سیکرٹریز کو AMMA کی سالانہ میٹنگ میں جب حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ سے انعام لینے کا موقع ملا تو وہ لجنہ AMMA کی بہت شکر گزار تھیں کہ خلیفہٴوقت سے انعام ملا جس کی کبھی ان کو امید بھی نہیں تھی۔ یہ خلافت اور احمدیت کی برکت تھی کہ وہ عاملہ کی ممبر بنیں اور انکو اپنے حلقے کی لجنات کے ساتھ مل کر اس خدمت کا موقع ملا۔

اس دیئے گئے سوالنامے کے تجزیہ کو Global Health (May-Aug 2017) میں بعنوان

Measuring healthy life style & mental health indicators in South Asian women using the "your health quality of life & well being" Questionnaire

شائع کرنے کا موقع ملا۔

جلسہ سالانہ یو۔کے کے موقع پر فرسٹ ایڈ کی خدمت سرانجام دیتے ہوئے مریضوں کی دیکھ بھال، انتظامات، ضروریات اور کام کے بارے میں ایک ریسرچ آرٹیکل لکھنے کا موقع ملا تاکہ عام لوگ بھی ہمارے تجربات سے فائدہ اُٹھا سکیں۔

Mass gathering medical case : a respective analysis

(Published in Journal of Paramedic practice vol 7 No 11 -2015

دونوں آرٹیکلز سے جماعتی تعارف کا اعلیٰ موقع ملا اور دونوں کے، خاص طور پر Mass Gathering کے

بہت سے reviews بھی آئے۔ اور لجنہ کی طرف سے فرسٹ ایڈ ڈیسک کا فیڈ بیک بھی بہت اچھا تھا۔

علم انٹرنیشنل پبلشنگ ادارے کی طرف سے شائع کردہ کتاب ENT Clinic

UK 2008 کے سینٹنری جلسہ سالانہ کے موقع پر صدر لجنہ یو۔ کے نے لجنہ کی طرف سے حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ

کی خدمت میں تحفتاً پیش کی۔

اسی طرح کتابیں ENT Made Easy اور Allergy and Asthma Made Easy بھی برطانیہ

میں شائع ہوئیں۔ جماعت کے قائم کردہ تمام ہسپتالوں میں یہ کتابیں تحفتاً بھجوائی گئیں۔ ان سب کتابوں کا ہر طرف سے بہت اچھا رسپانس ملا اور

باقاعدہ تعریفی اور شکریہ کے پیغامات وصول ہوئے۔ ہمارے ہسپتالوں اور ڈسپنسریوں میں ہر جگہ ان بیماریوں کے ماہر موجود نہیں اس لیے یہ کتابیں

علاج کے لیے بہت مددگار ثابت ہو رہی ہیں۔ لجنہ AMMA کی اشاعتی کوششوں کا ذکر کرتے ہوئے، مَیں جماعتی اخبارات اور رسائل کا ذکر بھی کرنا چاہوں گی

جن میں صحت کے تعلق سے مضامین چھپے۔ ان میں سر فہرست الفضل انٹرنیشنل، النصرت، ھوالشافی، فرانس کا لجنہ میگزین، روزنامہ الفضل اور مصباح (جب یہ

چھپا کرتا تھا) میں کافی تواتر سے مضمون چھپے۔ صحت کے تعلق سے مضامین جن میں 'ہماری صحت'، 'صحت کا خیال رکھنا کیوں ضروری ہے'، 'صحت کا عمر کے ہر

حصّہ میں خیال'، 'عورتوں اور بچوں کی صحت'، 'رمضان اور صحت'، 'ہمارا کھانا اور صحت'، 'صحت مند افطار و سحر'، 'ذیابیطس اور روزہ'، 'ذیابیطس'،

بلڈ پریشر'، 'نشہ'، 'سن یاس'، 'غدود کی بیماریاں' وغیرہ شامل ہیں۔ ذہنی صحت کے متعلق الفضل انٹرنیشنل میں قسط وار مضمون چھپے اور حضور اقدس نے لجنہ

اجتماع کے موقع پر Mental Health مضمون کا ذکر کیا۔ اور اخباروں میں بھی اسکے بارے میں اچھے تبصرے تھے اور صرف لجنہ ہی نہیں بلکہ دوسرے لوگوں

نے بھی مضمون میں دلچسپی لی۔

لجنہ کے نیشنل، ریجنل اور لوکل فنکشنز کے علاوہ سپورٹس ڈے، مینا بازار اور ہیلتھ ڈے کے موقع پر لجنہ کا ہیلتھ چیک کیا جاتا ہے، جس میں وزن، بلڈ

پریشر، بلڈ شوگر اور BMI شامل ہوتا ہے۔ اور مشورہ دیا جاتا ہے کہ اپنے آپ کو کسطرح صحتمند رکھا جا سکتا ہے۔ جہاں ضرورت محسوس ہو، انچارج ڈاکٹر صاحبہ کی

طرف سے فیملی ڈاکٹر کو ایک خط مریض کے ہاتھ بھجوایا جاتا ہے تاکہ بروقت متوقع بیماری کی تشخیص ہو سکے اور علاج ہو سکے۔ صحت مند وزن سے زیادہ وزن والی لجنہ

کی بڑی تعداد معائنہ کرواتی اور مشورہ لیتی ہیں۔ بچوں کی صحت کا بھی معائنہ کیا جاتا ہے۔ پچھلے چند سالوں سے ہیلتھ سٹال میں آنکھوں کا معائنہ کرنا بھی شروع کر دیا

ہے۔ جس کا لجنہ سے زیادہ بچوں نے فائدہ اُٹھایا۔ ان پروگراموں میں ہر دن 2 سے 3 بچے آنکھوں کے معائنے کے لیے ریفر کیے گئے۔

ایک ریجنل فنکشن کے موقع پر ایک لجنہ خاص طور پر میرے پاس آئیں۔ وہ بہت جذباتی ہو کر شکریہ ادا کرنے لگیں کہ آپکی ٹیم نے میرے بچے کی

آنکھوں کی کمزوری کی تشخیص کی۔ کہنے لگیں کہ میں نے تو کبھی ایسا سوچا بھی نہیں تھا۔ ہمارے خاندان میں کوئی بھی عینک نہیں لگاتا۔ ان کا بچہ سب سے آگے بیٹھ کر

TV دیکھا کرتا تھا اور وہ سختی سے اسے پیچھے بٹھاتی تھیں۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ بہت سے بچے اپنی آنکھوں کی کمزوری کو بتانے کے لیے الفاظ نہیں پاتے۔

تمام جماعتی فنکشنز میں اور کریئر فیئر کے موقع پر لجنہ AMMA نے سٹال لگایا اور معلومات دیں کہ ہم کون کون سی سروسز ان کو دے سکتے ہیں جس سے

وہ ڈاکٹر، نرسنگ اور دوسرے صحت سے جڑے شعبے میں جاسکتے ہیں۔

وائس آف افریقہ ریڈیو اسٹیشن پر اسلام اور احمدیہ جماعت کے لیے پروگرام مختص تھا۔ اسکے علاوہ عورتوں کا شو WOMEN TO WOMEN ہوتا تھا۔ جس میں لجنہ AMMA کو 3 سال سے زیادہ تسلسل سے پروگرام کرنے کا موقع ملا۔ یہ دونوں پروگرام بہت مقبول تھے۔ اب وائس آف اسلام ریڈیو اسٹیشن پر لجنات ڈاکٹرز، مارننگ شو اور شام کے شو میں شامل ہوتی ہیں۔ اور کوئی خاص موقع ہو تو اس میں بھی شامل ہوتیں ہیں۔ آجکل بھی ایک ٹیم صحت کے حوالے سے پروگرام پیش کرنے پر کام کر رہی ہے۔ لجنہ کو صحت کے حوالے سے MTA پر بھی چند پروگرام پیش کرنے کا موقع ملا۔ آجکل COVID کے تکلیف دہ وقت پر لجنہ ڈاکٹروں نے ریجنل اور لوکل سطح پر راہنمائی فراہم کی۔ اور Electronic میڈیا کے ذریعہ میٹنگز میں بھی حصہ لیا اور ریڈیو شوز اور مذاکرات میں بھی۔ جماعتی سینٹروں میں Covid Vaccinations کے لیے لجنہ ڈاکٹروں نے ہی نہیں بلکہ میڈیکل اسٹوڈینٹس نے بھی ڈیوٹی دی۔

لجنہ AMMA صرف برطانیہ میں ہی نہیں بلکہ دوسرے ملکوں میں بھی فعّال رہتی ہے۔

چند سال پہلے فرانس میں ہیلتھ ڈے منایا گیا جس میں لجنات نے حصہ لیا اور بلڈ پریشر، سن یاس، ذیابیطس اور ذہنی صحت پر مقالے پڑھے گئے اور بعد ازاں حاضرین کے سوالوں کے جواب بھی دیئے گئے۔ اس پرگرام کو بہت سراہا گیا اور اس سلسلہ کو جاری رکھنے کی خواہش کا اظہار بھی کیا گیا۔ لجنہ AMMA کو جرمنی میں سالانہ جلسہ کے موقع پر لجنہ AMMA جرمنی کی میٹنگ میں شامل ہونے کا موقع ملا اور State of the Art lecture presentation کرنے کی توفیق ملی۔ اسی طرح ہیلتھ کے لیف لیٹ یا مضامین جرمنی کی لجنہ کے ساتھ شئیر کرنے کی توفیق ملی۔ تاکہ ان کو جرمن زبان میں ٹرانسلیٹ کر کے لجنہ کے فائدے کے لیے استعمال کیا جاسکے۔ اسی طرح AMMA کی Spring Meeting کے scientific Session کا حصہ video link سے جرمنی AMMA لجنہ نے attend کیا۔

حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ کے 2018 کی احمدیہ مسلم میڈیکل ایسوسی ایشن کی سالانہ میٹنگ کے خطاب کی روشنی میں جس میں آپ نے وقفِ عارضی کی طرف توجہ دلائی تھی، لجنہ AMMA کو بھی پاکستان میں دو دفعہ اور گھانا اور گوئٹے مالا میں بھی وقفِ عارضی کرنے کا موقع ملا جس میں ان کو Eye Department، Cardiology اور Psychiatry میں کام کرنے کا موقع ملا۔ ان ٹیموں میں ایک غیر احمدی Eye کی ٹیکنیشن اور ایک Optometrist بھی شامل تھیں۔ غیر احمدی خاتون نے اپنے تجربہ کو ہمارے لیے رپورٹ میں بھی لکھا۔ لندن ریجن کے Family Fun Day کے موقع پر لجنہ کو اسٹال لگانے کی توفیق ملی۔ جہاں آنے والوں کو فرسٹ ایڈ کی ٹریننگ دی گئی اور ان کا 'ہیلتھ چیک' کیا اور Basic Life Support کی ٹریننگ دی گئی۔ اسکے علاوہ ہیومینٹی فرسٹ کے لیے فنڈ ریزنگ کی توفیق بھی ملی۔

حضور اقدس کے ارشاد کے مطابق وقفِ نو بچوں کے والدین جو ان کو ڈاکٹر بنانا چاہتے ہیں، اور جو وقفِ نو بچے ڈاکٹر بننا چاہتے ہیں اسکے لیے لجنہ سٹوڈنٹ سپورٹ لیڈ اور ان کی ٹیم کام کر رہی ہے۔ اس وقت کچھ بچے جو، جونیئر اور سینئر اسکول میں ہیں اور چند بچے "O" اور "A" لیول میں ہیں۔ ان کے والدین راہنمائی حاصل کرتے ہیں جن میں اسکول میں مضامین کے چناؤ، پرسنل اسٹیٹمنٹ، ورک experience، یونیورسٹی کا چناؤ، انٹرویو کی تیاری اور میڈیکل کی پڑھائی کے دوران بھی مشورہ اور مدد دی جاتی ہے۔

AMMA یو کے نے مستقبل کے میڈیکل کے طالبعلموں کے لیے ایک دن کا پروگرام کیا۔ انکو میڈیکل کالج میں داخلے اور مختلف طریقوں کے انٹرویوز کی تیاری کرنے میں راہنمائی کی گئی۔ اس میں لجنہ نے نمایاں کام کیا۔ اسی طرح باہر کے ملکوں سے آنے والے ڈاکٹروں کو برطانیہ میں کام کرنے، یہاں کے نظام کو سمجھنے کے بارے میں ایک دن کا نیشنل پروگرام کیا گیا۔ جس میں لجنہ نے بھی نمایاں حصہ لیا۔ یہاں ڈاکٹروں کو لائف سپورٹ کا ہنر سکھایا گیا۔ جو دوسرے ملکوں میں کم توجہ سے کروایا جاتا ہے۔ وقفِ نو لجنہ ڈاکٹرز کی بھی راہنمائی کرنے کی نمایاں توفیق ملی جن میں سے کچھ نوکری کر رہی ہیں اور چند امتحانوں کی تیاری کر رہی ہیں، لجنہ کی سروسز ان کی راہنمائی کے لیے موجود ہوتی ہیں۔

لجنہ AMMA یو۔کے اپنی گھریلو، بچوں اور خاندانی ذمہ داریوں کو خوشدلی سے نبھاتی ہوئی اپنے امتحانات اور نوکری کے تقاضے بھی پوری کرتی ہیں اور رضاکارانہ طور پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ماننے والوں کی خدمت کو بھی حاضر ہوتی ہیں۔

AMMA کی سالانہ جنرل میٹنگ ہر سال کا سب سے اہم پروگرام ہوا کرتی ہے جس کا پہلا حصہ scientific سیشن ہوتا ہے۔ جہاں ڈاکٹرز اپنی ریسرچ، پوسٹر اور مقالے پیش کرتے ہیں۔ جنرل میڈیکل کاؤنسل اور ڈیفنس یونین کے نمائندگان بھی شامل ہوتے ہیں۔ اس میٹنگ کو رائل کالج کی طرف سے continuous professional development کے لیے تعلیمی پوائنٹ CPD دیئے جاتے ہیں جو ڈاکٹروں کی سالانہ رپورٹ میں فائدہ مند ہوتے ہیں۔ اس تقریب کے آخری سیشن میں خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ تشریف لا کر رونق بخشتے ہیں اور حاضرین سے خطاب فرماتے ہیں۔ خطاب سے پہلے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ صحت کے تعلق سے نمایاں کام کرنے والوں کو تعلیمی انعام بھی تقسیم فرماتے ہیں۔ یہ پروگرام ہر احمدی ڈاکٹر بلکہ اب باہر کے ملکوں سے آنے والے ڈاکٹرز بھی اٹینڈ کرنا چاہتے ہیں۔

ہر احمدی کی طرح لجنہ جماعت کے ہر شعبہ میں اور پروفیشنل لجنہ اپنے مخصوص شعبہ جات میں ہر وقت کام کرنے اور مدد کرنے کے لیے تیار ہوتی ہیں۔ یہ سب ٹیم ورک، دعاؤں اور اخلاص سے کام لیتے ہوئے اپنی ذمہ داری کو سمجھنے سے کامیاب ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ ہمیں اسی طرح خدمت کی توفیق دیتا چلا جائے۔

آمین ثم آمین۔

لجنہ اماء اللہ کی مالی اور جانی خدمات

(سلطانہ جاوید، New Malden)

خدائے رحمٰن بنی نوع انسان کو اپنی قربت اور رحمت کے عظیم الشان انعامات سے نوازنے کے لیے مختلف جہتوں کی طرف رہنمائی فرماتا ہے۔ کبھی مال خرچ کرنے کے طفیل اسے سات سو گنا بڑھانے کی نوید سناتا ہے تو کبھی اپنی راہ میں جان کا نذرانہ پیش کرنے والوں کو حیات ابدی کی بشارت دیتا ہے۔ جواباً دیوانے اپنے مولا کریم کے پیار کے ان جلووں کو سمیٹنے کے لیے "ان صلوتی ونسکی و محیای و مماتی للہ رب العٰلمین" کی عملی تصویر بننے کی کوشش میں جُت جاتے ہیں۔ خواہ مرد ہوں یا عورتیں، اپنا سب کچھ ربّ العالمین کی راہ میں نچھاور کرنے کے لیے بے چین رہتے ہیں۔ بعینہٖ یہی نمونہ احمدی مسلمان خواتین کی تنظیم لجنہ اماء اللہ میں بھی واضح نظر آتا ہے۔

ذیل میں اس تنظیم کی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے لئے مالی اور جانی قربانیوں کا تذکرہ ہوگا۔

مالی خدمات

کسی بھی قوم یا ریاست کی کامیابی اور ترقی کا دارومدار اس قوم کے افراد کے جذبۂ قربانی پر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ احمدیت کا ایک ایک ورق گواہ ہے کہ آغاز سلسلہ سے ہی احمدی خواتین مسیح الزماں اور ان کے مقدس خلفاء کی ہر میدان میں دستِ راست بن کر ابھریں اور اس خدائی سلسلہ کو بام عروج تک پہنچانے کے لیے جب جب مالی قربانی درکار ہوئی، احمدی خواتین نے اپنا مال و زر حتیٰ کہ اپنے محبوب قیمتی زیورات بھی خلیفۂ وقت کے قدموں میں یہ کہتے ہوئے ڈھیر کر دیے:

؎ میرے آقا پیش ہے یہ حاصلِ شام و سحر

لجنہ جانتی تھیں کہ خدائے عزّ و جل کے قول کے مطابق حقیقی نیکی کا معیار حاصل کرنے کے لیے اپنی محبوب ترین چیز ہی پیش کرنا ہوگی۔

حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ (حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا) وہ برگزیدہ ہستی تھیں جنہیں خدا تعالیٰ نے اپنے پیارے مسیح علیہ السلام کے لیے چن لیا تھا۔ آپؓ نے خواتینِ سلسلہ کے لیے ایسی تربیتی راہیں ہموار کر دیں جن کی مسافر بن کر وہ رضائے الٰہی کی منزل کو پا سکتی ہیں۔

ابتدائے سلسلہ میں مہمان نوازی کا تمام خرچ خود مسیح پاک علیہ السلام برداشت کرتے تھے اور ان قربانیوں میں آپ علیہ السلام کی شریک سفر حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا شانہ بشانہ نظر آتی ہیں۔ جس کی عکاسی حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ کی یہ روایت کرتی ہے کہ:

"ایک دفعہ جلسہ سالانہ کے موقع پر خرچ نہ رہا۔ ان دنوں جلسہ سالانہ کے لیے چندہ جمع ہو کر نہیں جاتا تھا۔ حضور علیہ السلام اپنے پاس سے ہی صَرف فرماتے تھے۔ میر ناصر نواب صاحب مرحوم نے آکر عرض کی کہ رات کو مہمانوں کے لیے کوئی سالن نہیں ہے۔ فرمایا بیوی صاحبہ سے کوئی زیور لے کر جو کفایت کر سکے فروخت کر کے سامان کر لیں۔ چنانچہ زیور فروخت یا رہن کر کے میر صاحب روپیہ لے آئے اور مہمانوں کے لئے سامان بہم پہنچادیا۔"

(تاریخ لجنہ جلد اول صفحہ 8)

احمدیت کے دورِ اوّل کی ہر تحریک کی ابتداء حضرت سیدہ اماں جان رضی اللہ عنہا کے چندہ سے ہوتی نظر آتی ہے۔ کبھی منارۃ المسیح کے لیے دہلی کا ایک مکان فروخت کیا جاتا ہے تو کبھی الفضل کو پروان چڑھانے کے لیے زمین فروخت کی جاتی ہے۔ اسی طرح برلن میں خانۂ خدا کی تعمیر، تعلیم الاسلام کالج اور خلافت جوبلی کی تحریک آپؓ کی گراں قدر مالی قربانیوں سے فیضیاب ہوئیں۔ یہ آپؓ کا جذبہ خلوص ہی تھا جس نے اس پاکیزہ خاندان کی تمام خواتین کے دل میں بھی انفاق فی سبیل اللہ کی تڑپ پیدا کر دی۔

"الفضل" کی بنیادوں میں جہاں حرم مسیح پاک علیہ السلام کی مالی قربانیاں شامل ہیں، وہیں حضرت محمودہ بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا کے عظیم جذبۂ قربانی کا بھی ذکر ملتا ہے جسے آپ کے ذی وقار شوہر حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ یوں سراہتے ہیں:

"خدائے تعالیٰ نے میری بیوی کے دل میں اسی طرح تحریک کی جس طرح حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے دل میں آنحضرت ﷺ کی مدد کی تحریک کی تھی۔۔۔۔۔۔ انہوں نے اپنے دو زیور مجھے دے دیے کہ میں ان کو فروخت کر کے اخبار جاری کر دوں، ان میں سے ایک تو ان کے اپنے کڑے تھے دوسرے ان کے بچپن کے کڑے تھے جو انہوں نے اپنی اور میری لڑکی ناصرہ بیگم سلمہا اللہ تعالیٰ کے استعمال کے لیے رکھے ہوے تھے۔۔۔۔۔۔ **الفضل** اپنے ساتھ میری بے بسی کی حالت اور میری بیوی کی قربانی کو تازہ رکھے گا۔۔۔ کیا ہی سچی بات ہے کہ عورت ایک خاموش کارکن ہوتی ہے۔ اس کی مثال اس گلاب کے پھول کی سی ہے جس سے عطر تیار کیا جاتا ہے۔ لوگ اس دکان کو تو یاد رکھتے ہیں جہاں سے عطر خریدتے ہیں لیکن اس گلاب کا کسی کو خیال بھی نہیں آتا جس نے مر کر ان کی خوشی کا سامان پیدا کیا۔ میں حیران ہوتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ یہ سامان پیدا نہ کرتا تو میں کیا کرتا اور میرے لیے خدمت کا کونسا دروازہ کھولا جاتا۔"

(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 1 صفحہ 16)

مالی قربانی کا تذکرہ ہو، اور حضرت ام طاہر رضی اللہ عنہا کے خاموش مگر گراں قدر انفاق فی سبیل اللہ کو سپردِ قرطاس نہ کیا جائے یہ ممکن نہیں۔ یہ وہ ہستی تھی جسے اپنی اس قسم کی نیکی کو **الم نشرح** کرنا ہرگز برداشت نہیں تھا۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ آپ کے اس وصف پر ورطۂ حیرت سے یوں رقم طراز ہیں کہ:

"۔۔۔ جو دوست ہمارے گھروں کے حالات سے واقف ہیں انہیں معلوم ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی طرف سے جو ماہوار خرچ حضورؓ کے گھروں میں ملتا ہے وہ بہت ہی نپا تلا ہوتا ہے، مگر باوجود اس کے سیّدہ موصوفہ نہ معلوم کس طرح اپنے گھر کے اخراجات سے رقمیں کاٹ کر سلسلہ کے چندہ کی ہر تحریک میں پیش پیش رہتی تھیں۔ حتیٰ کہ مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ تحریک جدید کے امانتِ ذاتی کے شعبہ میں بھی انہوں نے محض ثواب کی خاطر حصہ لے رکھا تھا۔۔۔ مرحومہ موصیہ تو شروع سے ہی تھیں مگر یہ بات غالباً اکثر لوگوں کو معلوم نہیں ہو

گی کہ کئی سال سے مرحومہ نے اپنے حصہ وصیت کو دسویں سے بڑھا کر ایک تہائی کر دیا تھا۔ ایک تہائی وہ حد ہے جس سے اوپر (دین حق) نے کوئی وصیت جائز نہیں رکھی۔"

(تابعین (رفقائے) احمد جلد سوم صفحہ 214)

خاندانِ مسیح الزماں علیہ السلام کی تمام خواتین کے ذاتی عمل نے اس الٰہی سلسلہ کی باقی مستورات کے دلوں میں بھی اموال خرچ کرنے کی ایک آگ لگا دی۔ جب 1920ء میں پسر موعود رضی اللہ عنہ برلن میں خدا کے گھر کی تعمیر خالصتاً احمدی مستورات کے چندے سے تعمیر کروانے کی خواہش کا اظہار فرماتے ہیں تو اللہ کی یہ فرمانبردار بندیوں کی جماعت نہایت قلیل عرصے میں (اس زمانے میں) ایک لاکھ روپے کی خطیر رقم اپنے محبوب امام کے قدموں میں ڈال دیتی ہے۔ اس عظیم قربانی کی برکات کو خلافت ثانیہ کا شہزادہ فخر و شکر سے یوں بیان فرماتا ہے کہ:

"اس قربانی کے نتیجے میں سو کے قریب مستورات نے احمدیت قبول کی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ایسا کرشمہ تھا جس نے مخالفین کو بھی حیرت میں ڈال دیا۔"

(تاریخ لجنہ جلد اول بحوالہ دوش بدوش)

احمدی خواتین کی مالی قربانیوں کی مالا میں ان غریب بیوگان کے انفاق فی سبیل اللہ کے موتی بھی جگمگا رہے ہیں جنھوں نے اپنی گزر بسر کا واحد ذریعہ حتٰی کہ استعمال کے برتن بھی راہ خدا میں پیش کر دیئے۔ 1923ء کا سال آتا ہے جب چشم فلک ایک بار پھر خدا کی ان عاجز بندیوں کو مسجد فضل لنڈن کے لیے دیوانہ وار اپنا مال و زر خلیفۃ المسیح کے قدموں میں ڈھیر کرتے ہوئے دیکھتا ہے، کہیں نو بیاہتا دلہنیں اپنے زیورات پیش کرتی نظر آتیں تو کہیں عمر رسیدہ خواتین اپنی تمام عمر کی جمع پونجی کو راہِ خدا میں دینے کو بے قرار نظر آتیں۔ مسجد نصرت جہاں ڈنمارک اور مسجد خدیجہ، برلن کی تعمیر انہی والہانہ جذبات کی عملی تصاویر ہیں۔

1934ء کے پر آشوب دور میں خلیفۂ وقت کی تحریک پر زیورات بیچ کر رقم امانت فنڈ میں جمع کروانا، قرضہ حسنہ کی تحریک پر لبیک کہنا، تحریک جدید کو کامیاب بنانے کے لیے سادگی کے اصول کو اپنانا، پھر دفتر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ پاکستان اور جامعہ نصرت ربوہ کی تعمیر میں ان خواتین کے جذبے نے آنے والی نسلوں کے لیے قابل تقلید اور ان مٹ نقوش چھوڑے ہیں۔

یہ پاکیزہ عملی نمونے محض وقتی جوش کا شاخسانہ نہ تھے، بلکہ آج کے مادی دور میں بھی، سلسلہ احمدیہ کے شجرِ برگزیدہ کی آبیاری میں لجنہ اماء اللہ اپنی سنہری روایات کو برقرار رکھتے ہوئے، ترقیٔ سلسلہ عالیہ کو بام عروج تک پہنچانے کے لیے ہر مالی تحریک میں مردوں سے سبقت لے جانے میں کوشاں نظر آتی ہے۔ کرۂ ارض کے طول و عرض میں مقیم ہر احمدی خاتون کا جذبہ قربانی اپنے اندر ایک انفرادیت لئے ہوئے ہوتا ہے۔ ربوہ میں خاکسار نے جماعتی خدمت کے دوران لجنہ کے جذبہ قربانی کے ایسے ایسے انداز مشاہدہ کئے جو ازدیادِ ایمان کا موجب بنے۔

ہر سال خلیفۂ وقت کے تحریک جدید یا وقف جدید کے نئے سال کا اعلان فرمانے سے قبل ہی صاحب حیثیت خواتین تو ایک طرف، انتہائی غریب اور بمشکل گزر بسر کرنے والی خواتین بھی اپنے چندے کے لیے رقم پس انداز کرنا شروع کر دیتیں اور خلیفۂ وقت کے اشارے کی منتظر ہوتیں۔ مسابقت کی روح اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ ہر خاتون خواہش مند ہوتی کہ خلیفۂ وقت کی آواز پر لبیک کہنے والے دیوانوں میں اس کا نام سر فہرست ہو اور ادائیگی کی پہلی رسید اسی کے نام سے تیار ہو۔ تا سارا سال خدائے رحمان کے برگزیدہ خلیفہ کی دعاؤں سے فیضیاب ہوتی رہے۔

آج جب احمدی خواتین کو لجنہ اماء اللہ کی لڑی میں پروئے ہوئے ایک صدی مکمل ہونے کو آئی ہے، کرہ ارض پر پھیلے ہوئے تقریباً دو سو سے زائد ممالک کا طبقۂ نسواں، خدائے قادر و قیوم کے حضور شکر گزاری کے جذبات لئے، مختلف جہتوں سے اپنے اموال خلیفۂ وقت کے عظیم الشان منصوبوں کی تکمیل کے لیے ہتھیلی پر سجائے بیٹھا ہے کہ "شاید اسی سے دخل ہو دارالوصال میں"

1992ء کے جلسہ سالانہ جرمنی کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ ان صالحات اور قانتات کی حسن کارکردگی کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے یوں فرماتے ہیں:

”میں نے اپنے دور میں جو تحریکیں کی ہیں ان کے نتیجہ میں مَیں جانتا ہوں کہ اتنی عظیم الشان قربانیاں احمدی خواتین نے کی ہیں اور خاموشی کے ساتھ کی ہیں اور بعض دفعہ ان کے خط پڑھتے ہوئے آنکھوں میں بے اختیار آنسو جاری ہو جایا کرتے تھے۔ مَیں دعا کیا کرتا تھا کہ کاش میری اولاد میں سے بھی ایسی بیٹیاں ہوں جو اس شان کے ساتھ اس پیار اور محبت کے ساتھ اللہ کے حضور اپنا سب کچھ پیش کر دینے والی ہوں۔“

(محسنات صفحہ نمبر 16)

جانی قربانیاں

جان کی قربانی اس دنیا کو خدائے واحد کی خاطر ہمیشہ کے لئے چھوڑ جانے کی متقاضی ہوتی ہے۔ خدائے رحمان اپنے پیارے بندوں کے اس عمل کی جزا کے طور پر انہیں ابدی زندگی کا وارث ٹھہراتا ہے۔ تاریخ احمدیت کے صفحات مردوں کی طرح احمدی مستورات کو بھی حیات ابدی کے لئے حریص پاتے ہیں۔ علَم احمدیت کی سربلندی کے لیے سیدنا ”شاہزادہ عبداللطیف“ سا شوقِ شہادت لئے ہوئے ان عظیم روحوں میں سب سے پہلے 1940ء میں مکرم حاجی میراں بخش صاحب کی اہلیہ کی دردناک شہادت کا ذکر کیا جائے گا جنہیں محض زمانے کے امام کو ماننے کی پاداش میں اس حالت میں موت کے گھاٹ اتار دیا گیا کہ

”ان کی دس ماہ کی بچی، جو آغوشِ مادر میں تھی، وہ ان کے نیچے دب گئی اور لاش اس بچی کے اوپر تڑپ تڑپ کر ٹھنڈی ہوئی۔“

(شہدائے احمدیت صفحہ 50)

اللہ کے فضل سے بچی کی جان معجزانہ طور پر سلامت رہی۔

پھر تقسیم ہند کا پر آشوب دور آتا ہے جس میں مکرمہ زہرہ بی بی صاحبہ، مکرمہ عالم بی بی صاحبہ، مکرمہ گلاب بی بی صاحبہ اور مکرمہ حمیدہ بیگم صاحبہ قادیان کو جامِ شہادت نوش کرنے کی سعادت نصیب ہوتی ہے۔ رفتارِ وقت کے ہمراہ، قافلۂ احمدیت سبک روی سے اپنی ترقیات کی منزل کی طرف رواں دواں رہتا ہے۔ اس عظیم قافلہ کے شاملین جہاں اپنی زندگیاں اشاعت اسلام کے لئے وقف کر کے اکناف عالم میں کسی بھی مقام پر اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کرتے ہوئے شہادت کے عظیم الشان رتبہ کے حقدار ٹھہرتے ہیں۔ وہیں میدان عمل میں خاوندوں کے شانہ بشانہ خدمات بجالاتے ہوئے مولائے حقیقی کے حضور حاضر ہونے والی خواتین کو بھی خلافت رابعہ یوں پیار اور قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے کہ انہیں بھی شہدائے احمدیت میں ہی گردانا جاتا ہے۔ یہ خوش بخت خواتین محترمہ سیدہ طینت بیگم صاحبہ امریکہ، محترمہ فضل بی بی صاحبہ اہلیہ مکرم چوہدری محمد شریف صاحب مبلغ بلاد عربیہ، محترمہ بشریٰ منیر صاحبہ سیرالیون، ڈاکٹر قدسیہ خالد ہاشمی صاحبہ غانا اور محترمہ امۃ المتین صاحبہ فجی تھیں جو حیات ابدی کے عظیم انعام کی وارث ٹھہریں۔

قلم ان بہادر احمدی مستورات کی جرأت کو سلام پیش کرنے کے لیے بے قرار ہے جنہوں نے علَم احمدیت کی ناموس کے لیے اس جذبے سے جانیں قربان کیں کہ۔۔

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

دشمن احمدیت نے تو عورت کو فطری طور پر کمزور جانتے ہوئے اپنے زعم میں کاری وار کئے مگر وہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے ان الفاظ سے ناآشنا تھے کہ ”وہ زمین پر چلنے والی ایسی تھیں کہ آسمان پر کہکشاں کی طرح ان کے قدموں کے نشانات تاریخ میں ہمیشہ روشن رہیں گے۔“

(خطاب مستورات بر موقع جلسہ سالانہ یوکے 30 جولائی 1994ء)

اپنے محبوب امام کے ان الفاظ کی عملی تصویر بنتے ہوئے ایمانی غیرت کا نمونہ دکھانے والی ان سعید روحوں میں محترمہ ایڈوٹ صاحبہ اور محترمہ اویسہ صاحبہ چیانڈرم، انڈونیشیا شامل ہیں۔ ان کے علاوہ محترمہ رخسانہ خاتون صاحبہ مردان، محترمہ رشیدہ بیگم صاحبہ سانگلہ ہل، محترمہ مبارکہ بیگم صاحبہ چونڈہ، محترمہ شریفہ شوکت صاحبہ ساہیوال، محترمہ ڈاکٹر نورین باجوہ ملتان، محترمہ مریم بیگم صاحبہ لیہ، محترمہ بشیراں بیگم صاحبہ گوجرانوالہ کے لہو سے سرزمین پاکستان نے اپنی پیاس بجھائی۔ لیکن عزم وہمت کے ان موتیوں کی چمک کو دوبالا کرنے کے لئے چک سکندر کی معصوم نبیلہ، گوجرانوالہ کی کم سن کائنات اور حرا نے بھی اپنی ننھی جانیں اپنے مولا کی راہ میں وار دیں کہ وہ جانتی تھیں کہ

میرے قبیلے میں عہد و وفا ہی سب کچھ ہے
سو جان دے کے میں وعدہ نبھانے والا ہوں

لجنہ اماء اللہ کی قربانیوں کی تاریخ دراصل ان کے ایفائے عہد کی ہی ایک کڑی ہے جو اس الٰہی سلسلہ کی شاخوں کو باثمر بنانے میں آبیاری کا کردار ادا کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بھی لجنہ اماء اللہ کی روح قربانی کو مزید نکھارنے کے لئے ناصحانہ انداز میں فرماتے ہیں:

”اصل زندگی خدا تعالیٰ کی رضا ہے۔ آج ہم نے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ان نمونوں پر قائم رہنا ہے اور اپنی نسلوں میں قائم رکھنا ہے تا کہ اس فیض سے محروم نہ رہیں جو اپنے ایمان کی اعلیٰ مثالیں قائم کر کے اولین نے حاصل کیا تھا اور جو آج بھی مسیح محمدی کے ماننے والے حاصل کر رہے ہیں۔ پس پاک دل اور صاف روح ہو کر قربانیوں میں آگے سے آگے بڑھتی چلی جائیں اور اپنی روایات کو کبھی نہ چھوڑیں اور اپنی نسلوں کے ذہنوں میں بھی یہ احساس بٹھاتی چلی جائیں کہ تمہاری زندگی کا مقصد خدا تعالیٰ کی رضا ہونا چاہئے اور اس کے لئے ہر قربانی کے لئے تیار رہو۔ مَیں پھر ایک بار کہتا ہوں کہ اے احمدی عورتو اور اے بچیو!۔۔۔ تمہیں اللہ تعالیٰ نے امامِ وقت کے دور کی اُمّ عمارہؓ بننے کا موقع دیا ہے۔۔۔ دنیا کی چھوٹی چھوٹی لالچوں کو بھول جاؤ اور صرف اور صرف ایک خیال رکھو کہ آج ہم نے دنیا کو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے جھنڈے کے نیچے لا کر کھڑا کرنا ہے۔“

(مستورات سے خطاب بر موقع جلسہ سالانہ یوکے فرمودہ 28 جولائی 2007ء، مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 20 نومبر 2015ء صفحہ 16)

جور و جفا سے پیہم زخمی حریم جاں ہے
یہ کارواں وفا کا پھر بھی رواں دواں ہے
فکر و نظر میں عالی، کردار میں مثالی
وہ اوّلیں جلالی، یہ آخریں جمالی

اللہ تعالیٰ ہمیں خلفائے سلسلہ کی تمام توقعات پر پورا اترنے کی توفیق دے تا ابد تک ہم ان انعامات کے وارث بنتے رہیں جن کا خدا تعالیٰ نے اپنے پیاروں سے وعدہ کیا ہے۔ آمین

لجنہ اماء اللہ کی خدا تعالیٰ اور اس کی نعمتِ عظمیٰ یعنی خلافت کی خاطر خدمات

(فائزہ فضل، اسلام آباد)

زندہ قوموں کی یہ شان ہوا کرتی ہے کہ انکے افراد، مرد، عورتیں، بوڑھے اور بچے خدا تعالیٰ کی حمد و ثناء کرتے ہوئے اس کے حکموں پر کماحقہٗ عمل کرنے کی کوشش کرتے چلے جائیں اور جماعت احمدیہ تو دنیا کی خوش نصیب جماعت ہے جس کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اسکے ماننے والے ایک ہاتھ پر بیعت کر کے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں باہم مستحکم ہیں۔ جماعت احمدیہ میں لجنہ اماء اللہ کی تنظیم حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے قائم فرما کر عورتوں پر احسانِ عظیم فرمایا، لجنہ اماء اللہ کو خدا اوراسکے رسول ﷺ سے عشق و محبت کے وہ گرُ اور طریقے سکھائے جسکی بدولت عورتیں مردوں کے شانہ بشانہ ہر میدان میں قدم مارنے کو اپنے لئے فخر و اعزاز سمجھنے لگیں آپؓ نے لجنہ اماء اللہ میں وہ جوش اور جذبہ بیدار کیا جو موجودہ زمانہ کے زیر اثر کہیں دب گیا تھا۔ اس احساس کے جاگتے ہی لجنہ اماء اللہ میں وہ ولولہ پیدا ہوا کہ قرونِ اولیٰ کی صحابیات کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دیگر قربانیوں کے ساتھ دو بڑی خدمات یعنی مالی اور جانی میں بعض اوقات مردوں سے بھی سبقت لے گئیں۔ خدا تعالیٰ کی عطا خاص کے ماتحت لجنہ اماء اللہ کی ہر ممبر کسی نہ کسی رنگ میں خدا تعالیٰ کے حضور کوئی نہ کوئی خدمت پیش کرتی نظر آ رہی ہے۔ اسی خوشنودی کا اظہار کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ہماری عورتوں کی قربانیاں پسِ پردہ ہیں اس میں دکھاوے کا کوئی بھی دخل نہیں اور خدا کے حضور وہ قربانیاں پیش کرتی چلی جا رہی ہیں"۔

(از خطاب یکم اگست 1992 بمقام اسلام آباد یوکے)

مالی خدمات: اب میں اپنے مضمون کے پہلے حصہ کے بارہ میں چیدہ چیدہ پھول پیش کرنے کی کوشش کروں گی کیونکہ تاریخ احمدیت تو بیشمار حسین مثالوں سے بھری پڑی ہے جس کا احاطہ کرنا اس وقت ناممکن ہے۔ خدا تعالیٰ کے فرمان کے مطابق اور محض اسکی رضا کے حصول کی خاطر اسی کی عطا کردہ نعمتوں میں سے خرچ کرنا تقویٰ کے اعلیٰ مدارج میں سے ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ۔

(سورہ آل عمران آیت 93)

ترجمہ۔ تم ہرگز نیکی کو پا نہیں سکو گے یہاں تک کہ تم اُن چیزوں میں سے خرچ کرو جن سے تم محبت کرتے ہو

(بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جماعت کی بنیاد رکھی تو افراد جماعت کی تعداد نہایت قلیل تھی اور آمدنی بھی بہت کم تھی خاص طور پر مستورات کی ذاتی آمد تو نہ ہونے کے برابر تھی۔ لیکن تاریخ احمدیت گواہ ہے کہ جہاں مردوں نے امام الزمان کی آواز پہ لبیک کہتے ہوئے

اپنے اموال خدا کی راہ میں پیش کیے وہاں خدائی حکم کے مطابق عورتوں نے بھی دلی جوش اور ایمانی جذبہ کا شاندار مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے پسندیدہ اموال خدا تعالیٰ کی راہ میں پیش کر کے ایسی سنہری داستانیں رقم کیں کہ جن کو دیکھ کر رشک آتا ہے اور مزید خدا تعالیٰ کے حضور سر سجدہ ریز ہو جاتا ہے۔ انہیں راستوں پر چل کر آج لجنہ اماء اللہ ایسے مقام پر پہنچ چکی ہے جس کا تصور دنیادار خواتین کر ہی نہیں سکتیں۔ لازمی چندہ جات کے علاوہ مساجد کی تعمیر، مشن ہاؤسز کے قیام، قرآن کریم کی اشاعت، افریقہ کے دور دراز ممالک میں پانی کی فراہمی کا منصوبہ، مریم شادی فنڈ کی تحریک ہو یا عائشہ مٹرنٹی ہسپتال، سیدنا بلال فنڈ کی تحریک یا طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ میں انسانیت کی خدمت کے لئے مالی تحریک لجنہ اماء اللہ، اللہ کے فضل سے ہمیشہ امام وقت کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنی ذاتی محنت و مزدوری کا معاوضہ بشاشت سے اللہ کے حضور پیش کرنے میں فخر محسوس کرتی ہے۔ یہاں تک کہ صنف نازک ہونے کی وجہ سے سونے کے زیورات جو عورتوں کو بہت محبوب ہوتے ہیں خلیفہ وقت کی آواز پر خدا کی راہ میں ایسے اتار کر پھینکتی نظر آتی ہے کہ جیسے انکی کوئی اہمیت ہی نہ ہو۔

جماعت احمدیہ کے قیام کے آغاز سے ہی حضرت اماں جان رضی اللہ عنھا ہمیشہ قدم بقدم آپ علیہ السلام کے ساتھ ہر خدمت میں شریک تھیں۔ سلسلہ کی اکثر مالی خدمات ایسی ہیں جن کی ابتداء میں حضرت نصرت جہاں بیگم صاحبہ رضی اللہ عنھا کی مدد کلیدی حیثیت رکھتی ہے۔

"1898ء کے شروع میں ایک مرتبہ بعض اہم دینی ضروریات کے لئے رقم کی ضرورت پڑی تو حضرت اماں جان سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا نے فرمایا باہر سے قرضہ لینے کی کیا ضرورت ہے میرے پاس ایک ہزار نقد ہے اور کچھ زیورات ہیں وہ آپ لے لیں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا میں بطور قرضہ لیتا ہوں اور اس کے عوض باغ کی زمین رہن رکھ دیتا ہوں۔"

(سیرت حضرت نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ از یعقوب علی عرفانی صفحہ 528)

حضرت سیّدہ اُم طاہرؓ صاحبہ کی مالی قربانیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں:

"مالی قربانی میں بھی سیّدہ موصوفہ کو خدا تعالیٰ نے ممتاز حیثیت عطا کی تھی اور میں جب ان کے چندوں کو دیکھتا تھا تو حیران ہوتا تھا کہ اس قدر قلیل آمد پر اتنے بھاری چندے کس طرح ادا کرتی ہیں۔"

(تابعین اصحابِ احمد جلد سوم صفحہ 214)

نیز مالی خدمات کو عورتوں کے ذہنوں میں اجاگر کرنے کی جو مثالیں آپ نے پیش کیں ان کا ذکر یوں ملتا ہے:

"جلسہ میں یا اسی طرح کوئی ہنگامی فنکشن ہوتا تو آپ تھیلیاں اٹھا کر خود مستورات سے چندہ اکٹھا کرتیں۔ ہم لوگ کئی دفعہ کہہ اٹھتے کہ اور سب کام کریں گے لیکن چندہ کسی سے خود نہیں مانگتے شرم آتی ہے اور اکثر ہم اسطرح کرتے ہیں لیکن وہ اس قسم کی خدمت میں حجاب کے کوئی معانی نہیں سمجھتی تھیں۔ نتیجہ یہ ہوتا لوگ بڑھ بڑھ کر چندے دیتے۔"

(تابعین اصحاب احمد جلد سوم صفحہ 222)

دور اوّل کی خواتین مبارکہ نے ہر قدم پر مالی خدمات پیش کر کے لجنہ اماء اللہ کی آنے والی نسلوں کے لئے انفاق فی سبیل اللہ کے ایسے انمٹ نقوش چھوڑے جو قابل فخر ہیں۔

21اکتوبر1956ء کو لجنہ کے سالانہ اجتماع کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اس طرح اظہار مسرت فرمایا:

"اس زمانے میں بھی اگر دیکھا جائے تو عورتوں کی قربانیاں دین کی خاطر کم نہیں ہیں۔1922ء میں جب میں نے مسجد برلن کے لئے چندہ کی تحریک کی تو۔۔۔امّ طاہر کی والدہ زندہ تھیں انہوں نے اسی وقت اپنی بہوؤں اور بیٹیوں کو بلایا اور کہا سب زیور اتار کر رکھ دو میں یہ سب زیور مسجد برلن میں دوں گی۔ چنانچہ وہ سب زیور بیچ کر مسجد برلن کے لئے چندہ دے دیا گیا"

(از خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ 21اکتوبر1956ء)

خلیفۂ وقت کی آواز پر دل و جان سے لبیک کہتے ہوئے مسجد برلن کے لئے لجنہ اماء اللہ نے ایسی مثالی مالی خدمات پیش کیں کہ غیر بھی عش عش کر اٹھے لیکن بوجوہ مسجد برلن تعمیر نہ ہوسکی تو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا کہ مسجد برلن کی جمع شدہ رقم مسجد فضل لندن کی تعمیر پر لگادی جائے۔

خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے جب احمدیہ مسجد سوئٹزرلینڈ کی تعمیر کے لئے احباب جماعت کو مالی قربانی کی تحریک کی تو لجنہ اماء اللہ بھی اس خدمت سے محروم نہ رہی۔ وکیل المال صاحب تحریک جدید اول بیان کرتے ہیں کہ:

"محترمہ ناصرہ بیگم صاحبہ اہلیہ میجر مظفر عالم صاحب راولپنڈی سے تحریر فرماتی ہیں: بموجب ارشاد حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ العزیز میں ایک عدد جوڑا ڈنڈیاں طلائی اور ایک عدد انگوٹھی طلائی برائے تعمیر مسجد زیورک (سوئٹزرلینڈ) پیش کر رہی ہوں جس کی قیمت تین صد روپے ہے۔۔۔۔یہ میرا زیور شادی کے وقت تحفہ میں ملا تھا۔اس حقیر رقم کو اللہ کریم قبول فرمائے شادی کے بعد میری یہی عزیز چیز بطور یادگار تھی جو کہ اللہ کریم کے ارشاد سے بطور صدقہ جاریہ پیش کر رہی ہوں۔"

(روزنامہ الفضل ربوہ مورخہ یکم جنوری1964ء)

لجنہ اماء اللہ کی بیشمار مالی خدمات کو اس مضمون میں بیان کرنا دریا کو کوزہ میں بند کرنے کے مترادف ہے۔ مسجد اقصیٰ اور مسجد مبارک قادیان کی توسیع کے لئے حضرت فضل عمر کی تحریک ہو یا منارۃ المسیح پر سنگ مرمر کا پلاسٹر کروانے کے لئے مالی تحریک،22مئی1942ء کو غرباء کے لئے خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی غلہ کے لیے تحریک ہو یا وقف جائیداد، لجنہ اماء اللہ ہر مالی تحریک میں حصہ لینے کے لئے ہر وقت تیار رہی۔ حضرت اقدس نے ان اطاعت سے سرشار لجنات کے جذبہ ایثار و قربانی کا ذکر کرتے ہوئے اپنے خطبہ میں فرمایا۔

"میری تحریک کے بعد بعض غریب عورتیں میرے پاس آئیں اور اپنے زیور پیش کئے کہ یہ ہم سے لے لیں ایسا نہ ہو کہ ہم خرچ کر لیں۔۔۔۔میں نے کہا کہ ابھی ہم اس طرح نہیں لے رہے۔ایک عورت نے تو ایک عورت کے پاس اپنے زیور رکھ دئے کہ جب ضرورت ہو تو دے دیئے جائیں ایسا نہ ہو کہ اس کے پاس ہوں تو خرچ ہو جائیں۔"

(تاریخ لجنہ، جلد اول صفحہ546)

1973ء کے جلسہ سالانہ کے موقع پر خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے "سو سالہ جوبلی فنڈ" کے عظیم الشان منصوبہ کا اعلان فرمایا تو حسب معمول مردوں کے قدم بقدم لجنہ اماء اللہ نے بھی اطاعت کا بہترین نمونہ پیش کرتے ہوئے فَاسْتَبِقُوْاالْخَیْرَات کی اعلیٰ مثالیں قائم کیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے خطاب میں لجنہ اماء اللہ کی بے نفس مالی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”لندن کی ایک خاتون نے اپنے نکاح کی ایک نشانی رکھ کر باقی سب کچھ خدا کی راہ میں پیش کر دیا تھا۔لندن ہی سے ایک خاتون نے لکھا آج جب میں نے آپ کا خطبہ سنا تو میری نظر ایک دم میرے ہاتھ کی چوڑیوں پر پڑی میں نے گھر آ کر اتار دیں اور کہا عید سے پہلے یہ چیزیں میں دین کے لئے دے دوں اور عید پر کچھ نہ پہنوں حضور آپ یہ قبول فرماویں۔میرا خدا میرے لئے کافی ہے۔“

(تقریر 12 ستمبر 1992ء خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ)

حضورؒ مزید فرماتے ہیں:

"جب مسجد کوپن ہیگن کی تحریک ہو رہی تھی اور عورتیں جس طرح والہانہ طور پر سب کچھ حاضر کر رہی تھیں تو اتفاق سے ایک غیر احمدی عورت بھی وہاں بیٹھی یہ نظارہ دیکھ رہی تھی اس نے یہ تبصرہ کیا کہ ہم نے دیوانہ وار لوگوں کو پیسے لیتے دیکھا ہے لیکن دیوانہ وار لوگوں کو پیسے دیتے کبھی نہیں دیکھا۔۔۔اللہ کے فضل کے ساتھ یہ وہ زندگی کی علامت ہے جس نے احمدی خواتین کو سب دنیا میں ممتاز کر دیا ہے۔"

(خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تقریر 12 ستمبر 1992ء)

ہر دور میں خدا تعالیٰ کی خاطر قربانی کرنے اور جماعت کی خدمت کرنے کا کوئی موقعہ لجنہ اماء اللہ اپنے ہاتھ سے جانے نہیں دیتی تب اللہ تعالیٰ بھی پیار کا سلوک کرتا ہے اور ایسے ایسے طریق سمجھا دیتا ہے کہ دنیا حیران رہ جاتی ہے۔

کینیڈا میں کئی سال تک مینا بازار بھی انوکھی طرز کے ہوتے رہے۔یہ صرف اور صرف مسجد اور مشن ہاؤس کے فنڈ کے لئے مخصوص ہوتے تھے۔

ایک دنیادار عورت تو یہ بات سوچ سکتی ہے کہ ماحول کے زیر اثر بعض دفعہ ایسے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں جو بڑی بڑی قربانیاں کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں لیکن ان دور دراز ملکوں کی لجنات کی خدمات اس بات کا رڈ کرتی ہیں۔ہمارے پیارے امام نے ایسی ہزاروں مثالیں پیش کی ہیں۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بیان فرماتے ہیں کہ:

”سیرالیون سے ہمارے مبلغ سلسلہ لکھتے ہیں کہ یہاں ایک جماعت پیمبارو (kpangbaru) ہے جہاں ایک نابینا عورت رہتی ہے جنہوں نے تحریک جدید کے چندہ کا وعدہ دو ہزار لیون (Leone) لکھوایا“

(خطبات مسرور جلد 13 صفحہ 652)

"اسی طرح گیمبیا کی ایک خاتون کہتی ہیں کہ جب محصل ان سے چندہ لینے ان کے گھر آیا تو وہ بار بار گھر کے اندر جاتیں اور اپنے ہر بچے کی طرف سے بھی کچھ نہ کچھ چندے کی رقم لے آتیں۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ مورخہ 03 جنوری 2014ء)

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ لجنہ اماء اللہ کی مالی خدمات کو سراہتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

”اسلام میں مالی قربانی کی مثالیں صرف مردوں تک ہی محدود نہیں ہیں۔بلکہ اس پیاری تعلیم اور جذبہ ایمان کی وجہ سے عورتیں بھی مالی قربانی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی رہی ہیں اور لیتی ہیں اور اپنا زیور اتار اتار کر پھینکتی رہی ہیں اور آج پہلوں سے ملنے والی جماعت میں یہی نمونے ہمیں نظر آتے ہیں۔اور عورتیں اپنے زیور آ آ کر پیش کرتی ہیں۔عموماً عورت جو شوق سے

زیور بنواتی ہے اس کو چھوڑنا مشکل ہوتا ہے لیکن احمدی عورت کا یہ ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ یہی ہے کہ اپنی پسندیدہ چیز پیش کی جائے۔"

(خطبات مسرور جلد سوم صفحہ 8 خطبہ جمعہ 7 جنوری 2005ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز لجنہ اماء اللہ بھارت کے ایک اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"پس قربانیاں کرتے چلے جانا اور نیکیوں پر قائم رہتے چلے جانا اور اپنی عبادتوں کے معیار بلند کرتے چلے جانا ہر احمدی عورت کا فرض ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی جزا بھی دیتا ہے۔ اور اس کے پھل ان شاء اللہ تعالیٰ ہم اس دنیا میں بھی حاصل کریں گے اور آخرت میں بھی حاصل کریں گے۔

(ہفت روزہ بدر قادیان 7 جنوری 2021ء)

پس میری پیاری بہنو! ہمیں ہر لحہ اپنے پروردگار کا شکر ادا کرتے رہنا چاہیے جس نے ہمیں اس پیاری جماعت میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو خلیفہ وقت کے ہر حکم پر دل وجان سے عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"جب تک عورتوں میں مالی قربانی کا احساس برقرار رہے گا اس وقت تک ان شاء اللہ تعالیٰ قربانی کرنے والی نسلیں جماعت احمدیہ میں پیدا ہوتی رہیں گی۔"

(الازھار لذوات الخمار جلد سوم حصہ دوم صفحہ 38)

جانی خدمات: ہر دور میں خدا تعالیٰ کے سچے فرستادوں اور ان کے متبعین کو شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا رہا ہے۔ یہی صورتحال خدا تعالیٰ کی قائم کردہ اس جماعت کو بھی پیش آتی رہی اور آرہی ہے کہ خدا کی خاطر وہ سخت مصیبت میں مبتلا کیے جاتے ہیں اور یہ آزمائش خدا تعالیٰ اور دین اسلام پر کامل یقین رکھنے والوں کے لئے بڑے بڑے انعامات لے کر آتی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ 30 جولائی 1994ء کو جلسہ سالانہ برطانیہ کے موقع پر مستورات سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"آپ نے بارہا مردوں کے قصے سنے ہونگے جنہوں نے خدا کی محبت میں تکالیف اٹھائیں۔ آج کا دن ان خواتین کے لئے وقف ہے جنہوں نے خدا تعالیٰ کی خاطر شدید تکالیف اٹھائیں۔"

(روزنامہ الفضل 10 اگست 1994)

حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے لجنہ اماء اللہ کی دل دہلا دینے والی جانی قربانیوں کی بے شمار مثالیں پیش کیں۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

"مکرمہ رخسانہ طارق صاحبہ 9 جون 1986ء کو عید کے دن شہید کی گئیں۔ ان کے والد کا بیان ہے کہ ایک عجیب بات ہے جو میں نے دیکھی وہ شادی کے چند دن بعد ہی اپنا جہیز بانٹنے سے تعلق رکھتی ہے۔ مجھ سے اجازت لے کر سارا سامان غریب لڑکیوں میں تقسیم کر دیا۔ پوچھنے پر کہنے لگیں کہ میں نے امی جان سے کہا تھا کہ مجھے صرف ایک چارپائی دے دیں۔ زندگی فانی ہے، اس کا کیا بھروسہ ہے؟ جتنی بھی غریبوں کی خدمت کرلوں مجھے راحت آتی ہے۔۔۔۔ عید کے دن رخسانہ نے عید پر جانے کا ارادہ ظاہر کیا مگر طارق کے بڑے بھائی نے مخالفت کی اور ڈانٹ کر منع کر دیا مگر یہ نہ رکیں اور پرانے کپڑوں میں ہی عید کی نماز کے لئے چلی گئیں حالانکہ شادی کے بعد انکی یہ پہلی عید تھی۔ عید کی نماز میں وہ بہت روئیں مگر گھر واپس آتے ہوئے بہت خوش

تھیں۔ سب کے لئے ناشتہ تیار کیا۔ ان کے خاوند بتاتے ہیں میں حیران تھا کہ آج اتنی خوش کیوں ہیں؟ گھر میں سب کو خوشی سے ملیں۔ ہمیں کیا معلوم تھا کہ یہ ان کے آخری لمحات ہیں۔ معلوم ہوتا ہے ان کو شہادت کی اطلاع مل چکی تھی۔ اتنے میں طارق کا بڑا بھائی آیا اور آتے ہی اس نے رخسانہ پر گولیوں کی بارش برسادی۔ طارق کا بیان ہے کہ مجھے اکثر کہا کرتی تھیں کہ جب میں اللہ کو پیاری ہو جاؤں تو مجھے پہاڑوں کے دامن میں دفن کرنا۔ وہ ربوہ ہی کے پہاڑ تھے جہاں پر وہ بالآخر دفن کی گئیں۔"

(خطبات طاہر بابت شہداء خطبہ جمعہ 9 جولائی 1999ء)

دنیا کے مختلف ممالک میں ہر رنگ و نسل کی لجنات میں ایسی خدمات کے ہزاروں نمونے پائے جاتے ہیں۔ سنگاپارنا ویسٹ جاوا کے گاؤں میں معاندین احمدیت نے 1949ء میں احمدیوں کے ساتھ جو وحشیانہ سلوک کیا اسمیں مردوں کے ساتھ ساتھ لجنہ اماء اللہ نے بھی جانوں کے نذرانے پیش کئے۔

"مکرم چوہدری عبد الرحیم صاحب مجاہد اور انکی اہلیہ مکرمہ شریفہ شوکت صاحبہ کو مورخہ 8 اور 9 مئی 2001ء کی درمیانی رات انکے گھر میں بڑے ظالمانہ طور پر شہید کر دیا گیا۔ دونوں صحن میں سوئے ہوئے تھے انہیں وہاں سے اٹھا کر باتھ روم اور ملحقہ سٹور میں لے جا کر تشدد سے ہلاک کیا گیا تشدد سے انکی ہڈیاں ٹوٹ گئیں۔"

(ضمیمہ شہداء احمدیت شہداء بعد از خطبات شہداء صفحہ 245)

حاجی میراں بخش صاحب اور ان کی اہلیہ کی دردناک شہادت کا ذکر کرتے ہوئے خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ:

"13 اور 14 اگست 1940ء کی درمیانی شب کو گیارہ بجے حضرت حاجی میراں بخش صاحب اور انکی اہلیہ صاحبہ کو ان کے مکان میں شہید کر دیا گیا۔ حاجی میراں بخش قریشی محلہ خلوت انبالہ شہر کے رہنے والے تھے۔۔۔۔۔ 13 اور 14 کی درمیانی شب کو گیارہ بجے جب کہ آپ اور آپ کی اہلیہ اپنے مکان پر سوئے ہوئے تھے آپ پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ پہلے حاجی صاحب پر دشمنوں نے تیز چاقو سے حملہ کیا اور پسلی کے قریب ایک گہرا زخم لگا جس سے حاجی صاحب موقع پر ہی جان بحق ہو گئے۔ اس واقعہ کو دیکھ کر ان کی اہلیہ کی آنکھ کھلی اور وہ شور مچا کر مدد حاصل کرنے کے لئے چھت پر چڑھنے لگیں کہ سنگدل قاتل نے مرحومہ کو چھت سے نیچے گرا لیا اور ایک دو وار میں ہی کام ختم کر دیا۔"

(خطبات طاہر بابت شہداء خطبہ جمعہ 7 مئی 1999ء)

الفضل انٹرنیشنل میں ایک نوجوان میاں بیوی کی شہادت کا ذکر اسطرح سے لکھا ہے کہ:

"انتہائی ظالمانہ طور پر ایک نوجوان جوڑے میاں بیوی کو ملتان میں شہید کر دیا گیا اور انکا قصور صرف یہ تھا کہ انہوں نے زمانہ کے امام کو مانا۔ دونوں ڈاکٹر تھے اور بڑے ہر دلعزیز ڈاکٹر تھے۔ ایک کا نام ڈاکٹر شیراز ہے ان کی 37 سال عمر تھی اور انکی اہلیہ ڈاکٹر نورین شیراز 28 سال کی تھیں۔۔۔۔ واقعہ اس طرح ہوا کہ 14 مارچ کو ڈیوٹی سے فارغ ہو کر یہ لوگ سوا تین بجے اپنے گھر پہنچے تو لگتا ہے کوئی پہلے سے وہاں چھپا ہوا تھا، جس نے ان دونوں کو بڑی بے دردی سے شہید کیا۔"

(الفضل انٹرنیشنل جلد 16 شمارہ 15 مورخہ 10، اپریل تا 16، اپریل 2009)

مکرمہ مبارکہ بیگم صاحبہ اہلیہ عمر سلیم بٹ صاحب کا ذکر خیر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"دعوت الی اللہ کا کام بڑے جوش اور جذبہ سے کرتی تھیں۔ چنانچہ آپ کی کوششوں سے چونڈہ کے نواحی گاؤں ڈوگرانوالی میں دو بہن بھائی فروری 1999ء میں احمدی ہوئے۔ چونکہ اس گاؤں میں اور کوئی احمدی نہ تھا اس لئے دونوں نومبائع کو کافی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ آپ نے دونوں کا بہت خیال رکھا اور ہر مشکل میں انہیں حوصلہ اور تسلی دیتی رہیں۔ اس مقصد کی خاطر آپ ان کے گاؤں چلی جاتیں۔ آخری بار یکم مئی 1999ء کو وہاں گئیں تاکہ ان کے والد کو زیارت مرکز کے لئے ربوہ جانے کا پروگرام بنائیں۔ نومبائع عابد حسین اپنے کسی کام کی غرض سے سیالکوٹ گئے ہوئے تھے لہٰذا انکی واپسی کا انتظار کرتے کرتے دیر ہوگئی اور کوئی سواری نہ ملنے کی وجہ سے آپکو ڈوگرانوالی میں ہی رات ٹھہرنا پڑا۔ نومبائع کا ایک سوتیلا بھائی رفاقت حسین جو مجرمانہ ذہنیت کا مالک تھا اور منشیات اور چوری وغیرہ کے مقدمات میں ملوث ہے، گھر میں احمدیت پھیلانے کی ذمہ دار مبارکہ بیگم کو سمجھتا تھا لہٰذا ان کا سخت دشمن تھا۔ چنانچہ اس نے 2 مئی 1999ء کو آپ پر چھریوں کے پے درپے وار کرکے آپ کو شدید زخمی کر دیا۔۔۔ آپ 9 مئی 1999ء کو وفات پاگئیں۔"

(خطبہ جمعہ 23 جولائی 1999ء)

23 جولائی 1999ء کے خطبہ جمعہ میں خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے ان بیشمار خواتین کی بھی جانی خدمات کا تذکرہ فرمایا جو اپنے واقف زندگی خاوندوں کے ساتھ دیار غیر میں اسلام احمدیت کی خاطر تکالیف برداشت کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کو پیاری ہوگئیں یا خود وقف کرکے اپنے وطنوں اور پیاروں سے دور جان جانِ آفرین کے سپرد کی۔ اور آخر میں حضور رحمہ اللہ حضرت سیدہ آصفہ بیگم صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کا ذکر خیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"اب آخر میں مَیں آصفہ بیگم کا ذکر کرتا ہوں۔ کیونکہ بکثرت لوگوں کے خطوط مل رہے ہیں اور مجھ پر دباؤ ڈالا جارہا ہے کہ آپ کی تعریف کے مطابق وہ بھی شہیدوں میں شامل ہیں۔ مجھے تو جب بھی وہ یاد آتی ہیں نہ جانے کیوں ذہن پر یہ شعر قبضہ کرلیتا ہے۔

مارا دیارِ غیر میں مجھ کو وطن سے دور
رکھ لی مرے خدا نے مری بے بسی کی شرم

وہ شرم میں رکھنے والا جانتا ہے جہاں تک مجھے یقین ہے وہ اللہ کے نزدیک شہداء میں شامل تھیں میرے شہید کہنے یا نہ کہنے سے بھی ان کا مقام میرے اللہ کے حضور وہی رہے گا جو مقدر ہو چکا ہے۔ اللہ انہیں غریق رحمت فرمائے۔ "

(الفضل انٹرنیشنل 10 ستمبر 1999ء تا 16 ستمبر 1999ء)

تاریخ احمدیت کا مطالعہ کرنے سے ایسی مزید ہزاروں لازوال داستانیں ملتی ہیں جن سب کا یہاں بیان کرنا ناممکنات میں شامل ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے اس شعر پر اس مضمون کو ختم کرتی ہوں۔ آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

خوں شہیدانِ امت کا اے کم نظر، رائیگاں کب گیا تھا کہ اب جائے گا
ہر شہادت ترے دیکھتے دیکھتے، پھول پھل لائے گی، پھول پھل جائے گی

(کلام طاہر صفحہ 15)

منظوم کلام

(صاحبزادی امۃ القدوس بیگم صاحبہ)

آگے بڑھتے رہو دم بدم دوستو
دیکھو رکنے نہ پائیں قدم دوستو

ناخدا اگر خدا کو بناتے رہے
ساحلوں پہ سفینہ بھی آجائے گا

اُس کے حکموں پہ سر جو جھکاتے رہے
زندگی کا قرینہ بھی آجائے گا

ساتھ وہ ہے تو پھر کیسا غم دوستو
آگے بڑھتے رہو دم بدم دوستو

جو خلافت کے دامن کو تھامے رہے
رحمتوں کی قبائیں بھی پاجائیں گے

اُس کی رسی کو مضبوط پکڑیں گے جو
نصرتوں کی ردائیں بھی پاجائیں گے

دیکھ لیں گے یہ اہل ستم دوستو
آگے بڑھتے رہو دم بدم دوستو

کوئی سالار جب چھوڑ کے چل دیا
مضطرب کس قدر کارواں ہو گیا

جذبہ ہائے جنوں پر سلامت رہے
پل کو ٹھٹکا پھر آگے رواں ہو گیا

ہے اُسی کا یہ فضل و کرم دوستو
آگے بڑھتے رہو دم بدم دوستو

ماں کی آغوش میں جیسے بچہ رہے
یوں خدا نے ہمیں گود میں لے لیا
اُس نے بے سائباں ہم کو چھوڑا نہیں
گر لیا ایک تو دوسرا دے دیا
اُس نے رکھا ہمارا بھرم دوستو
آگے بڑھتے رہو دم بدم دوستو

اک خدا کا چنیدہ کڑے وقت میں
دل فگاروں کو پھر تھامنے آگیا
روپ جس کا نگاہوں سے او جھل رہا
اک نئے روپ میں سامنے آگیا
اب ہے سب میں وہی محترم دوستو
آگے بڑھتے رہو دمبدم دوستو

لے کے نام خدا، لے کے نام نبی
اپنے جذبوں کو مہمیز کرتے چلو
راستے میں وفا کے جلاؤ دیئے
اور قدم تیز سے تیز کرتے چلو
ہیچ ہیں راہ کے پیچ و خم دوستو
آگے بڑھتے رہو دم بدم دوستو

احمدی خواتین کے کارنامے

(نصیرہ نور، لندن)

سترھویں صدی ہجری کے آخری ربع میں مسلمانوں کی حالت نہایت ناگفتہ بہ تھی۔ عیسائیت اپنے تمام ہتھیاروں سے لبریز اسلام پر حملہ آور تھی۔ مسلمان اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہوئے شرماتا تھا۔ بیشتر مسلمانوں نے ہندوستان میں رہ کر ہندوؤں کے رسم و رواج کو اپنا لیا تھا۔ عورتوں میں تعلیم تھی، نہ ذمہ داری کا احساس، اور نہ اپنے وہ حقوق حاصل کرنے کا احساس جو اسلام نے ان کو دیے تھے، اور جو روندے جا چکے تھے! شرک، جہالت، رسم پرستی، بدرسومات۔۔ کونسی بُرائی تھی جو اس زمانہ کی خواتین میں گھر نہ کر چکی تھی۔

اس اندھیرے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے قادیان کی گمنام بستی میں اپنے ایک پیارے کو مبعوث فرمایا۔ جس کے ساتھ دین کی تمام ترقیات وابستہ تھیں۔ چنانچہ وہ آیا اور ایک ایسے عظیم الشان روحانی انقلاب کی داغ بیل ڈال گیا جو بڑھتے بڑھتے اس وقت جماعت احمدیہ کی صورت میں ایک تناور درخت بن چکا ہے۔

اس نور کی شمع نے عورتوں میں بھی ایک نئی روح پھونک دی ان کو شرک و بدرسومات سے منع فرمایا۔ ان کو ان کے حقوق کی طرف بھی توجہ دلائی اور ذمہ داریوں کی طرف بھی۔ چنانچہ آہستہ آہستہ، ایک ایک کر کے حق کی متلاشی روحیں اس نور کی طرف کھنچنے لگیں جن میں مرد بھی تھے عورتیں بھی۔ بہت سی عورتیں ایسی تھیں جن کو احمدیت کی نعمت اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت کے ذریعے نصیب ہوئی۔ اور انہوں نے اُمَنَّا وصَدَّقْنَا کہتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر لی۔ اور صرف نام ہی کی بیعت نہیں کی بلکہ مکمل اطاعت اس عہد پر نچھاور کی جس کی بدولت انہیں اللہ تعالیٰ کی ہستی پر زندہ ایمان حاصل ہوا اور آنحضور ﷺ کی محبت پوری شان سے ان کے دلوں میں جلوہ گر ہوئی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحابیات میں کثرت سے ایسی خواتین تھیں جن کا زندہ خدا سے تعلق پیدا ہوا جس کے نتیجہ میں انہوں نے اپنی اولادوں کو احمدیت کی خاطر وقف کیا۔ جن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارتیں ملیں۔ جنہوں نے احمدیت کی خاطر بڑی بڑی قربانیاں کیں اور جن کے ذریعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بہت سی روایات ہم تک پہنچیں۔

جب جماعت احمدیہ کی بناء ڈالی گئی اور اس خدائی جماعت کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا تو اصحاب جماعت نے قادیان آنا شروع کیا۔ عورتیں بھی آنے لگیں۔ جلسہ سالانہ کی ابتدا ہوئی تو اس پر آنے والے تمام مہمانوں کی میزبانی کی پوری ذمہ داری صرف اور صرف حضرت اُم المؤمنینؓ حرم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہوتی تھی۔ آپؓ سب کا کھانا اپنی نگرانی میں پکواتیں۔۔ ابتداء میں مہمان نوازی کا خرچ بھی خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام برداشت فرماتے تھے اور حضور علیہ السلام کے تمام کاموں میں حضرت اُم المؤمنینؓ شریک ہوتی تھیں اور کسی بھی نوع کی قربانی کی ضرورت پڑتی تو بھی سب سے پہلے لبیک کی صدا بلند فرماتی تھیں۔

حضرت نواب مبارکہ بیگمؓ صاحبہ کا بابرکت وجود بھی خواتین مبارکہ میں سے ایک ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر آپؓ کی عمر صرف سوا گیارہ سال تھی۔ اس چھوٹی سی عمر میں بھی آپؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہر حرکت، ہر سکون، ہر فعل، ہر عمل، کو بڑے غور اور محبت سے دیکھا۔ روایات اور اہم واقعات کو جماعت تک پہنچایا، یہ تاریخ احمدیت کے لئے آپؓ جیسی صاحب رویاء وکشوف خاتون کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔

چوہدری ظفر اللہ خان صاحبؓ کی **والدہ محترمہ حسین بی بیؓ** نے سچی خوابوں کی بناء پر احمدیت قبول کی تھی۔ آپؓ سلسلہ کے لئے نہایت غیرت اور محبت رکھنے والی خاتون تھیں آپؓ کو بدرسومات سے بے حد نفرت تھی۔ یتامیٰ اور مساکین کے لئے اپنے ہاتھ سے پارچات تیار کرتی تھیں۔ منارۃ المسیح کی تحریک پر لبیک کہتے ہوئے آپؓ نے مالی قربانی کا نذرانہ پیش کیا اور خدا کے فضل سے آپؓ کا نام منارۃ المسیح پر مندرجہ ذیل الفاظ میں کندہ ہے۔

''حسین بی بی والدہ آنرایبل سرچوہدری محمد ظفر اللہ خاں ڈسکہ ضلع سیالکوٹ۔''

(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد اول صفحہ 9)

''مکرمہ اُستانی سکینہ النساء صاحبہ اہلیہ قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل بھی ان خوش نصیب خواتین میں سے ایک تھیں جن کا ذکر احمدیت میں زندہ وجاوید ہے۔ آپ نے چودہ پندرہ سال کی عمر میں ہی اخبارات اور رسائل میں مضامین بھجوانے شروع کر دیئے تھے۔ اپنے گاؤں گولیکی میں چھوٹے بچوں کا ایک اسکول بھی کھول رکھا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ''البدر'' اور '' الحکم'' کو اپنے دو بازو قرار دیا ہے۔ آپ بھی اس قلمی جہاد میں شامل ہو کر ان مجاہدین میں شامل ہو گئیں جو ان بازوؤں کی تقویت کا باعث بن رہے تھے۔''

(ماخوذ از تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد اول صفحہ 10)

مکرمہ کرم بی بی صاحبہؓ اہلیہ حضرت منشی امام الدین صاحب پٹواری صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جذبہ اور جماعتی محبت کا یہ عالم تھا کہ آپؓ نے بھی گھر میں ایک چھوٹا سا مدرسہ کھولا ہوا تھا۔ گاؤں کے بچے اور مستورات قرآن مجید پڑھنے کے لیے باقاعدگی سے آتے تھے۔ آپؓ میں خدمت خلق کا بھی جذبہ بہت تھا۔ دیہات کی محتاج اور غریب عورتوں کی ہمیشہ مدد کرتیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب مسجد لندن کے لئے عورتوں کو چندہ کی تحریک فرمائی تو آپؓ کے پاس کافی زیور موجود تھے۔ آپؓ نے غالباً صرف ایک زیور اپنی والدہ مرحومہ کی نشانی کی طور پر رکھ کر باقی سارا زیور اپنی خوشی سے پیش کر دیا۔

(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد اول صفحہ 7 تا 8)

حضرت مصلح موعودؓ کا دور خلافت شروع ہوا تو آپؓ کی خداداد فہم و فراست نے بھی عورتوں کی تعلیمی ضرورت، تربیت و اصلاح کی کمی کو شدت سے محسوس کیا۔ آپؓ نے سوچا کہ انہیں باشعور اور عقل مند بنانے، ان کی صلاحیتوں اور قابلیتوں کو بیدار کرنے اور عظیم ذمہ داریوں سے عہدہ براء ہونے میں مدد کے لئے ان کی تنظیم کی جائے۔ لہٰذا عورتوں کی ایک اپنی بھی انجمن بنائی جائے جس کی عہدہ دار بھی عورتیں ہوں، معلم بھی عورتیں ہوں۔ تا عورتیں بھی دین کی عالمہ، قرآن و حدیث کی معلمہ، اپنی صنف کی رہنمائی کرنے والی اور اپنی اولادوں کی بہترین تربیت کرنے والی بنیں۔ پس اسی جوش و جذبہ سے سرشار آپؓ نے 25 دسمبر 1922 کو لجنہ اماء اللہ کی

تشکیل کا اعلان فرمایا اور اس انجمن نے آگے چل کر عورتوں کو دینی، روحانی، علمی، عقلی، تربیتی نیز ہر لحاظ سے صحابیات والے بلند مقام پر پہنچایا۔

حضرت سیدہ اُمّ ناصر احمد صاحبہؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں دار المسیح میں بہو بن کر آئیں اور بہو بھی ایسی جس کی ذات سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسل میں موعود نافلہ یعنی حضرت حافظ مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالثؒ عطا ہوئے اور دین کے استحکام کا باعث بنے۔ گویا آپؓ اس عظیم بیٹے کی والدہ ہو کر ایک خدائی نشان بن گئیں۔

آپؓ لجنہ اماء اللہ کی تنظیم کی سب سے پہلی صدر منتخب ہوئیں اور کم و بیش 36 سال تک اس عہدہ پر فائز رہیں۔ 1913ء میں الفضل کے اجراء کے موقع پر آپؓ نے اس اہم جماعتی اور دینی ضرورت کے لیے اپنا زیور پیش کر دیا۔ حضرت مصلح موعودؓ آپؓ کی قربانی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"خدا تعالیٰ نے میری بیوی کے دل میں اسی طرح تحریک کی جس طرح حضرت خدیجہؓ کے دل میں رسول کریم ﷺ کی مدد کی تحریک کی تھی۔۔۔ الفضل اپنے ساتھ میری بے بسی کی حالت اور میری بیوی کی قربانی کو تازہ رکھے گا۔۔۔ اس حسن سلوک نے نہ صرف مجھے ہاتھ دیئے جن سے میں دین کی خدمت کرنے کے قابل ہوا اور میرے لئے زندگی کا نیا ورق الٹ دیا۔ بلکہ ساری جماعت کی زندگی کے لئے بھی ایک بہت بڑا سبب پیدا کر دیا۔۔۔ میں حیران ہوتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ یہ سامان پیدا نہ کرتا تو میں کیا کرتا اور میرے لئے خدمت کا کونسا دروازہ کھولا جاتا اور جماعت میں روز مرہ بڑھنے والا فتنہ کس طرح دور کیا جا سکتا۔

(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد دوم صفحہ 503- 504)

حضرت سیدہ امتہ الحیؓ صاحبہ سیدنا حضرت حکیم نورالدین خلیفۃ المسیح الاولؓ کی بیٹی تھیں اور آپؓ کا نکاح حضرت فضلِ عمرؓ سے 31 مئی 1914ء کو ہوا۔ آپؓ کو عشق قرآن ورثہ میں ملا تھا۔ آپؓ کا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپؓ نے بھی حضورؓ کو احمدی خواتین کی ترقی کے لئے ایک انجمن یعنی لجنہ اماء اللہ بنانے کی تجویز پیش کی تھی اور اس کی سب سے پہلی سیکریٹری بھی آپؓ تھیں۔ آپؓ نے لجنہ کی خواہش اور شوق کو مد نظر رکھتے ہوئے درسِ قرآن کو جاری رکھنے کی بھی درخواست کی۔ چنانچہ حضرت فضل عمرؓ نے خلیفہ کے منصب پر فائز ہونے کے بعد ازراہِ شفقت عورتوں میں قرآن کریم کے درس کو جاری رکھا اس طرح آپؓ عورتوں میں اس برکت کے جاری کروانے کا باعث بھی بنیں۔

حضرت سیدہ اُمّ طاہرؓ صاحبہ حرم حضرت مصلح موعودؓ ایک بہت سادہ اور پر عزم خاتون تھیں۔ تاریخ احمدیت کو آپؓ کے کارناموں پر ناز ہے۔ جب کبھی حضورؓ کوئی بھی کام آپؓ کے سپرد فرماتے تو آپؓ انتھک محنت اور احسن طریق سے اسے انجام دیتیں۔ مولانا عبد الرحیم درد صاحبؓ کے مضمون کے مطابق "آپؓ کی کوششوں سے لجنہ اور جماعت کے جھنڈے تیار ہوئے"۔ لجنہ کا جھنڈا آپؓ کی صدارت میں ڈیزائن ہوا، حضرت صاحبؓ نے منظور فرمایا اور پھر منظور شدہ جھنڈے کے ڈیزائن کا سوت کاتنے کے لئے صحابیات کے ناموں کی فہرست تیار کی گئی، چرخے منگوائے گئے، سوت کتوا کر جھنڈا تیار کیا گیا اور جلسہ سالانہ کے موقع پر حضورؓ کے بابرکت ہاتھوں سے پرچم کشائی عمل میں آئی۔

یہی عظیم خاتون ہیں جن کے ایک عظیم لختِ جگر خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی حیثیت سے مسندِ خلافت پر جلوہ گر ہوئے اور احمدیت کے افق پر ہمیشہ رہنے والا زندہ و تابندہ ستارہ بن کر چمکے۔

حضرت سیدہ چھوٹی آپا صاحبہ، حضرت سیّدہ مریم صدیقہ رحمھا اللہ تعالیٰ 'ام متین' کے نام سے مشہور تھیں۔ آپ 30 ستمبر 1935ء کو حضرت مصلح موعودؓ کی زوجیت میں آئیں۔ 1942ء سے 1958ء تک لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی جنرل سیکرٹری رہیں 1958ء میں آپ لجنہ مرکزیہ کی صدر منتخب ہوئیں اور پھر 1997ء تک صدارت کے عہدہ پر فائز رہیں۔ آپؒ کے دور میں لجنہ اماء اللہ نے ترقی کی خوب منازل طے کیں۔

"ربوہ میں دفتر اور لجنہ ہال کی تعمیر ہوئی۔ ماہنامہ مصباح کا انتظام لجنہ نے کامیابی کے ساتھ سنبھالا۔ کئی تعلیمی ادارے کھولے گئے۔ بہت سی دیگر مالی تحریکات کے علاوہ مستورات کو پہلے مسجد ہالینڈ کے لیے قریباً ایک لاکھ چوالیس ہزار روپے اور پھر مسجد ڈنمارک کے لیے سوا پانچ لاکھ روپے جمع کرنے کی توفیق ملی۔"

(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد دوم صفحہ 523-524)

آپؒ کی محنت رنگ لائی اور ایک شاندار مسجد معرضِ وجود میں آگئی۔ یہ مسجد نصرت جہاں کے نام سے مشہور ہے اور یہ ڈنمارک کے شہر کوپن ہیگن میں بنائی گئی تھی۔ اور ان شاء اللہ یہاں سے اللہ اکبر کی صدائیں قیامت تک گونجتی رہیں گی۔ اس طرح کی کئی اور تحریکات کو کامیاب بنانے کے لئے آپؒ نے دن رات ایک کر دیا۔ علاوہ ازیں، آپؒ کے کارناموں میں انڈسٹریل ہوم اور فضل عمر جونیئر ماڈل اسکول کا قیام بھی ہے۔ سائنس بلاک جامعہ نصرت بھی آپؒ کا مرہون منت ہے۔ آپؒ کا عظیم کارنامہ جو سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے وہ تاریخ لجنہ کی تدوین ہے۔ آپؒ نے بے حد محنت اور جانفشانی سے اس کام کو انجام دے کر احمدی خواتین اور احمدیت کی تاریخ میں نمایاں معرکہ سرانجام دیا۔

قادیان کی بستی میں خواتینِ درویشان کے کارنامے

1947ء میں پاکستان کے معرض وجود میں آجانے کے بعد ہندوستان سے مسلمانوں کے قافلے پاکستان کی طرف کوچ کر گئے۔ قادیان کی بستی کے باشندوں کو بھی کوچ کرنے کا حکم ہوا۔ ایسے میں اس پاک بستی کی سرزمین کی حفاظت کے لئے حضرت خلیفتہ الثانیؓ نے فیصلہ فرمایا کہ کچھ احمدی خاندانوں کو یہاں رہ کر اپنے مقدس اور متبرک مقامات کی حفاظت کرنی چاہیے۔ ان خاندانوں کو تاریخ احمدیت، 'درویشانِ قادیان' کے نام سے پکارتی ہے۔ جہاں مردوں اور بچوں نے خلیفۂ وقت کی آواز پر لبیک کہا، وہیں ہماری احمدی خواتین بھی اس قربانی میں پیش پیش تھیں۔ اور انہوں نے ہجرت کرنے کی بجائے اپنے متبرک مقامات کی حفاظت کے لئے قادیان میں رہنا پسند کیا۔ نامساعد حالات میں بھی کبھی ان کی زباں پہ شکوہ نہ آیا بلکہ ہر دکھ ہر مصیبت کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کیا اور اپنی تمام زندگی اپنی جماعت کے ان انمول اثاثوں کی حفاظت میں گزاردی جن سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یادیں وابستہ تھیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ ان پر ایسے مصائب بھی آئے کہ واقعات پڑھ کر انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کھانے پینے کی تنگی اور دیگر مالی مشکلات بھی تھیں، مگر سب مشکلات کا مقابلہ بڑے حوصلے سے کیا۔ ان درویشان کی تعداد 313 تھی۔ خدا تعالیٰ ان کی نسلوں پر برکتیں نازل فرمائے۔ آمین۔

مجلس شوریٰ میں عورتوں کو نمائندگی ملنا

1929ء کی مجلس شوریٰ میں مستورات کی مجلس مشاورت میں حق نمائندگی پر طویل بحث سننے کے بعد حضورؓ نے فرمایا

"۔۔۔اب میں چار منٹ تک انتظار کروں گا کہ کوئی عورت بولتی ہے یا نہیں اور پھر اور بات شروع کروں گا۔"

"اس پر مکرمہ اُستانی میمونہ صوفیہ صاحبہ نے حسبِ ذیل تقریر کی:

سیّدناوامامنا! السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ!

میں صرف اتنا پوچھنا چاہتی ہوں جب ہمارے لئے درس گاہیں اس لئے کھولی جارہی ہیں کہ ہم علم حاصل کرکے تبلیغ اسلام کریں تو کیا یہ بات ہمارے لئے سدّراہ نہ ہوگی کہ قوم ہمارے لئے فیصلہ کردے کہ عورتوں کو مجلس مشاورت کی نمائندگی کا حق حاصل نہیں۔ جب ہم عورتوں کے سامنے اپنے خیالات پیش کریں گی تو وہ یہ جواب دیں گی کہ تمہارے مذہب نے تو تمہارے لئے مشورہ کا حق بھی نہیں رکھا اس لئے تمہاری بات ہم نہیں سنتیں"۔

(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد اول صفحہ 263)

اس کے بعد حضرت خلیفتہ المسیح الثانیؓ نے نمائندگان کو ارشاد فرمایا کہ وہ اچھی طرح اس مسئلہ پر غور کرلیں۔

1930ء کی مجلس مشاورت میں جو 18-19-20 اپریل کو منعقد ہوئی۔ عورتوں کی نمائندگی کے متعلق حضورؓ نے ایک اہم فیصلہ فرمایا:

"اب کی دفعہ بعض اہم معاملات پر زیادہ وقت صَرف ہوگیا ہے اور بعض اہم امور رہ گئے ہیں ان میں سے ایک خاص معاملہ ایسا تھا جس کے لئے ہمارے سلسلہ کی عورتیں بہت بیتاب تھیں اور وہ عورتوں کی حقِ نمائندگی کا سوال ہے ۔۔۔۔ عورتوں کے حق نمائندگی کے متعلق یہ عارضی فیصلہ کرتا ہوں کی جہاں جہاں لجنہ اماء اللہ قائم ہیں وہ اپنی لجنہ رجسٹرڈ کروالیں۔ یعنی میرے دفتر سے لجنہ کی منظوری حاصل کرلیں۔ پھر ان کو جنہیں میری اجازت سے منظور کیا جائیگا مجلس مشاورات کا ایجنڈا بھیج دیا جایا کریگا وہ رائے لکھ کر پرائیویٹ سیکرٹری کے پاس بھیج دیں میں جب ان امور کا فیصلہ کرنے لگوں گا تو ان کی آراء کو بھی مدنظر رکھ لیا کرونگا۔ اس طرح عورتوں اور مردوں کے جمع ہونے کا جھگڑا بھی پیدا نہ ہو گا۔ اور مجھے بھی پتہ لگ جائیگا کہ عورتیں مشورہ دینے میں کہاں تک مفید ثابت ہوسکتی ہیں۔"

(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد اول صفحہ 289)

جلسہ پیشگوئی مصلح موعود میں احمدی خواتین کا کردار

دہلی کے جلسہ مصلح موعود میں، جو 16 اپریل 1944ء کو منعقد ہوا تھا، غیر احمدی علماء نے جلسہ شروع ہوتے ہی شور مچانا شروع کر دیا اور ساتھ ہی مخالفین کا ہجوم شور کرتا ہوا مستورات کے جلسہ گاہ کی طرف بڑھنے لگا۔ شور سن کر غیر مسلم اور غیر احمدی مہمان خواتین بہت گھبرا گئیں۔ مگر اس وقت احمدی خواتین نے بہت بہادری کا مظاہرہ کیا۔ بعد ازاں حضرت مصلح موعودؓ نے احمدی خواتین کی بہادری کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا تھا:

''غیر مسلم اور غیر احمدی خواتین کو خطرہ کا بہت احساس تھا بعض تو گھبراہٹ میں کانپنے لگیں۔ مگر اس وقت احمدی عورتوں نے بھی بہت بہادری دکھائی اور ان کے ارد گرد قطار باندھ کر کھڑی ہو گئیں اور کہا کہ آپ گھبرائیں نہیں اگر کوئی اندر آیا بھی تو ہم مقابلہ کریں گی۔ ''

(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد اول صفحہ 591)

1946ء کے انتخابات جو حصول پاکستان کی جنگ میں ایک سنگِ میل کی حیثیت کے حامل تھے۔ اس تاریخی انتخابات کے موقع پر احمدی عورتوں نے جس محنت اور جانفشانی سے کام کیا۔ اس عظیم الشان کارنامہ کو سرانجام دینے پر حضرت مصلح موعودؓ نے احبابِ جماعت کو مخاطب کر کے احمدی عورتوں کی مساعی کو سراہتے ہوئے فرمایا؛

"مردوں کے مقابلہ میں عورتوں نے قربانی کا نہایت اعلیٰ نمونہ پیش کیا ہے۔۔۔ عورتوں نے اس دیوانگی سے کام کیا ہے کہ ان میں سے بعض کی شکلیں تک پہچانی نہیں جاتیں۔ انہوں نے کھانے کی پرواہ نہیں کی انہوں نے آرام کی پرواہ نہیں کی اور ایسی محنت سے کام کیا ہے کہ میں سمجھتا ہوں ان میں سے کسی کا تین سیر، کسی کا چار سیر، کسی کا پانچ سیر وزن کم ہو گیا ہے۔ مگر مردوں نے عورتوں کے مقابلہ پر بہت کم کام کیا ہے۔۔۔ عورتوں نے الیکشن میں قربانی کر کے ثابت کر دیا ہے کہ وہ اس بات کی مستحق ہیں کہ ان کے اس ذکر کو ہمیشہ تازہ رکھا جائے اور بار بار اس واقعہ کو جماعت کے سامنے لایا جائے۔ انہوں نے بے نظیر قربانیوں اور نہایت اعلیٰ درجہ کی جاں نثاری کا ثبوت دے کر یہ ثابت کر دیا کہ وہ مردوں سے قومی کاموں میں آگے نکل گئی ہیں۔

(الازہار لذوات الخمار اوڑھنی والیوں کے لئے پھول صفحہ 410-411)

لجنہ اماء اللہ ربوہ کا ایک نمایاں کارنامہ

''حالیہ (1971ء) جنگ کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ارشاد کے تحت لجنہ اماء اللہ ربوہ نے پاک افواج کے لئے ایک ماہ میں آٹھ ہزار سات سو اکاون روئی کی صدریاں تیار کر کے بھجوائیں۔ اس کام کو سرانجام دینے کے لئے ربوہ کی ایک ہزار خواتین نے صدر لجنہ اماء اللہ ربوہ صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ کی زیر نگرانی روزانہ بارہ گھنٹے کام کیا۔ کام مختلف درجوں میں تقسیم تھا۔ کٹائی، سلائی، روئی کا بھرنا، نگندے ڈالنے، کاج بٹن لگانے، استری کرنا اور سائز لکھنا اور پھر ایک ایک درجن صدریوں کے پیکٹ بنانے۔۔۔ ربوہ کی لجنہ اماء اللہ کا یہ کارنامہ جس کے لئے انہوں نے اپنا وقت اور قوتیں صرف کیں یقیناً ایسا کارنامہ ہے جو دوسروں کے لئے قابل تقلید ہے۔ اس سارے کام کا سہرا صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ کے سر پر ہے۔''

(مجلہ بتقریب جشن پنجاہ سالہ صفحہ 57)

خدمت قرآن میں احمدی خواتین کا حصہ

حضرت مصلح موعودؓ کی ایک عظیم الشان تصنیف 'دیباچہ تفسیر القرآن' ہے۔اس کے انگریزی تفسیری نوٹس امریکہ میں شائع ہونے جا رہے تھے مگر اس میں انڈیکس شامل نہ تھا جس کے بغیر علمی حلقوں میں اسے ادھورا شمار کیا جاتا۔ اس شدید ضرورت کو پورا کرنے کے لئے سیّدنا حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے امریکہ میں احمدی خواتین سے کہا کہ وہ اس کام کے لئے اپنے آپ کو پیش کریں۔ چنانچہ احمدی خاتون عائشہ شریف کی قیادت میں مندرجہ ذیل خواتین نے دن رات کمپیوٹر پر کام کر کے ایک نہایت ہی اعلیٰ اور جامع انڈیکس تیار کیا۔

مکرمہ محترمہ عائشہ شریف صاحبہ، مکرمہ محترمہ نسیم یعقوب صاحبہ، مکرمہ محترمہ عائشہ حکیم صاحبہ، مکرمہ محترمہ شکورہ نوریہ صاحبہ، مکرمہ محترمہ سلمٰی غنی صاحبہ، مکرمہ محترمہ خدیجۃ الہادی صاحبہ، مکرمہ محترمہ رفیعہ راما صاحبہ، مکرمہ محترمہ خلعت الٰہ دین صاحبہ، مکرمہ محترمہ طاہرہ صاحبہ، مکرمہ محترمہ عظمٰی سعید صاحبہ، مکرمہ محترمہ فرزانہ قادر صاحبہ، مکرمہ محترمہ فاطمہ حنیف صاحبہ

علاوہ ازیں کئی احمدی بہنوں نے اس انڈیکس کی پروف ریڈنگ میں مدد کی ان کے نام یہ ہیں۔

محترمہ شازیہ شاہ صاحبہ، محترمہ مینا رشید صاحبہ، محترمہ فوزیہ رشید صاحبہ، محترمہ نبیلہ مجید صاحبہ، محترمہ امتہ الصبور اعجاز صاحبہ، محترمہ رعنا ملک صاحبہ، محترمہ سیمیں طیبّہ صاحبہ

پیارے آقا نے احمدی خواتین کے اس کارنامے کو بے حد سراہا اور ان سب کے لئے دعا کی تاکید فرمائی۔

محترمہ بہن امینہ صاحبہ (برازیل) نے احمدیہ صد سالہ جشن تشکر کے لئے اپنی گراں قدر خدمات سے عظیم الشان کام سر انجام دیئے۔ اس بہن نے قرآن کریم کا پرتگالی زبان میں ترجمہ کیا۔ علاوہ ازیں منتخب آیات، منتخب احادیث اور ملفوظات حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے تراجم بھی کیے۔ شائع شدہ ترجمہ کے دیباچہ میں امینہ صاحبہ کی خدمات کا ذکر موجود ہے۔ جو تاریخ احمدیت میں ہمیشہ محفوظ رہے گا اور ان کے ذکر خیر کو باقی رکھے گا۔ سیّدنا حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ازراہ شفقت اس محترم بہن کو پہلی احمدی خاتون مشنری کے خطاب سے نوازا تھا۔

قرآن کریم کا سویڈیش زبان میں ترجمہ کرنے کا عظیم الشان کارنامہ سویڈیش بہن قانتہ صاحبہ نے سر انجام دیا آپ نے اس کام کا آغاز،، قدرت ثانیہ کے مظہر ثالث، سیّدنا حضرت مرزا ناصر احمدؒ کے زمانہ میں کیا۔ آپ نے اس مبارک کام کا آغاز کوپن ہیگن

ڈنمارک میں کیا جبکہ اس وقت آپ وہاں کی صدر لجنہ بھی تھیں۔ بعد میں فرینکفورٹ آگئیں۔ جہاں ترجمہ کے کام کے بیشتر حصہ کو مکمل کیا۔ جرمنی میں بھی قانتہ بہن نے صدر لجنہ کے فرائض ادا کیے۔ آپ نے ترجمہ کا کام 6 سال کے عرصہ میں مکمل کیا۔

یکم جولائی 1988 کو یہ ترجمہ سویڈن میں چھپ کر تیار ہو گیا۔ قانتہ بہن کی یہ انتہائی خواہش تھی کہ اسکی پہلی کاپی یہ خود حضور انور کی خدمت میں پیش کریں۔ اس کی اجازت ملنے کے بعد یہ قرآن کریم کا ایک نسخہ پیش کرنے کے لئے لندن تشریف لائیں۔ 9 جولائی 1988ء کو یہ نادر تقریب حضورؒ کے دفتر میں ہوئی۔ آپ اپنے جذبات کا اظہار یوں فرماتی ہیں:

"یہ میری زندگی کا بہت اہم لمحہ تھا۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری اس کوشش کو قبول فرمائے۔۔۔ اور مجھے دین حق، احمدیت کی صحیح معنوں میں خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ میں عرصہ 22 سال سے خدا کے فضل سے احمدی ہوں۔"

(لجنہ مجلہ بتقریب صد سالہ جشن صفحہ 79 تا 80)

مساجد کی تعمیر کا کارنامہ، برلن کی مسجد کی تعمیر

حضرت مرزا مسرور احمد، خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"برلن میں مسجد کے لئے زمین کا انتظام ہو جانے پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 2 فروری 1923ء کو یہ تحریک فرمائی کہ مسجد برلن کی تعمیر احمدی خواتین کے چندہ سے ہو۔ اس کے لئے حضورؓ نے 50 ہزار روپیہ تین ماہ میں اکٹھا کرنے کا اعلان فرمایا۔ لجنہ اماء اللہ کے قیام کے بعد یہ سب سے پہلی مالی تحریک تھی جس کا خالصتاً تعلق مستورات سے تھا۔ اس تحریک میں احمدی خواتین کے مطمح نظر کو یکسر اتنا بلند کر دیا کہ ان میں اخلاص و قربانی اور فدائیت اور للّٰہیت کا ایسا زبردست ولولہ پیدا ہو گیا کہ جس کی کوئی مثال نہیں تھی۔

۔۔۔ اُس وقت تو حالات کی وجہ سے جیسا کہ مَیں نے بتایا کہ مسجد باوجود کوشش کے نہ بن سکی۔ لیکن قادیان اور ہندوستان کی لجنہ کی جو قربانی تھی وہ رائیگاں نہیں گئی۔ اُس رقم سے مسجد فضل تعمیر ہو گئی اور آج اِس مسجد کی جو تاریخی اہمیت ہے وہ بھی سب پر واضح ہے اور مَیں سمجھتا ہوں کہ اُس وقت کی احمدی خواتین کی قربانی اتنی سچی تھی اور اس کی قبولیت کے لئے دعائیں اِس درد کے ساتھ انہوں نے کی ہوں گی کہ ایک مسجد تو انہوں نے اپنی زندگی میں بنا لی اور دوسری مسجد کی تعمیر میں ہو سکتا ہے آج ان کی نسلیں شامل ہوئی ہوں۔ لیکن بہر حال وہی جذبہ جو اُن ابتدائی خواتین کی قربانی کا تھا وہ آج بھی کچھ حد تک لجنہ میں دین کی خاطر قربانی میں ہمیں نظر آتا ہے اور مَیں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی ان کی دعائیں تھیں جنہوں نے اپنی نسلوں میں بھی یہ جذبہ پیدا رکھا۔

یہ مسجد جو اس وقت موجودہ مسجد ہے 17 لاکھ یورو میں تعمیر ہوئی ہے۔ جس میں سے 4 لاکھ یورو کے علاوہ 13 لاکھ جرمنی کی لجنہ نے دیا ہے اور 4 لاکھ جو باہر سے آیا ہے اس میں سے بھی زیادہ بڑا حصہ لجنہ UK کا ہے۔"

(خطبہ جمعہ 17/ اکتوبر 2008ء)

خدا کی راہ میں جان کا نذرانہ پیش کرنے والی احمدی خواتین

سیّدنا حضرت مرزا طاہر احمد خلیفتہ الرابعؒ نے اپنے خطبہ جمعہ 20 جون 1986ء کو پہلی احمدی عورت کی شہادت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"یہ نہ مٹنے والی سعادت ہے جو اس دور کی قربانیوں میں ایک نئے باب کا اضافہ کر رہی ہے۔ ایک نیا سنگِ میل رکھ رہی ہے کیونکہ احمدی خواتین میں سے ایک پہلی خاتون ہیں جنہیں اس دور میں اللہ کی خاطر جان دینے کی سعادت نصیب ہوئی ہے ان کا نام رخسانہ تھا اور ان کے خاوند طارق احمدی تھے لیکن طارق صاحب کا بھائی بشارت احمدی نہ تھا اور حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ اور جماعت کے خلاف بدزبانی کرتا تھا اور اپنی بھابھی کو عبادت سے روکتا تھا اور احمدیہ دارالذکر میں جانے پر قتل کی دھمکیاں دیتا تھا چنانچہ 9 جون عید کے روز جب رخسانہ اور طارق صاحب عید کی نماز پڑھ کر واپس آئے تو بشارت نے اپنی بھابھی سے جھگڑا کیا کہ کیوں تم احمدیوں کے ساتھ نماز پڑھنے گئیں تھیں اور پھر اسی دوران تین فائر کر کے رخسانہ کو قتل کر دیا۔

احمدی خواتین جن کی بڑی کثرت سے اس دعا کے لئے حضور کی خدمت میں خط آتے کہ انہیں بھی خدا کی راہ میں جانی قربانی کی سعادت نصیب ہو انہیں مخاطب کرتے ہوئے حضور نے فرمایا۔

احمدی خواتین قربانیوں میں ہرگز اپنے مردوں سے پیچھے نہیں ہیں۔

وہ بیوگان جو پیچھے رہ گئیں ان کے متعلق یہ گمان کرنا کہ وہ قربانی کے ثواب سے محروم رہ گئیں یہ غلط خیال ہے مردوں کو خدا کی راہ میں جانی قربانی کے نتیجہ میں حاصل ہونے والی عظمت کے اندر ان بیواؤں کی عظمت بھی شامل ہوتی ہے۔ اسی طرح سب مائیں جن کے بیٹے اور بہنیں جن کے ویر خدا کی راہ میں مارے گئے۔ یہ سب قربانیوں میں شامل ہیں اور عورتیں ہرگز مردوں سے پیچھے نہیں ہیں۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 20 جون 1986ء)

اولاد کی قربانی

خدا تعالیٰ کی راہ میں اولاد کو قربان کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ ایک ماں کے لئے سب سے بڑی قربانی کہ وہ اپنے جگر گوشے کو موت کے منہ میں جانے کے لئے بے خطر پیش کر دے۔ لیکن احمدی ماؤں نے اس میدان میں بھی ایسے نمونے پیش کیے کہ دنیا کی کسی تاریخ میں ایسی مثالیں نہیں ملتی۔ ایسی مائیں بھی ہیں جنہوں نے ہنستے، مسکراتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ شکر بجالاتے ہوئے اپنی ایک نہیں ساری کی ساری اولادوں کو راہِ خدا میں پیش کر دیا۔ اور وہ مائیں بھی ہیں جنہوں نے اپنی کل کائنات اپنی اکلوتی اولاد پیش کر دیا۔

خلافت ثانیہ میں ایک موقع پر وطن عزیز پاکستان کے دفاع کے لئے نوجوانوں کی ضرورت تھی۔ حضرت مصلح موعودؓ نے احمدی نوجوانوں کو پاکستانی فوج میں شامل ہونے کی تحریک کی۔ حالات ایسے تھے کہ ان دنوں فوج میں بھرتی ہونا گویا اپنے آپ کو موت کے مونہہ میں دھکیلنے والی بات تھی۔ ایک جگہ جب یہ پیغام

پہنچایا گیا۔ تو فوری طور پر سناٹا چھا گیا کوئی ایک نوجوان بھی نام لکھوانے کے لئے آگے نہ بڑھا وہاں ایک بیوہ عورت بیٹھی تھی۔ اس کا ایک ہی بیٹا تھا۔ آئندہ اولاد کی بھی کوئی صورت نہ تھی۔ خلیفہ وقت کی تحریک سن کر خدا کی بندی تڑپ اٹھی خلیفہ وقت کی طرف سے تحریک ہو، اور یہ خاموشی۔ اس شیرنی نے اپنے بیٹے کو آواز دیکر کہا؛ تم بولتے کیوں نہیں۔ کیا تم نے سنا نہیں کہ خلیفہ وقت نے احمدی نوجوانوں کو بلایا ہے؟ سعادت مند بیٹے نے فوراً اپنا نام پیش کر دیا۔۔۔ یہ ہے ایک احمدی خاتون کا کارنامہ۔۔۔ اس بیوہ عورت نے جس والہانہ جذبہ سے اپنے اکلوتے بیٹے کو دین کی خدمت کے لئے اور مسلمانوں کے ملک کی حفاظت کے لئے پیش کیا اس پر اس خوش قسمت خاتون کے حق میں خلیفہ ٔوقت نے اس قابلِ رشک انداز میں دعا کی:

”اے میرے رب! اس بیوہ عورت سے زیادہ قربانی کرنا میرا فرض ہے۔ میں بھی تجھ کو تیرے جلال کا واسطہ دیکر تجھ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ اگر انسانی قربانی کی ہی ضرورت ہو تو اے میرے رب! اس کا بیٹا نہیں بلکہ میرا بیٹا مارا جائے۔“ (ماخوذ از تاریخ لجنہ اماءاللہ جلد دوئم صفحہ 108-109)

تاریخ احمدیت ان خواتین کو بھی کبھی فراموش نہیں کرے گی جو گھروں میں جنت کا ماحول پیدا کرتی ہیں اور اپنے بچوں کے دلوں میں دین کی محبت اور قربانی کا جذبہ پیدا کرتی ہیں گویا آئندہ نسلوں کے لئے شمع ہدایت کا کام دیتی ہیں۔ احمدیت کی تاریخ شاہد ہے کہ بہت سی نیک اور متقی ماؤں نے اپنے نئے جنم لینے والے بچوں کو ان کی پیدائش سے پہلے ہی خلیفۂ وقت کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے دین کے لئے واقفینِ نو کی صف میں لا کھڑا کیا۔ ایسی ماں جس نے ایک مبلغِ اسلام کو پروان چڑھایا اور اسے دین کے لئے زندگی وقف کرنے کے واسطے تیار کیا، بلاشبہ مبارکباد کی مستحق ہے۔

لجنہ اماءاللہ یوکے کی سرگرمیاں

11 دسمبر 1949ء کو لجنہ اماءاللہ یوکے کا قیام عمل میں آیا اور یوکے کی لجنہ کا یہ کارواں اپنی منزل کی طرف گامزن تھا۔ مگر جونہی 30 اپریل 1984ء کو خلافت رابعہ کا قافلہ لندن کی سرزمین پر جلوہ گر ہوا تو یوکے کی لجنہ کی قسمت نے ایک دم پلٹا کھایا۔ خلافت رابعہ کا دور لجنہ یوکے کی تاریخ میں ایک زرّیں باب کی حیثیت رکھتا ہے اور یہ دور اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت اور افضالِ الٰہی کی بارشوں سے بھرا پڑا ہے۔ حضورؒ نے مختلف منصوبوں پر کام شروع کیا۔ نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کی ایک ٹیم بنائی جو کہ مختلف مذہبی موضوعات پر تحقیق کرتے ہیں۔ پھر MTA کی ٹیم بنائی گئی۔ اس غیر معمولی منصوبہ میں حضورؒ کی زیر ہدایت، پروڈکشن ٹیم، ڈاکومنٹری ٹیم، خبروں کی ٹیم اور لائبریری وغیرہ بنوائی گئیں ان ٹیموں میں جہاں مردوں کو کام کرنے کا موقع نصیب ہوا وہاں لجنہ کو بھی خدا کے فضل سے شانہ بشانہ خدمت دین کی توفیق مل رہی ہے اور یوکے کی لجنہ اور ناصرات کی خوش قسمتی ہے کہ وہ خلیفہ ٔوقت کی ہر تحریک پر اپنی خدمات پیش کرتی ہیں۔ مثلاً حضورؒ کے ساتھ لجنہ و ناصرات کی بے شمار سوال و جواب کی مجالس۔ لجنہ کے اجتماعات، تربیتی کلاسز، تعلیمی و تبلیغی سیمینار جرمنی، عربی اور فرینچ کلاسز میں لجنہ کی شمولیت اور تراجم کے فرائض انجام دینے کی سعادت ہے۔ ترجمۃ القرآن کلاسز، اردو کلاسز اور ہومیو پیتھی کلاسز میں لجنہ یوکے کی شمولیت اور اس سے استفادہ حاصل کرنا۔ ہیومینیٹی فرسٹ میں ممبرات کی شمولیت ، غرض وہ کونسی تحریک ہے جس میں احمدی خواتین نے خندہ پیشانی سے شمولیت نہ کی ہو۔ بیوت الحمد کی تحریک ہو یا مریم شادی فنڈ کی سکیم یا دعوت الیٰ اللہ کی تحریک! ہر میدان میں حیرت انگیز طریق پر احمدی خواتین نے کارنامے انجام دیے۔ جلسہ سالانہ یوکے 30 جولائی 1994ء کو حضورؒ نے مستورات سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

"اس سے پہلے کبھی احمدی خواتین نے اتنی بیعتیں نہیں کروائی تھیں جتنی اب وہ کروارہی ہیں۔ اللہ آپ کو عظیم سعادتوں کی توفیق بخشے۔ خدا کرے کہ آپ کی روشنی سے آئندہ سو سال ہی کی نہیں آئندہ ہزارہا سال کی احمدی تاریخ روشن ہو جائے"

(ماہنامہ مصباح دسمبر 2003 صفحہ 89)

لجنہ اماء اللہ کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کا ایک رویا

حضورؒ 6 جولائی 1991ء کو جلسہ سالانہ کینیڈا کے موقع پر فرماتے ہیں:

"جب ابھی میں غالباً جامعہ (احمدیہ) کا طالب علم تھا تو میں نے ایک عجیب خواب دیکھا اور اس کا میں نے اپنے پہلے جلسہ کے اس خطاب میں بھی ذکر کیا تھا جو خواتین سے ہوا تھا۔ وہ خواب یہ دیکھا کہ ایک مجلس ہے جس میں مختلف علماء (غیر احمدی علماء بھی ہیں اور کچھ احمدی علماء بھی ہیں) کے درمیان احمدیت کی سچائی یا بطلان کی گفتگو ہو رہی ہے۔ اور کچھ عرصہ کے بعد مَیں محسوس کرتا ہوں کہ جو احمدی علماء ہیں وہ جس طرح جواب دینے کا حق ہے ویسا جواب نہیں دے رہے اور جیسا فتح کا نمایاں اثر ظاہر ہونا چاہیے ویسا فتح کا اثر ظاہر نہیں ہو رہا۔ تو مَیں اٹھ کر جواب کو اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہوں اور عجیب فقرہ کہتا ہوں کہ میرے وہم و گمان میں بھی وہ بات نہیں آسکتی تھی۔ اس زمانے میں یہ فقرہ بالکل ہی غیر معمولی اور اجنبی تھا۔ لیکن میں بات ہی اس طرح شروع کرتا ہوں کہ 'بعض دفعہ بعض تیر بعض خاص وقتوں کے لئے بچا کر رکھے جاتے ہیں لیکن ان کے استعمال کا وقت توقع سے پہلے آجاتا ہے اور مَیں لجنہ اماء اللہ کے ان تیروں میں سے ایک تیر ہوں جو خاص وقت کے لئے بچا کر رکھے گئے تھے۔ لیکن اس سے پہلے وہ وقت آگیا ہے اب میں اس معاملہ کو اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہوں، اور اس کے بعد میں نے کچھ تفصیل سے ذکر بھی کیا تھا۔ بہر حال میں جو گفتگو کرتا ہوں اس سے ایک دم کایا پلٹ جاتی ہے۔ اور سارے مخالفین سر پھینک کر ہاں میں ہاں ملانے لگ جاتے ہیں تو اس رؤیا سے مَیں یہ سمجھتا ہوں کہ میری خلافت کا لجنہ اماء اللہ سے ایک گہرا تعلق ہے۔

لجنہ اماءاللہ کے تیر کہنے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی لونڈیوں کا ایک تیر ہے جو دنیا کے لئے پھینکا جا رہا ہے اسکا جو بھی مطلب ہو، میں نے اسکی یہ تعبیر کی ہے کہ میرے دور میں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ لجنہ جماعتی خدمات میں بہت ہی مستعد ہو گی اور بہت قوت کے ساتھ میری مدد کرے گی۔ یہ تعبیر اس لئے کی ہے کہ تیر تو چلتا ہے۔ لیکن تیر کو چلانے والے ہاتھ پیچھے ہوتے ہیں اور ان ہاتھوں کی طاقت تیروں میں منتقل ہوتی ہے۔ پس مجھے لجنہ اماء اللہ کے تیروں میں سے ایک تیر کہنا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ میری ہر تحریک پر لجنہ

اماء اللہ بڑی قوت کے ساتھ عمل کرے گی اور اسکی طاقت کے زور سے دنیا تک دین حق کا پیغام پہنچے گا۔"

(ماہنامہ مصباح دسمبر 2003 صفحہ 19 تا 20)

تاریخ احمدیت میں احمدی خواتین کے کارناموں کو دیکھیں تو حضرت خلیفتہ المسیح الرابعؒ کے ان الفاظ اور اس مبارک رویاء کی صداقت اظہر من الشمس ہے۔

یوکے میں لجنہ ہال کی تعمیر، لجنہ آفس کی عمارت اور گیسٹ ہاؤس کی خرید کے ساتھ ساتھ لجنہ یوکے کو افریقہ کے ایک دور افتادہ گاؤں میں میٹرنٹی ہسپتال بنانے کی توفیق ملنا بلاشبہ ایک عظیم کارنامہ ہے۔

لجنہ اماء اللہ کی کامیابیوں کا یہ سفر خلافت خامسہ کے دور سے بھی اسی اطاعت اور مستعدی کی روح لیے گزر رہا ہے۔ الحمد اللہ۔ خدا کرے یہ کارواں اپنے پیارے امام کے اس پیغام پر ہمیشہ عمل کرنے والا ہو۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ العزیز فرماتے ہیں:

"آخر پر میں آپ کو اس امر کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ آپ کی روحانی زندگی خلافت سے وابستہ ہے۔ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ خلیفہ وقت کی اطاعت میں اپنی زندگی بسر کی جائے۔ خدا تعالیٰ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے واسطہ سے دوبارہ یہ خلافت کی نعمت ہمیں عطا فرمائی ہے۔ پس اس نعمت کی قدر کرو اور انکساری کے ساتھ اطاعت کا جوا اٹھاتے ہوئے اور خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے اپنی زندگیاں بسر کرو۔

اپنے امام کے ساتھ اپنے آپ کو ایسا وابستہ کرو جیسے گاڑیاں انجن کے ساتھ۔

اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور آپ کو اپنی رضا کی راہوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔"

(ماہنامہ مصباح دسمبر 2003 صفحہ 10)

خواتین کی تعلیم و تربیت کا ترقیٔ اسلام سے تعلق

(رابعہ جاوید اقبال، Redbridge South)

میں اپنے مضمون کی شروعات ایک بہت ہی یادگار دن کے تذکرہ سے کروں گی۔ 17 مارچ 1925ء کا دن ایک یادرکھنے کے قابل دن تھا جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس مقدس اور بابرکت ’الدار‘ میں، جس کے متعلق خدا تعالیٰ کی بڑی بڑی بشارتیں موجود ہیں، خواتینِ سلسلہ کی تعلیم کے لیے اسکول کا افتتاح فرمایا۔ حضورؓ کو مستوراتِ سلسلہ کی تعلیم کا جس قدر خیال تھا اس کا اظہار حضورؓ مختلف مواقع پر فرما چکے تھے۔ اسی توجہ اور اہتمام کا نتیجہ تھا کہ حضورؓ نے مستورات کی تعلیم کو عملی جامہ پہنانے اور ایک منظم صورت دینے کے لیے اسکول کا افتتاح فرمایا۔

حضورؓ نے احمدی مستورات کے ٹریننگ سکول کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا:

”تعلیم کا مسئلہ ایک ایسا اہم اور ضروری مسئلہ ہے کہ جہاں تک ہم دیکھتے ہیں انسانی تاریخ کی ابتدا سے ہی ہمیں انسان اس طرف توجہ کرتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ انسان کی پیدائش کے بعد سب سے پہلا کام یا انسان کے بننے کے بعد سب سے پہلا سلوک جو اللہ تعالیٰ نے کیا وہ یہ ہے کہ۔ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا۔ آدم علیہ السلام کو اشیاء کی حقیقت بتلائی گئی۔“

(اوڑھنی والیوں کے لیے پھول۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ۔ صفحہ 139،140)

ابتداء سے انسان کی عظمت اور ترقی آدم سے مشابہ ہونے یعنی علم حاصل کرنے پر ہے اور علم سے مایوس ہونا ابلیس بننا ہے تو سمجھ لو انسان کے لیے علم حاصل کرنا کس قدر ضروری ہے کہ علم حاصل کرے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ اسلام کے معنے علم اور کفر کے معنے جہالت ہیں۔۔۔ پس ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ خود علم سیکھے اور علم پھیلانے کی کوشش کرے۔ اور جس طرح مسلمان کے لفظ سے مرد مخاطب ہیں اسی طرح عورتیں بھی ہیں۔“

(اوڑھنی والیوں کے لیے پھول۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ۔ صفحہ 142)

جلسہ سالانہ قادیان 1922ء کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے فرمایا:

”یاد رکھو کہ کوئی دین ترقی نہیں کر سکتا جب تک عورتیں ترقی نہ کریں۔ پس اسلام کی ترقی کے لیے ضروری ہے کہ تم بھی ترقی کرو۔ عورتیں کمرے کی چار دیواروں میں سے دو دیواریں ہیں۔ اگر کمرے کی دو دیواریں گر جائیں تو کیا اس کمرے کی چھت ٹھہر سکتی ہے۔ نہیں ہر گز نہیں۔ پس عورتوں کو کئی اہمیتیں حاصل ہیں“

(اوڑھنی والیوں کے لیے پھول۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ۔ صفحہ 57،58)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنی ایک مجلس میں عورتوں کی دینی تعلیم و تربیت کے متعلق تقریر فرمائی جس میں فرمایا:

”تربیت کا اصل طریق تو یہی ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے اس سے عورتوں کو پوری طرح آگاہ کر دیا جائے۔ اس غرض کے لیے سب سے پہلے عورتوں کو قرآنِ شریف پڑھنا چاہیے۔ میں نے دیکھا ہے کہ جتنی تربیت علم سے ہوتی ہے اتنی کسی اور چیز سے نہیں ہوتی۔ علم ایک ایسی چیز ہے جس سے کئی باتیں جو علم نہ ہونے کی صورت میں بڑی جدوجہد کے بعد بھی پیدا نہیں ہوتیں یا اگر ہوتی ہیں تو بڑی مشکل سے نہایت آسانی اور سہولت کے ساتھ انسان کے اندر پیدا ہو جاتی ہیں۔ پس میرے نزدیک عورتوں کی تربیت میں جو چیز سب سے زیادہ ممد ہو سکتی ہے وہ علم ہے اور اس سے کئی قسم کے فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ پہلی بات تو یہ ہے کہ علم خود اپنی ذات میں انسان کی تربیت کرنے والی چیز ہے۔ علم صحیح خیالات کے پیدا کرنے میں مدد دیتا ہے اور بتاتا ہے کہ کونسی بات اچھی ہے اور کونسی بری۔ دوسرے جب انسان کو لکھنا پڑھنا آجاتا ہے تو پھر اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اس کے شاملِ حال ہو تو اسے ایسی کتابیں پڑھنے کی توفیق مل جاتی ہے جن میں وہ باتیں درج ہوتی ہیں جو تربیتی نقطۂ نگاہ سے ضروری ہوتی ہیں۔ گویا علاوہ قرآنِ شریف پڑھنے کے یا ان کتب کے پڑھنے کے جن میں رسولِ کریم ﷺ کی باتیں درج ہیں۔ یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی لکھی ہوئی کتب ہیں۔ اور وہ نیک اور عالم لوگوں کی لکھی ہوئی کتابوں سے بھی فائدہ حاصل کر لیتا ہے۔ پھر علم سے اس بات کا بھی امتیاز ہو جاتا ہے کہ کیا کیا خرابیاں ہوتی ہیں اور ان خرابیوں کا کیسا عبرت ناک انجام ہوتا ہے گویا علم سے انسان کو برائیوں کے اسباب اور ان کے انجام سے واقفیت ہو جاتی ہے۔ اور اسی طرح نیکیوں کے اسباب اور ان کے حسنِ انجام سے بھی انسان آگاہ ہو جاتا ہے۔ اور اسی طرح وہ کوشش کرتا ہے کہ میں بدیوں سے بچوں اور نیکی میں ترقی کروں۔ پس تربیت کا اصل طریق یہی ہے کہ عورتوں کو قرآنِ کریم اور حدیث کی تعلیم دی جائے۔“

(اوڑھنی والیوں کے لیے پھول۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ۔ صفحہ 375)

جلسہ سالانہ 28 دسمبر 1929ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے عورتوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

”میں نے ہر سال جماعت کی مستورات کو اس طرف توجہ دلائی ہے کہ جب تک تعلیم نہ ہو خدا سے ان کا اپنا معاملہ درست نہیں ہو سکتا اور نہ ہی وہ ذمہ داریاں پوری ہو سکتی ہیں جو اپنے رشتہ داروں اور خاندان اور اپنی قوم اور ملک کی طرف سے ان پر عائد ہوتی ہیں“۔

(اوڑھنی والیوں کے لیے پھول۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ۔ صفحہ 223)

"پس در حقیقت قوم میں جنت ماؤں کے ذریعے سے ہی آتی ہے۔ قوم کی مائیں جس رنگ میں بچوں کی تربیت کریں گی اسی رنگ میں اس قوم کے کاموں کے نتائج بھی اچھے یا برے پیدا ہوں گے۔۔۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے عورتوں کی تعلیم پر خاص زور دیا ہے۔ رسولِ کریم ﷺ ایک دفعہ وعظ فرمار ہے تھے کہ اگر کسی شخص کے ہاں تین لڑکیاں ہوں اور وہ ان کو اچھی تعلیم دلائے اور اچھی تربیت کرے تو وہ شخص جنت کا مستحق ہو جائے گا۔ ایک صحابیؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اگر کسی کے ہاں تین لڑکیاں نہ ہوں بلکہ دو ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی کی دو لڑکیاں ہوں اور وہ ان کو اچھی تعلیم دلائے اور اچھی تربیت کرے تو وہ بھی جنت کا مستحق ہو جائے گا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی کے ہاں ایک ہی لڑکی ہو اور وہ اس کو اچھی تعلیم دلائے اور اچھی تربیت کرے تو وہ جنت کا مستحق ہو جائے گا"۔

(اوڑھنی والیوں کے لیے پھول۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ۔ صفحہ 391،390)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے خواتین کو مخاطب کر کہ فرمایا :

"اب دیکھو رسولِ کریم ﷺ نے عورتوں کو تعلیم دلانے کی کتنی اہمیت بیان فرمائی ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ عورتوں کی تعلیم و تربیت کے بغیر کام نہیں چل سکتا۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے الہاماً فرمایا ہے کہ اگر پچاس فی صد عورتوں کی اصلاح کر لو تو اسلام کو ترقی حاصل ہو جائے گی۔ گویا اللہ تعالیٰ نے اسلام کی ترقی کو تمہاری اصلاح کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے۔ جب تک تم اپنی اصلاح نہ کر لو ہمارے مبلغ خواہ کچھ کریں کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا"

(اوڑھنی والیوں کے لیے پھول۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ۔ صفحہ 391)

ایک نکاح کے خطبہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے فرمایا:

"ماں کی تربیت پر ہی بچہ کی تربیت کا انحصار ہوتا ہے۔۔۔ اگر ماں بچہ کی اچھی تربیت نہ کرے، بچہ کی اصلاح نہ کرے، بچہ کے اخلاق کی اصلاح نہ کرے اس کو مذہب سے واقف نہ کرے تو بچہ کی حالت تباہ ہو جاتی ہے۔۔۔۔۔ بے شک باپ مقوّم ہوتا ہے، قیّم ہوتا ہے، نگران ہوتا ہے وہ اکثر معیشت کی فکر میں گھر سے باہر رہتا ہے اور بہت کم وقت اسے گھر میں رہنے کے لیے ملتا ہے اور اس تھوڑے سے عرصے میں وہ بچوں کی پوری نگرانی نہیں کر سکتا۔۔۔۔ صرف ماں جس کے پاس وہ ہر وقت رہتا ہے اُس کی نگرانی کر سکتی ہے۔ اگر ماں بچے کے سامنے جھوٹ بولے گی تو بچہ بھی جھوٹ بولنا سیکھ لے گا اور ماں چوری کرے گی تو بچہ بھی چوری کرنا سیکھ جائے گا اور اگر ماں دین سے بے پروائی اور غفلت اختیار کرے گی تو بچہ بھی دین سے بے پرواہ اور غافل ہو جائے گا لیکن اگر ماں اس کے سامنے سچ بولے گی تو بچہ بھی سچ بولنے کا عادی ہو گا۔ اور اگر ماں دوسروں سے ملتے وقت اخلاقِ فاضلہ سے پیش آئے گی تو بچے میں بھی اخلاقِ فاضلہ پیدا ہو جائیں گے۔ اگر ماں غریبوں اور مسکینوں پر رحم کرے گی تو بچہ میں بھی رحم کا مادہ پیدا ہو جائے گا۔ اگر ماں دیندار اور تقویٰ شعار ہو گی تو بچہ بھی دین دار اور تقویٰ شعار ہو جائے گا۔ غرض ماں کی تربیت پر ہی بچہ کے مستقبل کا انحصار ہوتا ہے۔"

(اوڑھنی والیوں کے لیے پھول۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ۔ صفحہ 313،312)

ترقیٔ اسلام میں عورت کی تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ عورتوں کا تبلیغِ اسلام کرنا بھی بہت ضروری ہے۔ حضرت عمرؓ کے قبولِ اسلام کا واقعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اس طرح بیان کرتے ہیں۔

"حضرت عمرؓ کا اسلام لانا ایک عورت کی تبلیغ اور قربانی کے نتیجہ میں تھا۔ اور جو کام حضرت عمرؓ نے اسلام لانے کے بعد کیے ان میں حضرت عمرؓ کی بہن برابر کی شریک تھیں کہ آپ کے اسلام لانے کا وہی موجب ہوئیں۔"

(اوڑھنی والیوں کے لیے پھول۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ۔ صفحہ 420)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ خواتین سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں۔

"میں تم سے پوچھتا ہوں کہ کیا تم نے کبھی تبلیغ کے لیے اپنے دل میں درد محسوس کیا ہے اور کیا کبھی تم نے یہ سمجھنے کی کوشش کی ہے کہ احمدیت میں داخل ہونے کی وجہ سے تم پر کیا کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ احمدیت اس کا نام نہیں کہ چند روپے چندہ دے دیا یا منہ پر پانی کے چند چھینٹے ڈالے اور وضو کر کے چار سجدے اور رکوع کر دیے۔ بلکہ احمدیت اللہ تعالیٰ سے ایسے تعلق کا نام ہے کہ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے بندے کا اتصال ہو جائے اور بندہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں اور محبوبوں میں شامل ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں فرق نہیں کرتا۔۔۔ رسولِ کریم ﷺ کے زمانہ میں جس طرح مردوں نے قربانیاں کیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے مورد بنے اسی طرح جن عورتوں نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں قربانیاں کیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی مورد بنیں۔ بلکہ وہ بعض مردوں سے بھی آگے نکل گئیں۔ تفقہ میں جو درجہ حضرت عائشہؓ کو حاصل ہے وہ کسی مرد کو حاصل نہیں۔"

(اوڑھنی والیوں کے لیے پھول۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ۔ صفحہ 425)

"رسولِ کریم ﷺ ایک دفعہ جنگ کے لیے جانے لگے تو ایک صحابیہ بھی لشکر میں شامل ہوئیں۔ جب صحابہؓ نے اس کو منع کیا تو اس عورت نے کہا کیوں؟ ہم کیوں نہ جائیں؟ کیا ہم پر اسلام کی خدمت فرض نہیں؟ اس کا یہ جواب سن کر رسولِ کریم ﷺ ہنس پڑے اور فرمایا اسے بھی ساتھ لے چلو۔ زخمیوں کو پانی پلانا اور ان کی مرہم پٹی کرنے کا کام اس کے سپرد ہے۔ فتح کے بعد جب مالِ غنیمت تقسیم ہوا تو مالِ غنیمت میں اس عورت کا حصہ بھی ایک مرد کے برابر رکھا گیا۔"

(اوڑھنی والیوں کے لیے پھول۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ۔ صفحہ 424)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

"پس کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچا تعلق پیدا نہیں کر سکتا جب تک باوجود اولاد کے بے اولاد نہ ہو اور باوجود مال کے دل میں مفلس و محتاج نہ ہو اور باوجود دوستوں کے بے یار و مددگار نہ ہو۔ یہ ایک مشکل مقام ہے جو انسان کو حاصل کرنا چاہیے۔ اسی مقام پر پہنچ کر وہ سچا خدا پرست بنتا ہے۔"

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 116-115)

میری بہنو! خدا نہ کرے کہ ہمارے طور طریق اسلام کی اصل تصویر سے منافی ہوں۔ ہمیں چاہیے کہ ہمارے ہر کام اور ہر تقریب میں سادگی ہو، تکلف نہ ہو، کوئی بدعت اور رسم جنم لینے نہ پائے۔ دعائیں کریں اور کوشش کریں کہ آپ خود بھی اچھا نمونہ پیش کریں اور اپنی اولاد کی بھی صحیح تربیت کر سکیں۔ خصوصاً بیٹیوں کی جنہوں نے آنے والی نسل کی ماں بننا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے کہ ہم آئندہ نسلوں کی صحیح تربیت کی ضامن بن سکیں۔ آمین

لجنہ اماء اللہ کی قیمتی یادداشتیں

لوائے لجنہ اماءاللہ

حامدہ منان (مجلس ویسٹ ہل)

آج ہم ساری دنیا میں رہنے والی اللہ تعالیٰ کی لونڈیاں بشمول لجنہ اماءاللہ برطانیہ، خدا کے حضور بطور شکرانہ سربسجود ہیں کہ ہمیں خدا تعالیٰ نے ایک تاریخی موقع کا شاہد بنایا ہے۔ یہ وہ یادگار موقع ہے جس کی داغ بیل آج سے سو سال قبل جماعتِ احمدیہ کے دوسرے امام حضرت مصلح موعودؓ کی دور رس اور بصیرت افروز نگاہوں کے نتیجے میں لجنہ اماءاللہ تنظیم کے قیام کی صورت میں پڑی اور آج ہم اس بابرکت تنظیم کی صد سالہ تقریب منا رہی ہیں۔

ہر قوم اور جماعت کا ایک پرچم ہوتا ہے جو اس کو اپنی بنیادوں سے وفاداری اور وابستگی کا احساس دلاتا رہتا ہے۔

جماعتِ احمدیہ کے قیام کے 60 سال پورے ہونے پر ڈائمنڈ جوبلی کی تقریبات کا انعقاد کیا گیا۔ لجنہ اماءاللہ برطانیہ کے نیشنل اجتماع 2017ء کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے از راہِ شفقت لجنہ اماءاللہ کو یوکے کی سرزمین پر لوائے لجنہ لہرانے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔ لیکن اس پرچم کی اصل تاریخ اس سے بھی قدیم ہے۔

1939ء وہ تاریخی سال ہے جس میں بیک وقت جماعت احمدیہ کے قیام کو خدا کے فضل سے 50 سال پورے ہوئے اور خلافتِ ثانیہ کے 25 سال بھی مکمل ہوئے اور اس الٰہی جماعت کا کارواں مزید سے مزید تر ترقیات کی شاہراہ پر گامزن ہوتا چلا گیا۔

اس مبارک موقع پر مجلس شوریٰ میں یہ تجویز پیش کی گئی کہ امسال جلسہ سالانہ خلافت جوبلی کے موقع پر جماعت کا ایک جھنڈا بنایا جائے۔ حضرت مصلح موعود مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اس تجویز کو پسند کیا اور فرمایا کہ رسول کریم ﷺ نے خود جھنڈا باندھا۔

(سلسلہ احمدیہ جلد دوم۔ مرتبہ ڈاکٹر سلطان احمد، صفحہ 66)

جھنڈا رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا کہ اگر ہم جھنڈا معین نہ کریں گے تو بعد میں آنے والے ناراض ہوں گے اور کہیں گے کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ ہی جھنڈا بنا جاتے تو کیا اچھا ہوتا۔ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منہ سے ایک مجلس میں سنا ہے کہ ہمارا ایک جھنڈا ہونا چاہئے۔ جھنڈا لوگوں کے جمع ہونے کی ظاہری علامت ہے اور اس سے نوجوانوں کے دلوں میں ایک ولولہ پیدا ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ

"لوائے ماپنہ ہر سعید خواہد بود"

یعنی میرے جھنڈے کی پناہ ہر سعید کو حاصل ہو گی اور اس لحاظ سے بھی ضروری ہے کہ ہم اپنا جھنڈا نصب کریں تا سعید روحیں اس کے نیچے پناہ لیں۔

(انوار العلوم، جلد 15، تقریر بجواب ایڈریس ہائے جماعت احمدیہ، صفحہ 14)

حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد پر لوائے احمدیت کے لئے رقم صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے لے کر روئی خریدی گئی۔ صحابیات نے اس روئی کو کاتا۔ اور اسی روئی سے لوائے لجنہ اماء اللہ بنایا گیا۔

لوائے احمدیت کی تجویز شوریٰ میں پیش کی گئی تھی مگر لوائے لجنہ اماء اللہ بنائے جانے کی تجویز حضرت اُم طاہر، حرم خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے خود حضرت مصلح موعودؓ کے سامنے پیش کی۔ آپ اُس وقت لجنہ اماء اللہ کی جنرل سیکریٹری کے فرائض انجام دے رہی تھیں۔ حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب درد سیکریٹری خلافت جوبلی کمیٹی آپ کی ان کاوشوں کا ذکر یوں فرماتے ہیں:۔

"پھر میں اپنے مشاہدہ اور یقین کی بناء پر کہہ سکتا ہوں کہ احمدی خواتین کا جھنڈا ہر گز نہ بنتا اگر اُن کی ذاتی دلچسپی اور توجہ اس طرف نہ ہوتی۔ اس جھنڈے کا ڈیزائن انہوں نے حضرت صاحب سے

(تصویر بشکریہ لجنہ اماءاللہ گلاسگو)

منظور کرایا۔ اور پھر انہی کے زور دینے پر وہ جھنڈا تیار کیا گیا اور خواتین کے جلسہ میں اس کا نصب ہونا اور لہرانا سب کچھ انہی کی کوششوں کا نتیجہ تھا ورنہ ہمارے پاس وقت اتنا تنگ ہو چکا تھا کہ اس کام کے ہونے کی مجھے کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ یہ جھنڈا سیدہ اُم طاہرؓ کی جماعتی سعی کا ایک مجسمہ ہے اور جس وقت تک لجنہ اور احمدی خواتین کا مرکزی انتظام قائم رہے گا، ان کی یہ یادگار بھی زندہ رہے گی۔ ان شاءاللہ. اس کے علاوہ لوائے احمدیت یعنی جماعت احمدیہ کا جو جھنڈا تیار ہوا اس میں

ہماری اس بہن کا ایک وافر حصہ ہے جیسا کہ احباب کو علم ہو گا کہ حضرت صاحبؓ کے اشارے سے یہ عالمگیر جھنڈا صحابہؓ اور صحابیاتؓ کے بابرکت ہاتھوں سے تیار ہوا۔ صحابیاتؓ نے اس کے لئے سُوت کاتا مگر یہ کتوایا کس نے؟ ہماری بہن نے۔ میرے درخواست کرنے پر انہوں نے صحابیات کی فہرست تیار کروائی۔ پھر ان کو اطلاع کرائی اور خرچوں کا انتظام فرمایا اور اس طرح دار المسیح میں سب سُوت کتوا کر وقت پر مجھے بھجوا دیا۔ پس جماعت کے قومی جھنڈے کی تیاری میں بھی حضرت اُمِ طاہر احمد صاحبہؓ کا ہاتھ کام آیا۔ کیا ہی مبارک تھا وہ وجود جو جماعت کے کاموں میں اتنا حصہ لیتا تھا۔"

(تاریخ لجنہ جلد اول صفحہ 534,535)

جلسہ سالانہ خلافت جوبلی کے موقع پر 28 دسمبر 1939ء کو 2 بج کر 25 منٹ پر لوائے احمدیت اور لوائے خدام الاحمدیہ لہرانے کے بعد حضورؓ زنانہ جلسہ گاہ تشریف لائے اور

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْم

کی دعا کرتے ہوئے خواتین جماعت احمدیہ کا جھنڈا اپنے دستِ مبارک سے لہرایا۔

جھنڈے کا بانس 35 فٹ لمبا اور کپڑا پونے چار گز لمبا اور دو گز چوڑا تھا۔ جس پر لوائے احمدیت کے نقوش کے علاوہ تین کھجور کے درخت تھے جن کے نیچے چشمہ تھا۔ اس جھنڈے کے نقوش ریشم کے مختلف رنگوں کے دھاگے کے تھے جو مشین سے کاڑھے گئے اور کپڑا 'ساٹن' تھا۔ حضرت اقدسؓ نے پول کے نیچے کھڑے ہو کر رسی کھول کر جھنڈا لہرایا۔ اس کو درمیان سے حضرت سیدہ اُمِ طاہرؓ نے پکڑا ہوا تھا۔

اس دوران مستورات میں اتنا جوش تھا کہ بغیر کسی پرواہ کے انہوں نے نعرے لگائے، نعرے اُستانی میمونہ صاحبہ نے لگوائے۔ حضورؓ کے ارد گرد خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خواتین مع حضرت ام المومنینؓ موجود تھیں۔

(تاریخ لجنہ جلد اول صفحہ 249،250)

حضورؓ نے اس جلسے پر ایک خطاب میں فرمایا کہ:

'ہم لوگوں کو باطن کا بھی خیال رہے اور یہ محض ایک ظاہری رسم ہی نہ رہے، میں نے ایک اقرار نامہ تجویز کیا ہے۔ پہلے میں اسے پڑھ کر سنا دیتا ہوں اس کے بعد میں کہتا جاؤں گا اور دوست اسے دہراتے جائیں۔' وہ اقرار نامہ کچھ یوں ہے کہ:

"میں اقرار کرتا ہوں کہ جہاں تک میری طاقت اور سمجھ ہے اسلام اور احمدیت کے قیام، اس کی مضبوطی اور اس کی اشاعت کے لئے آخر دم تک کوشش کرتا رہوں گا اور اللہ تعالیٰ کی مدد سے اس امر کے لئے ہر ممکن قربانی پیش کروں گا کہ احمدیت یعنی حقیقی اسلام دوسرے سب دینوں اور سلسلوں پر غالب رہے اور اس کا جھنڈا کبھی سرنگوں نہ ہو بلکہ دوسرے سب جھنڈوں سے اونچا اُڑتا رہے۔

اللھم آمین، اللھم آمین اللھم آمین۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْم "

(انوار العلوم، جلد 15، تقریر بجواب ایڈریس ہائے جماعت احمدیہ صفحہ 15)

اقرارنامے کو حاضرین نے حضورؓ کے پیچھے باآوازبلند دہرایا۔

یہ جھنڈا احتیاط کے ساتھ تقسیمِ ہند کے وقت ساتھ لایا گیا لیکن 1949ء کے اپریل میں جبکہ ربوہ کی سرزمین پر جلسہ منعقد ہوا تھا۔ ریل گاڑی میں سے سامان اتارتے ہوئے جھنڈے کا بکس غفلت سے ریل گاڑی میں رہ گیا اور باوجود کوشش کے نہ مل سکا۔

(تاریخ لجنہ اماءاللہ جلد اول صفحہ 469,470)

مکرمہ صاحبزادی امتہ القدوس صاحبہ صدر لجنہ پاکستان نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی اجازت سے 1999ء میں لوائے لجنہ دوبارہ بنوایا۔ مکرمہ خورشید انجم صاحبہ نے اسے تیار کیا اور اسی سال لجنہ اماءاللہ پاکستان کی سالانہ کھیلوں میں لہرایا گیا اور لجنہ کی دیگر تقریبات میں بھی لگایا جاتا ہے۔

خدا تعالیٰ لجنہ اماءاللہ برطانیہ کو حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد کردہ اقرار اور عہد کو پورا کرنے والیاں بنائے اور اس جھنڈے کو اونچا لہرانے میں خدا کی لونڈیاں اپنی ذمہ داریاں احسن رنگ میں ادا کریں۔ آمین

اے لوائے احمدیت، قومِ احمد کے نشان

تجھ پہ کٹ مرنے کو ہیں تیار تیرے پاسبان

لوائے لجنہ پر بنی علامات کا مطلب

۔مغرب سے سورج طلوع ہونا: آخری زمانہ کے لئے رسول اللہ ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق اسلام احمدیت کا فروغ

۔منارہ: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ظہور کی پیشگوئی پورا ہونے کی علامت

۔ہلال: ضلالت و گمراہی کے وقت میں روحانیت کا نیا دور

۔چھ کونوں والا ستارہ: چھ ارکانِ ایمان

۔نخلستان: ماں کی ممتا جو صحرا میں نخلستان کا کام کرتی ہے

۔تین کھجور کے درخت: تین مبارک خواتین جنہوں نے صحرا میں مبارک اولاد کو جنم دیا۔ حضرت ہاجرہؑ، حضرت مریمؑ، حضرت آمنہ بی بی

(بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بر موقع لجنہ عاملہ ریفریشر کورس 2008ء)

لجنہ اماء اللہ اور ولایت

(صدیقہ سلطانہ، Hayes)

صنفِ نازک ہوں میں دنیا کی نظر میں، کمزور نہ سمجھنا مجھے لوگو
مستقبل کا دھارا بدلنے کی طاقت ہے ، ادنیٰ نہ سمجھنا مجھے لوگو

میں لجنہ اماء اللہ ہوں۔ آج جو آپ کو زندگی کے ہر میدانِ عمل میں میری بھرپور نمائندگی نظر آتی ہے، یونیورسٹیوں میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرتی، اپنے گھروں کو جنت نظیر بناتی، نئی نسل کی کونپلوں کی آبیاری کرتی اور اپنے خوابوں کو خوبصورت حقیقت میں بدلتا دیکھتی ایک پُر سکون مگر پُرعزم، ایک پُرجوش مگر پُرحکمت، دنیا کے ہر کونے میں موجزن مگر منظّم، لجنہ اماء اللہ نظر آتی ہے، تو یہ یہاں تک کیسے پہنچی؟ کامیابی کی منازل کیسے طے ہوئیں؟ اور ترقی کی فلک بوس سیڑھی پر کیسے چڑھی؟

ظاہر ہے، یہ سب کچھ پلک جھپکتے تو نہیں ہوا ہو گا۔ اس جھیل کے پانیوں نے یہاں تک پہنچنے کے لیے راستے کے کتنے ہی پتھروں کو چیرا ہو گا؟ نہ جانے کتنا خون پسینہ ہوا ہو گا؟ یہ سب کچھ یوں ہی تو نہیں ہو گیا ہو گا! تو پھر آئیں ذرا ماضی کے دریچے کھولتے ہیں، تاریخ کے پنّوں میں اُن سنہری الفاظ کی چمک کو دیکھتے ہیں جو آج بھی دیدۂ بینا کو خیرہ کرتے ہیں۔ آئیں آج گزشتہ سے پیوستہ وادیوں میں اُن آفتاب و ماہتاب امنگوں کی باز گشت سنتے ہیں۔ آئیں لجنہ اماء اللہ کو تاریخ کے اوراق میں دیکھتے ہیں۔

آج ایک سو سال گزرنے کے باوجود بھی میں اُس آتش فشاں جوش کی حدّت اپنے اندر محسوس کر سکتی ہوں جو مجھے (لجنہ اماء اللہ کو) وجود میں لانے والے اولوالعزم شخص کی سوچ میں تھی۔ اُس ولولہ انگیز لرزے کی جنبش آج بھی ایک برقی رو کی طرح مجھے متحرک رکھتی ہے۔ اُن آنکھوں کی تابناکی میرے لیے آج بھی نئے رستوں پر چلنے کے لئے مشعل راہ ہے۔ اور یہ روشنیاں اُس وقت اُمڈ رہی تھیں جب چار سُو اندھیروں کے پہرے تھے۔ یہ وہ دور تھا جب اسلام کی پاک وطیّب اور مکمل تعلیم کو اس دنیا میں آئے 1400 برس بیت چکے تھے۔ وہ مقدس تعلیم اور ضابطۂ حیات جس نے عورت کو وہ اعلیٰ مقام دلایا جو اس سے پہلے کبھی چشمِ فلک نے نہ دیکھا تھا۔ وہ تعلیم اتنے برسوں میں زمانے کی بدلتی رُتوں سے گزرتی گزرتی سخت گرد آلود ہو چکی تھی۔ کہنے کو تو لوگ مسلمان تھے مگر اسلام کی سچائی سے بالکل ہی بے بہرہ تھے۔ پھر غیر مذاہب کے جابجا حملوں نے ایسے گھاؤ لگائے تھے کہ رہی سہی کسر بھی جاتی رہی تھی۔ جب ایمان ہی ثریّا ستارے پر پہنچ چکا تھا تو ذرا سوچیں کہ پھر عورت کا مقام و مرتبہ تو کہیں اتھاہ گہرائیوں اور گھُپ اندھیروں میں ہی ہو گا۔ ایسے تاریک دور میں جب اسلام کی ناؤ سخت طوفانوں میں گھری ہوئی، مخالفتوں کی بلند و بالا چٹانوں سے ٹکرا کر پاش پاش ہی ہونے کو تھی کہ الٰہی وعدوں کے عین مطابق قادیان میں فارسی النسل مسیح آخر الزماں حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کا ظہور ہوا۔ اور وہ عورت جس کی حیثیت بالکل بھیڑ بکریوں کی طرح ہو گئی تھی اسکو ایک نہایت شفیق گلہ بان مل گیا۔

میں کتنے شکر کے سجدے کروں، کیسے کیسے نہ واری جاؤں کہ جب باقی دنیا کی عورتیں بے چاریاں خود ہی اپنے حق کے لیے لڑ رہی تھیں، کبھی تعلیم کے لیے تو کبھی اپنے ووٹ کے لیے، کبھی اپنی جائیداد میں حصے کے لیے تو کبھی اپنے مردوں کی مار سے بچنے کے لیے، اشتعال میں آکر کبھی سڑکوں پہ نکل کر اور کبھی سماجی اداروں کے بند کمروں میں سسکیاں دباتی اپنے حق کے لیے روتی بے چاری عورتیں۔۔۔ اور میں۔۔۔ میری کیا خوش نصیبی کہ ایک لفظ آہ و بکا کا میرے منہ سے نہ نکلا اور میرے آقا نے میری تعلیم کے لیے "مدرسہ البنات" قائم کر دیا۔ (بحوالہ تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد اول

صفحہ 22) جس میں میری نہ صرف روحانی اور دنیاوی تعلیم کا بندوبست کیا گیا بلکہ ان پر عمل کروانے کے لیے بھی خاطر خواہ مواقع فراہم کیے گئے۔

معزز قارئین! بیج بویا جا چکا تھا اور خوب پنپنے کو تیار تھا۔ میرے مستقبل شناس اور دور اندیش پیارے آقا حضرت مصلح موعودؓ نے خوب احتیاط اور توجہ سے 1922ء میں مجھے ایسا تنظیمی ڈھانچہ عطا فرمادیا کہ پھر میری پروان اونچی سے اونچی ہی ہوتی گئی۔ مجھے اس قدر مان ملا تھا کہ مجھ ناچیز کو رسوئی تک محدود رکھنے کی بجائے مردوں کے شانہ بشانہ قومی ذمہ داریاں دی گئیں۔ اب محبت اور توجہ کی بارش میرے اوپر بھی برستی تھی۔ تربیت کا سورج مجھے بھی گرماتا تھا۔ اب مجھ سے جو توقعات وابستہ تھیں وہ محض توے سے اُتری گرم روٹی تک محدود نہ تھیں، بلکہ جماعت کی بنیادیں مضبوط کرنے کا اہم کام بھی میرے سپرد تھا۔ جب مجھے اتنا مان مل رہا تھا تو پھر بھلا میں کیا کیا نہ کرتی؟ میں تو جیسے تیار ہی بیٹھی تھی کہ کوئی مجھے پکارے اور میں مشکلوں اور رکاوٹوں کو دیوانہ وار چیرتی، لبیک کی صدا بلند کرتی امر ہو جاؤں۔ اور میں واقعی امر ہو گئی تھی۔ مجھے پراہ نہیں رہی تھی اس دنیا کی۔۔ اس دنیا کی کسی بھی آسائش کی۔۔ زیور کی اور نہ ہی مال و دولت کی۔ جستجو تھی تو بس صرف یہ کہ اس مان کا حق ادا ہو جائے۔

میں کانپ جاتی تھی جب میرے پیارے حضرت خلیفہ المسیح الثانیؓ کے یہ الفاظ میرے کانوں میں گونجتے تھے کہ:

”اسلام کے لئے دل میں درد پیدا کرو۔ اسلام مردہ ہے تمہارے دروازے پر تڑپ رہا ہے۔ للّٰہ اس پر رحم کرو۔۔۔ کیا تم سکھ کی نیند سوؤ گی اگر تمہارا کوئی بچہ پڑا تڑپ رہا ہو۔ اسی طرح اسلام پیاسا بھوکا تڑپتا ہے اس کی خبر گیری کرو“

(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد اول صفحہ 32-33)

ان الفاظ کے بعد میرے لیے کوئی بھی قربانی کرنا بالکل معمولی اور بے حیثیت ہو گیا تھا۔ میری ہر تکلیف اس اعلیٰ مقصد کے آگے بالکل چھوٹی سی تھی۔ خواہ وہ اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ کاٹ کر مٹھی بھر آٹا اکٹھا کرنا ہو یا جماعت کی بنیادوں میں اپنی اولاد دینا، قادیان کی گمنام بستی سے مشن انگلستان بھیجنا ہو یا خود اپنی تعلیم و تربیت کر کے بُرے رسم و رواج اور بے پردگی کے خلاف جہاد کا اعلان کرنا ہو، بس کر گزرنے کی چاہ تھی۔ اور مجھ میں اُس مان کی لاج رکھنے کی خاطر مر مٹنے کی یہ گرمجوشی صرف قادیان یا ہندوستان تک محدود نہ تھی بلکہ ساری دنیا کے کونے کونے میں ایک ہی جذبہ تھا ایک سی ہی گرمجوشی تھی۔ آپ یقین کریں کہ یہاں سات سمندر پار، انگلستان جیسے ٹھنڈے ملک میں بھی، میرے ایمان میں وہ حدّت تھی جو یہاں کی عورتوں کو گرمانے اور روحانی زندگی بخشنے کے لیے چاہیے تھی۔

میرے اوراق میں وہ ذکر آج بھی روزِ روشن کی طرح چمک رہا ہے جب 1924ء میں اس سرزمین پر پہلی احمدی خاتون اہلیہ ملک غلام فرید صاحب کی آمد ہوئی جن کا ذکر تاریخ میں یوں ملتا ہے:

”19 اکتوبر 1924ء۔۔۔ ملک غلام فرید صاحب ایم۔اے جو جرمنی میں تبلیغ اسلام کے لیے بھیجے گئے تھے وہاں سے انگلستان تبدیل کر دیے گئے۔ ان کی اہلیہ بھی ان کے ساتھ گئیں اور وہاں اپنے خاوند محترم کے ساتھ دین کی خدمت کی پردہ کے ساتھ ان کو توفیق ملی۔“

(بحوالہ تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد اول صفحہ 153)

یوں تو انگلستان میں باقاعدہ لجنہ اماء اللہ کا قیام 1949ء میں ہوا مگر 1914ء سے جو احمدیہ مشن یہاں قائم ہونا شروع ہو چکے تھے وہ لجنہ اماء اللہ کی ہی تو قربانیاں تھیں۔ یہ دلگداز حقیقت جہاں میرا سر فخر سے خوب اونچا کرتی ہے وہیں دل عجز سے جھکتا ہی چلا جاتا ہے کہ یہ احمدی خواتین ہی کی قربانیاں تھیں جو لندن مشن کے اخراجات اٹھا رہی تھیں۔ انکی طرف سے جو بھی چندہ اکٹھا ہوتا وہ تبلیغ ولایت فنڈ میں جمع ہوتا جاتا۔

حضورؓ (حضرت مصلح موعودؓ) نے یہ بھی فرمایا کہ:

”آئندہ ہر ایک عورت جو چندہ دے خواہ ماہوار خواہ اعانت کے طور پر وہ سب اسی فنڈ میں (یعنی تبلیغ ولایت کا فنڈ) میں جمع ہوا کرے۔ اس میں سے دسواں حصہ لنگر میں دیا جایا کرے اور باقی ولایت (انگلستان) کی تبلیغ پر خرچ ہو“

(بحوالہ تاریخ لجنہ جلد اول صفحہ 40)

اور پھر لندن مسجد بھی تو لجنہ اماء اللہ کی مالی قربانی سے ہی منسوب ہوئی تھی۔

تو یہ جگہ ،لوگ اور زبان بے شک میرے لیے اجنبی تھے مگر جذبات اور ولولہ انگیزی ہرگز ناشناسا نہیں تھی۔ میں اپنے اللہ کی وہی باندی تھی جسے غیر اللہ سے کوئی خوف نہ رہا تھا۔ میں بے خطر پردے میں رہتے ہوئے تبلیغ کرتی۔ انہی کوششوں کا پھل تھا کہ کئی انگریز خواتین کو اسلام احمدیت قبول کرنے کی توفیق ملی اور اللہ تعالیٰ کے خاص فضل اور ان ابتدائی لجنہ اماء اللہ کی ان تھک محنت سے ان نو مسلم احمدی خواتین میں اس قدر جذبہ تھا کہ 1939ء کے جلسہ سالانہ منعقدہ قادیان میں دو خواتین (سلیمہ صاحبہ اور سکینہ صاحبہ) انگلستان کی خواتین کی نمائندگی کرنے قادیان تک گئیں اور اپنے پیارے امام کے حضور شکریہ کے کلمات کہے اور دعا کی درخواست کی۔

(ماخوذ از تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد اول صفحہ 506-507)

میں سوچتی ہوں کہ میرے آقا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سفید پرندوں کی بابت جو بشارت ملی تھی اس کے پورا ہونے میں کہیں نہ کہیں مجھ ناچیز کو بھی تو سعادت نصیب ہوئی ہوگی۔ اور میں شکر سے بھر گئی۔

وقت یونہی گذرتا رہا اور کئی کامیابیاں اور کامرانیاں بھی دکھاتا رہا۔ دوسری جنگ عظیم کی سردمہریاں بھی گذر گئیں اور آہستہ آہستہ سورج کی کرنوں میں تپش بڑھنے لگی یہاں تک کہ 1949ء کا سال بھی چڑھا جو کہ اس وقت تک کی تاریخ کا گرم ترین سال شمار کیا گیا۔ اس سال دسمبر کے سورج میں اتنی تمازت کیوں تھی؟ مجھے یوں لگتا ہے کہ شائد میرے لیے۔۔۔ میں جو کئی سال ایک بیج کی طرح انگلستان کی زمین کے نیچے اپنی جڑیں مضبوط کرنے کے بعد ایک ننھے پودے کی شکل میں روئے زمین پر اب نمودار ہوئی تھی۔۔۔ تو مجھے وہ پُر ولولہ سورج ہی چاہیے تھا۔ چنانچہ 11 دسمبر 1949ء کو ایک اجلاس میں محترمہ کلثوم باجوہ صاحبہ لجنہ اماء اللہ کی پہلی صدر بنیں۔ انہوں نے اس ننھے پودے کی خوب آبیاری کی۔ ہر مہینے ایک اجلاس ہوتا، جسے اب ہم جنرل میٹنگ کہتے ہیں۔ اور یہ ہوتا بھی مسجد فضل کے سب سے چھوٹے کمرے میں تھا، وہ کمرہ اتنا چھوٹا سا تھا کہ اب وہاں ہومیوڈسپنسری کی دوائیاں رکھنے کے بعد بمشکل دو لوگوں کے کھڑے ہونے کی جگہ ہوتی ہے۔ اس عاجزی اور خاکساری کو اللہ نے بھی خوب بھاگ لگائے ۔ آج انگلستان بھر میں ہی تقریباً 12 ہزار سے زائد ممبر 140 مقامات پر قائم لجنہ اماء اللہ کی شاخوں سے منسلک ہیں اور بڑے بڑے ہال اور مسجدیں بھی میٹنگز کے لئے چھوٹے پڑتے ہیں۔ الحمدللہ۔

اسی طرح آپ کو مینا بازار کا بھی قصّہ سناتی چلوں، اُس وقت جو مینا بازار لگائے گئے ان میں لجنہ اماء اللہ اپنے سامان سے چیزیں بنا کر بیچتیں اور آمد سے اخراجات کے لئے رقم بھی اکٹھی کرتیں۔ اور اب خدا کے فضل و کرم سے اتنے بڑے پیمانے پر مینا بازار لگتا ہے کہ جس سے بڑے بڑے منصوبوں کو عملی جامہ پہنایا جاسکتا ہے۔ الحمدللہ۔

انگلستان کی جماعت بالعموم اور لجنہ اماء اللہ بالخصوص لجنہ اماء اللہ ہندوستان کی تاقیامت ممنون رہے گی کہ ان کی قربانیوں سے یہاں پہلی مسجد بنی اور از روئے قرآن کہ احسان کا بدلہ سوائے احسان کے اور کیا ہوتا؟ چنانچہ دنیا کے کسی خطے میں بھی مسجد کی تعمیر کے لئے مالی قربانی کی تحریک کی آواز قادیان سے اٹھتی اور فدائیان یہاں نذرانے پیش کرتیں۔ مثال کے طور پر امریکہ اور ہالینڈ کی مسجد کے لئے ایک انگریز احمدی خاتون نے 100 پونڈ دیئے۔

لجنہ اماء اللہ انگلستان کی قسمت کو چار چاند تب لگے جب 1984ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ ہجرت کر کے انگلستان تشریف لے آئے۔ میں کیا بتاؤں کہ اُس وقت کیا رونقیں اور بہاریں تھیں، کیا جوش اور جذبہ تھا۔ پیارے آقا کا اپنے وطن سے ہجرت کا غمِ جدائی کبھی تو آنسوؤں میں ڈھل کر چھلک جاتا تو کبھی اَن کہے لفظوں کی لہروں پر تیرتا ہوا پوری جماعت میں سرائیت کر جاتا۔ وہ مرکزِ خلافت کا بنا بنایا، سرسبز اور پھل دار درخت تھا جسکو اب دوسری جگہ لگانا تھا۔ ایسے نازک اور مشکل دور میں اگر مردوں نے پوری پوری رات کام کر کے خون پسینہ ایک کیا تو لجنہ اماء اللہ بھی کسی صورت پیچھے نہ رہی۔ فرنٹ اینڈ اگر مرد سنبھال رہے تھے تو بیک اینڈ پر مکمل گرفت لجنہ اماء اللہ نے مضبوطی سے تھامے رکھی۔ جلسے اجلاسوں پر اپنے چھوٹے چھوٹے سے کچن میں چھوٹے چھوٹے بچوں کے ساتھ کئی کئی مہمانوں کے لئے کھانا تیار کرتیں، درس اور کلاسوں میں شامل ہونے کے لئے تمام گھر کے کام اور بچوں کی پڑھائیوں کو بروقت نبٹاتیں۔ ہر مالی قربانی کی تحریک پر اپنے زیورات پھولوں کی طرح نچھاور کر ڈالتیں۔ اخبارات اور رسائل کے کام جیسے فولڈنگ، ایڈریس اور پوسٹ کرنا وغیرہ بھی سنبھالتیں۔ مہمانوں کے لئے اپنے گھروں میں رہائش کا بندوبست کرتیں، اور کیا کیا بتاؤں کہ کیا کیا توفیق ملی۔

معزز قارئین، لجنہ اماء اللہ انگلستان کے فقید المثال ارتقاء پر نظر کر کے تو جی چاہتا ہے کہ شکر کے گہرے سمندر میں ڈوبتے ہی چلے جائیں کہ الحمدللہ ہر شعبۂ زندگی میں اس کے بعد سے اب تک لجنہ اماء اللہ انگلستان کا قدم ہمیشہ آگے ہی بڑھا ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ سفر ترقی و تقویٰ کے حصول کی شاہراہ پر ہمیشہ جاری و ساری رکھے۔۔۔ آمین

رونقیں تھیں جہاں میں کیا کیا کچھ
لوگ تھے رفتگاں میں کیا کیا کچھ

(ناصر کاظمی)

الحمدللہ، لجنہ اماء اللہ امسال اپنی ڈائمنڈ جوبلی منارہی ہے۔ گم شدہ لمحات کی بھولی ہوئی خوشبو تازہ ہوگئی آخر اس سو(100) سالوں میں پچاس کے ہم بھی عینی شاہد ہیں۔ یکایک سارا منظر ایک دم نظروں میں گھوم گیا۔ اور میں قلم لے کر بیٹھ گئی۔۔ بھٹکتے ہوئے خیالات کو یکجا کرنے میں اپنی تمام تر ذہنی صلاحیتیں صرف کر دیں۔۔ جونہی ذرا سی دستک دی تو یادوں کے دریچے ایسے واہوئے کہ جو تصویریں دل کے نہاں خانوں میں چھپی بیٹھی تھیں ان سے وقت کی گرد آلود تہہ یکدم چھٹنے لگی اور پرانے نقوش شفاف آئینے کی طرح اُبھرنے لگے۔

آج سے تقریباً پچاس سال پہلے مَیں لندن آئی تھی۔ اپنا ہرا بھرا اور بارونق آبائی شہر چھوڑ کر اس اجنبی ماحول میں رہنا تھا۔ احساس تنہائی نے افسردہ کر رکھا تھا مگر قربان اس نعمت عظمیٰ پر۔۔ احمدیت کا رشتہ اتنا گہرا اور مضبوط تھا کہ جلد ہی تنہائی کا احساس جاتا رہا۔ لوگوں سے شناسائی ہوئی، رفاقتیں بڑھیں، نیا خاندان مل گیا۔ مسجد تو نہیں تھی گھروں میں ہی اجلاس ہوتے تھے۔ پھر ہمیں مشن ہاؤس مل گیا۔ اجلاس اور کلاسیں ادھر منتقل ہو گئیں، مربیان کی تقریریاں ہوئیں۔ رشیقہ آئی، نوری مرحومہ آئی، رونقیں بڑھتی گئیں۔ افطاریاں، اجلاس اور کلاسیں ہوتے رہے اور ہمارے رشتے مضبوط تر ہوتے گئے۔

بچھڑی ہوئی راہوں سے جو گزرے ہیں کبھی ہم
ہر گام پہ کھوئی ہوئی اک یاد ملی ہے!

(حبیب جالب)

مجھے یاد ہے جب پہلی بار اطلاع ملی تھی کہ لجنہ اماء اللہ کا مرکزی اجتماع ہو رہا ہے تو عجب حال تھا، بڑی بے صبری سے انتظار کیا۔ اس ملک میں پہلا اجتماع تھا۔ ربوہ کے بارونق اجتماعات کی عادت تھی جہاں حضرت چھوٹی آپا مرحومہ کھچا کھچ بھرے ہال میں کرسیٔ صدارت پر تشریف فرما ہوتیں تھیں۔

خیر! بڑے شوق سے اس روز مسجد فضل روانہ ہوئی۔ محمود ہال میں داخل ہوئی تو سامنے سٹیج پر مسز سلام صاحبہ (مرحومہ) برقعے میں ملبوس تشریف فرما تھیں۔ پہلو میں باجی سارہ رحمٰن (مرحومہ) بیٹھی تھیں۔ ہال میں بیس یا پچیس قطاریں کرسیوں کی بچھی تھیں۔ معلوم ہوا کہ

گلاسکو سے مانچسٹر تک اور برمنگھم سے لندن تک تمام لجنات شامل ہیں۔ چند لمحوں میں باجی پروین رفیع صاحبہ نے مائیک پر کاروائی کے آغاز کا اعلان کیا۔ مقابلہ جات شروع ہوئے۔ کاروائی کے دوران مسز سلام صاحبہ سکول کی ہیڈ مسٹرس کی طرح گاہے گاہے میز پر پین بجا کر خاموش کروا دیتیں۔ رشتے مضبوط تھے۔ پُر خلوص، بے لوث لوگ تھے دوسرے سال اجتماع میں کرسیاں پیچھے ہو گئیں سامنے کارپٹ بچھ گیا۔ تعداد ماشاء اللہ بڑھ گئی تھی۔

یادوں کی اسی حسین وادی میں ایک طرف باجی چھیدی (امتہ الرشید صاحبہ) اور باجی ناصرہ رشید صاحبہ بھاگتی دوڑتی مصروف نظر آتی ہیں۔۔

تو دوسری طرف نگاہ باجی ثریا صادق صاحبہ پر پڑتی ہے جو رسید بک لئے حساب کتاب میں الجھی بیٹھی ہیں۔۔

اور کہیں باجی امتہ الودود صاحبہ اور باجی ثریا غازی (مرحومہ) سرگرم عمل دکھائی دیتی ہیں۔۔

بے حد اپنائیت کا ماحول تھا۔۔

وقت ایک گہرا سمندر ہے۔۔ جس کے مدوجزر میں بہت سے انسان بچھڑتے چلے جاتے ہیں۔ سو وقت کی اپنی تلاطم خیز لہروں میں مسز سلام صاحبہ، مسز سارہ رحمٰن صاحبہ، مسز ثریا غازی صاحبہ گم ہو گئیں اور اپنے پیچھے خوبصورت یادیں اور دلوں میں اپنی محبتوں کے انمٹ نقوش چھوڑ گئیں۔

وقت رُکتا نہیں، یہ وقت کی رِیت ہی نہیں۔۔ اسی طرح ان یادوں کے خزینے کو اپنے پروں میں سمیٹے سبک رفتاری سے چلتا رہا۔ لوگ ملتے گئے۔۔ کارواں بڑھتا رہا اور محمود ہال چھوٹا پڑ گیا۔ اگلے سال کرسیاں کم ہو گئیں اور قالین بچھ گیا مگر قالین پر بیٹھنے کو کم تیار تھے، اچانک باجی چھیدی نے مزاحاً دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ کر اعلان کر دیا کہ سب جوان عورتیں نیچے بیٹھ جائیں بزرگوں کو جگہ دیں..... بس پھر کیا ہوا آدھی سے زیادہ کرسیاں خالی ہو گئیں۔

وقت نے تو گزرنا ہی تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی آمد سے شب و روز میں بدلاؤ آ گیا، نیا جوش اور ولولہ پیدا ہو گیا، تعداد میں بھی اضافہ ہونے لگا۔ اب سکول کی عمارت کرائے پر لی جانے لگی۔ اجتماعات، اجلاس خلیفۃ المسیحؒ کی موجودگی سے بارونق ہو گئے۔ پھر وقت نے ایک اور کروٹ لی اور ہمیں ٹلفورڈ اسلام آباد مل گیا۔ اجتماعات اور تربیتی کلاسیں، کھیلوں کے مقابلے وہاں منتقل ہو گئے۔

شام کو مجلس شوریٰ منعقد ہوتی تھی جس کا نہائت لطف و مزاح کے امتزاج کے ساتھ انعقاد ہوتا، نمائندگان بیٹھتے، تجویزیں پیش ہوتیں۔

پھر رات ڈورمٹریز میں گزرتی، وہ محفلیں۔۔ وہ رت جگے۔۔ مشاعرے۔۔ لطیفے۔۔ بیت بازی۔۔۔ باجی فرحت ملک صاحبہ اور روحی شاہ صاحبہ کی مسحور کن آوازوں میں نظمیں سنانا پھر کسی کونے سے کسی بزرگ خاتون کی ناصحانہ ڈانٹ کہ 'لڑکیو! بس کرو اب سو جاؤ، تہجد کے لئے بھی اٹھنا ہے'۔ وہ زمانہ مختصر تھا مگر بڑے لطف سے گزرا!

مجھے یاد ہے کہ کسی نے 'ینگ لجنہ' کی اصطلاح نکالی تو خلیفۃ المسیح الرابعؒ جو عورت کی نفسیات کو خوب پہچانتے تھے، انہوں نے مسترد فرما دی، کہ سب ینگ ہیں ایک ہی تنظیم ہے۔

وقت نے ایک اور خوبصورت موڑ لیا۔۔ بیت الفتوح تعمیر ہوئی۔ الحمدللہ۔ خدا کے فضل سے ایک بہت بڑی اور شاندار مسجد مل گئی۔ پھر خدا کے مزید ایسے فضل ہوئے کہ یہ بھی چھوٹی پڑ گئی۔ سرزمین انگلستان کو خدا نے یہ اعزاز بخشا کہ شروع ہی سے خلفائے احمدیت نے اس کی طرف توجہ دی۔ سب سے پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے چوہدری فتح محمد سیالؓ صاحب کو یہاں بھیجا اس مشن کے ساتھ کہ مسیحؑ کا پیغام دنیا کے

کناروں تک پہنچانے کا مصداق بنیں اور پھر یہ تسلسل جاری رہا۔ خود حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ 1924ء میں بنفسِ نفیس تشریف لائے۔ ازاں بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ متعدد بار تشریف لائے۔ اس کے بعد مشیت ایزدی سے یہی سرزمین خلافت کا مسکن بن گئی۔

1984ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی آمد سے یہ نعمت یہیں منتقل ہو گئی۔ آپؒ نے لجنہ اماء اللہ کو زرّیں ہدایات سے نوازتے ہوئے نئی روح پھونک دی۔ عورتوں کی اصلاح پر آپؒ کی خاص توجہ تھی۔ جس کے نتیجے میں لجنہ بہت فعال ہو گئی۔

پھر آپؒ کی رحلت کے بعد 2003ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی تشریف آوری ہوئی۔ آپ خدا کے فضل سے قصر خلافت اسلام آباد میں مقیم ہیں۔ آپ کی زیر نگرانی لجنہ اماء اللہ روز افزوں ترقی کی طرف گامزن ہے۔ اپنی قسمت پہ جتنا رشک کریں کم ہیں کہ ہم وہ خوش قسمت جنریشن ہیں جنہوں نے خلفائے احمدیت کی میزبانی کی سعادت پائی۔ الحمدللہ۔

ہمارے وقت گزر گئے۔ اب نئے انداز اور نئی سوچ کے ساتھ وقت کی موجودہ رو کے ساتھ قدم بہ قدم چلنے والی نسل نے باگ ڈور تھام لی ہے۔ سچ ہے کسی سرسبز و شاداب درخت کی شاخیں اگر اوپر سے کاٹ بھی دی جائیں تو درخت مرجھانہیں جاتا بلکہ کٹے ہوئے درخت پر آنے والی کونپلیں جوان ہو کر حسین شگوفوں کو جنم دیتی ہیں۔ اسی طرح جو بنیاد 100 سال پہلے لجنہ اماء اللہ کی صورت میں یہاں رکھی گئی وہ ایک لہلاتے خوش نما درخت کی مانند جواں ہے۔

نئی نسل پرانی کی جگہ لیتی رہے گی اور مستقبل کی راہوں کو خوشگوار بناتی رہے گی۔ خدا کرے کہ ہر اٹھتا ہوا قدم ترقی کی منزلوں کو چھوتا چلا جائے اور ہم حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کے زیر نگرانی کام کرتے ہوئے آپ کی نصائح سے مستفید ہوتے چلے جائیں۔ آمین

گزرے ایام!

(طیبہ شہناز کریم۔لندن)

مَیں النصرت ٹیم کے لئے احساسِ نیاز مندی کے ساتھ دعا گو ہوں کہ انہوں نے لجنہ اماء اللہ کے صد سالہ مجلّہ کے لئے مجھے چند الفاظ اُس زمانہ کے بارہ میں ورطۂ تحریر میں لانے کو کہا ہے جن وقتوں کی یاد کی دھیمی دھیمی لَو بھی چاہتوں اور محبتوں کے اَن گنت دیئے روشن کر دیتی ہے اور اندھیروں میں اجالوں کا ساسماں پیدا ہو جاتا ہے۔ تو لیجئے قارئین کرام! یادوں کے دیپ روشن کر کے قلم ہاتھ میں تھاما ہے اور یہ خوش کُن احساس طمانیت قلب کا باعث بن رہا ہے کہ میرے یادگار واقعات میں سے چند ایک اپنی بہنوں کو بھی سناؤں جو میرے ذہن میں محفوظ ہیں۔۔ تو اے میرے گزرے زمانے!

تُو جو آیا میرے خیالوں میں۔۔۔۔۔۔۔بربطِ دل کے تار بجنے لگے
جو دیئے بجھ چکے تھے برسوں سے۔۔۔وہ دیئے پھر سے آج جلنے لگے

سوچ رہی ہوں کون سے دیپ کی روشنی میں آگے چلنا شروع کروں۔ تاریخ لجنہ اماء اللہ کے دیپ تو 1922ء سے جگمگا رہے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خواہش تھی کہ احمدیہ خواتین میں ترقیٔ علم و عمل کا رجحان پیدا ہو۔ وہ بھی اپنے آپ کو جماعت کے ہر کام میں حصّہ لینے کے قابل سمجھیں۔ آپؓ کے مبارک ہاتھوں قائم شدہ سکولز کو اللہ تعالیٰ نے کیسی کیسی عظمتیں عطا فرمائیں۔ ان میں پڑھ کر کیسے کیسے استاد تیار ہوئے جنھوں نے قوم کی بچیوں کو وہ تعلیم دی جس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔

جماعت احمدیہ ایک چھوٹی سی جماعت تھی لیکن تقدیر الٰہی کام کر رہی تھی اور آسمان پر مقدر ہو چکا تھا کہ جماعت احمدیہ کی خواتین تعلیمی میدان میں دنیا کی کسی بھی قوم کی خواتین سے پیچھے نہ رہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ اسباب پیدا کرتا چلا گیا۔ سب سے پہلے قادیان کے چھوٹے سے شہر نما قصبہ میں نصرت گرلز ہائی سکول کا اجراء ہوا جہاں سے احمدی بچیاں میٹرک تک کا امتحان پاس کر سکتی تھیں اور اُس زمانے میں میٹرک کا سرٹیفکیٹ پنجاب یونیورسٹی کی طرف سے حاصل ہوتا تھا۔ ہائی سکول کے ساتھ ہی جامعہ نصرت کی کلاسز جاری کی گئیں جہاں سے مڈل یا میٹرک کا امتحان پاس کر لینے کے بعد طالبات دینیات کی اعلیٰ تعلیم حاصل کر سکتی تھیں۔ لہٰذا اِن اداروں سے تعلیم پا کر بہت سی ایسی نامور طالبات نکلیں جنھوں نے آئندہ اِن فرائض کو انجام دیا۔

اس وقت میرے سامنے 22 جنوری 1923ء کے الفضل کا ایک صفحہ موجود ہے جس میں حضرت مصلح موعودؓ خواتین سے مخاطب ہیں آپؓ فرماتے ہیں:۔

"یاد رکھو کہ کوئی دین ترقی نہیں کر سکتا جب تک کہ عورتیں ترقی نہ کریں۔ پس دین کی ترقی کے لئے ضروری ہے کہ تم بھی ترقی کرو۔ عورتیں کمرے کی چار دیواروں میں سے دو دیواریں ہیں۔ اگر کمرے کی دو دیواریں گر جائیں تو کیا اِس کمرے کی چھت ٹھہر سکتی ہے"؟

(بحوالہ الازھار لذوات الخمار صفحہ 63)

لہٰذا احمدی خواتین اپنے امام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے میدان عمل میں کود پڑیں اور دنیا شاہد ہے کہ آج احمدی خواتین تعلیمی میدانوں میں ترقی کرتے کرتے بہت آگے نکل چکی ہیں۔

بہر حال تاریخ سے بھی منہ نہیں موڑا جا سکتا۔ دیکھتے دیکھتے 1947ء کا پُر آشوب زمانہ آ گیا۔ انسانیت عنقا ہو گئی۔ احمدیوں کو ناقبل بیان تاثرات کے ساتھ قادیان سے ہجرت کرنا پڑی۔ اس مبارک بستی کی رونق کم ہو گئی۔ محلے خالی ہو گئے۔ مکینوں کو اپنے مکانوں کو الوداع کہنے کی فرصت بھی نہ مل سکی۔۔۔۔ لیکن ہمارے اُس اولوالعزم لیڈر کے تاریخی کارنامے کو بھی دنیا نے حیرت زدہ ہو کر دیکھا جس نے اپنے فہم و فراست اور تنظیمی قابلیتوں کے تحت اپنی چھوٹی سی اور غریب جماعت کے لئے دارالہجرت ربوہ کا شہر آباد کر دیا۔ جسے قادیان کا ظِل ہونے کا شرف اللہ تعالیٰ نے بخشا ہے۔ یہاں علوم کے دریا بہہ نکلے۔ احمدی خواتین کے لئے سکول، کالج اور یونیورسٹیاں قائم ہوئیں۔ دنیا کے ہر حصے سے تشنگان علم اپنی پیاس بجھانے کے لئے یہاں پہنچے اور سیر اب ہو کر واپس گئے۔ انہی خوش قسمت ابتدائی طالبات میں میرا بھی شمار ہوتا ہے۔

ایسے واقعات اور یادیں دراصل امانتیں ہوتی ہیں۔ اور جیسا کہ میں اوپر لکھ آئی ہوں، امانتیں جب حق داروں کے سپرد کر دی جائیں تو طمانیت قلب کا باعث ہوتی ہیں۔۔۔ مَیں نے 1950ء میں 'لیڈی میکلیگن' ہائی سکول، لاہور سے آٹھویں کا امتحان پاس کیا تو میرے ابا جان مزید تعلیم کے لئے مجھے ربوہ لے گئے۔ ربوہ ابھی بن رہا تھا اور میرے ابا جان چونکہ ربوہ کے ابتدائی اوورسیرز (Over Seers) میں سے تھے سو وہیں رہتے تھے۔ میں بخوشی اُن کے ساتھ جانے کو تیار ہو گئی۔ اُن دنوں ربوہ میں رہنا کوئی آسان بات نہیں تھی۔ بعض اوقات آندھی اٹھتی اور مٹی فضا میں اس طرح معلق ہو جاتی کہ ایک سکرین سی بن جاتی۔ کافی دیر مٹی اسی طرح رُکی رہتی پھر آندھی چلنا شروع ہو جاتی گھر کی ہر چیز پر کئی کئی انچ مٹی کی تہہ جم جاتی۔ منہ، سر اور بالوں میں اسقدر مٹی جمع ہو جاتی کہ صبح اُٹھ کر سکول جانا مشکل لگتا۔ پانی کی کمی دوسری دشواری تھی۔ بعض اوقات گھبرا کر میں سوچتی تھی کہ واپس لاہور اپنی اُمی اور باقی بہن بھائیوں کے پاس چلی جاؤں لیکن میرا دل کہتا کہ ایسا مت سوچو تم یہاں سے کچھ لے کر جاؤ گی جو کسی اور کو نصیب نہیں ہو گا اور پھر واقعی ایسا ہی ہوا۔ مَیں نے ربوہ میں تعلیم حاصل کر کے وہ کچھ حاصل کیا جس کا پھل مجھے بعد میں ملا اور آج تک مل رہا ہے۔ مَیں نے اُن استادوں سے تعلیم حاصل کی جو قادیان کے ابتدائی اداروں کے تعلیم یافتہ تھے۔ مضمون کی طوالت کے خوف سے فقط چند ایک کا ہی ذکر کرتی ہوں۔

نصرت گرلز ہائی سکول کی ہیڈ مسٹرس صاحبہ کا نام امتہ الرحمٰن صاحبہ تھا۔ آپ حضرت شیر علی صاحبؓ کی بیٹی تھیں اور حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کی بہو تھیں۔ یہ ہائی کلاسز میں ہمیں انگلش پڑھایا کرتی تھیں۔ بہت ہی قابل اور بارعب شخصیت کی مالک تھیں۔ پڑھانے کا انداز ایسا تھا کہ ہر مشکل سے مشکل بات ذہن نشین ہو جاتی تھی۔ اُن کا انگلش میں Analysis کروانا مجھے آج تک یاد ہے۔

اردو زبان پڑھانے کے لئے انتہائی لائق اور اہلِ زبان خاتون استانی سیّدہ صاحبہ تھیں۔ انہوں نے ایک مرتبہ ہمیں اپنا گولڈ میڈل دکھایا۔ جسے دیکھ کر اُس زمانے میں ہم بہت حیران اور Excited ہوئے تھے۔ ہماری اردو کی کتاب کا نام "سرمایۂ اُردو" تھا۔ انہوں نے ہمیں یہ کتاب اس طرح ذہن نشین کروائی کہ مرزا غالب کا مشکل کلام سمجھنے کی صلاحیت ہمارے اندر پیدا کر دی۔

استانی میمونہ صوفیہ صاحبہ قرآن کریم ناظرہ اور ترجمہ پڑھاتی تھیں۔ اپنے سادہ صوفیانہ لباس کی وجہ سے ہمیں اُس وقت بھی بزرگ ہی دکھائی دیتی تھیں۔ ماشاء اللہ بے حد لائق تھیں۔ قرآن کریم کی تلاوت بہت رقّت سے کیا کرتی تھیں۔ اب تاریخ لجنہ میں جا بجا اُن کا نام پڑھنے میں آتا ہے اور دل سے اُن کے لئے مزید دعائیں نکلتی ہیں۔ استانی مسعودہ صاحبہ، استانی حمیدہ صابرہ صاحبہ، استانی حمیدہ راشدہ صاحبہ۔۔ اور بھی بے شمار اساتذہ اِس ادارہ سے منسلک تھے جنہوں نے استاد ہونے کا حق ادا کیا۔ سب ہی بے حد لائق، شفیق اور مہربان تھے اور دل سے اُن کی یادیں محو نہیں ہوتیں بلکہ وہ زمانہ بھلایا ہی نہیں جاسکتا۔ روزانہ چھٹی کے بعد دو دو لڑکیوں کی ڈیوٹی ہوتی تھی کہ ہینڈ پمپ سے پانی کی بالٹیاں بھر بھر کر لائیں اور اپنی کلاس کے کچے فرش پر بہا بہا کر اپنے ہاتھوں سے لپائی کریں اور کلاس روم کا دروازہ بند کر کے چلی جائیں تاکہ اگلی صبح زمین سے مٹی نہ اُڑ رہی ہو۔ پھر نصرت گرلز سکول کی ہائی کلاسز کی طالبات اور بھی بہت سے تعمیری کاموں میں حصہ لیتی تھیں۔ یہ ربوہ کی ابتدائی زندگی کے ناقابلِ فراموش واقعات ہیں۔ سنائے بغیر رہ نہیں سکتی۔ جلسہ سالانہ کے مہمانوں کی رہائش کے لئے بھی جو 'بیرکس' تیار ہوتی تھیں اُن میں نصرت گرلز کی طالبات کا وافر حصّہ ہوتا تھا۔ ہم بڑی بڑی بالٹیوں میں مٹی کے 'گارہ' کی دیواریں تیار کرنے میں مدد کرتے۔ جب ایک اینٹ رکھی جاتی تو اُس پر گیلی ہوئی مٹی کا گارہ اپنے ہاتھوں سے ڈالتے، یہ سلسلہ جاری رہتا اور دیوار تیار ہو جاتی۔ ایک مرتبہ جلسہ سالانہ کی آمد پر ایسا ہی کام جاری تھا، شام ہو چکی تھی، سردی کافی تھی۔ میں بھی اپنی ڈیوٹی پر موجود تھی لیکن میری طبیعت بہت خراب ہو رہی تھی، غالباً بخار چڑھنے کو تھا۔ اُس وقت ہماری نگران مکرمہ محترمہ صالحہ بیگم صاحبہ (بیگم میر اسحاق صاحبؓ) تھیں میری طبیعت گارے مٹی میں ہاتھ ڈالنے کو راضی نہ تھی، میں تھوڑا سا پیچھے سرک کر کھڑی ہو گئی۔ میری بگڑی ہوئی حالت کو دیکھ کر بیگم صاحبہ نے میرے ماتھے کو چھو کر دیکھا اور مجھے فوراً گھر بھجوا دیا۔ گھر آئی تو ابا جان عشاء کی نماز کے لئے جا چکے تھے۔ میں بستر پر لیٹ کر سو گئی۔ کچھ دیر بعد ابا جان آ گئے، ساتھ ہی دروازے پر دستک ہوئی، پتہ چلا کہ بیگم صاحبہ نے اپنی کسی ملازمہ کے ہاتھ میرے لئے گرما گرم کھانا بھجوایا تھا، انہیں معلوم تھا کہ میں ابا کے ساتھ اکیلی رہتی ہوں۔ تو یہ تھا اُن بزرگوں کا جماعت کے بچوں کے ساتھ پیار اور حسنِ سلوک، جس کے ہمارے دلوں پر ان مٹ نقوش محفوظ ہیں۔

اچھا تو قارئین کرام! یہ چند مختصر باتیں تو میں نے نصرت گرلز سکول کے حوالے سے آپ کے گوش گزار کیں۔

SUCCESS
practice
instruction
training
learning

اب چلتے ہیں نصرت گرلز کالج کی طرف۔۔۔ اس کا اجراء 1951ء میں ہوا تھا۔ کالج کی اپنی کوئی عمارت تعمیر نہیں ہوئی تھی۔ حضرت مصلح موعودؓ کے اپنے عزیزوں میں سے ہی کسی کی عمارت کے اندر افتتاحیہ پروگرام مرتب ہوا تھا۔ 14 جون 1951ء جمعرات کا دن تھا۔ کوٹھی کے لان میں معزز مہمانوں کے لئے کرسیاں بچھائی گئیں۔ صبح ساڑھے نو بجے کا وقت تھا سورج اپنی تمام تر تمازتوں کے ساتھ بلند ہو رہا تھا۔ سکول کی طالبات قطار در قطار زمین پر بیٹھی تھیں۔ کالج کی سٹوڈنٹ بننے والی طالبات اگلی قطاروں میں تھیں۔ لجنہ کی بعض عہدیدار خواتین بھی زمین پر تشریف فرما تھیں۔ حضرت مصلح موعودؓ، سیّدہ اُم متین صاحبہ کے ہمراہ مجمع میں تشریف لائے۔ مجھے وہ دن آج بھی یاد ہے۔ میں بہت پیچھے بیٹھے ہوئے حضورِ اقدس کی روشن پیشانی پر نظریں جمائے ہوئے تھی جس پر حدّت آفتاب کی وجہ سے پسینے کے ننھے ننھے قطرے موتیوں کی طرح جگمگا رہے تھے۔

آپؓ نے افتتاحیہ خطاب فرمایا جس کی چند لائینیں مجھے آج تک ازبر ہیں۔۔۔ دراصل کچھ لڑکیوں نے کالج کے لئے مضامین کا انتخاب کرتے ہوئے 'تاریخ' کے مضمون سے بچنے کی کوشش کی تھی۔۔ لہٰذا حضورؓ نے بہت جلال سے فرمایا

'تاریخ کیا ہے؟ تاریخ تمہیں بتاتی ہے کہ تمہارے آباءواجداد کیا تھے؟ اور اب تم کیا ہو؟ تاریخ سے کسی شخص کا بھاگنا اور بوجھل سمجھنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص اپنے آباءواجداد کی بات سننے کو تیار نہ ہو۔ تو کیا حقائق اور تاریخ کے آئینے میں تم اپنے آباءواجداد کی شکلیں دیکھنے سے گھبراتی ہو؟'

حضور اقدسؓ کی یہ تقریر نہایت ہی پُر معارف، مدلل اور بہتے دریا کی سی روانی لئے ہوئے تھی جس نے اُس کم عمری ہی میں مجھ پر گہرا اثر چھوڑا۔ اور کالج میں آنے والی طالبات نے بھی تاریخ کے مضمون کو پھر بہت اہمیت دی۔ کالج کے ابتدائی سالوں میں پڑھانے والے پروفیسرز مرد تھے پھر آہستہ آہستہ خواتین لیکچرارز آنی شروع ہوئیں بلکہ اسی کالج کی طالبات نے ایم۔اے کرنے کے بعد کالج کی تدریس کے نظام کو سنبھال لیا اور کئی ایک نے گولڈ میڈل بھی حاصل کئے۔

بہر حال ربوہ کی لجنہ کی ہسٹری تو بہت لمبی ہے اور کئی سنہرے ادوار میں سے گزری ہے۔ چلیے اب میں آپ کو لندن لیے چلتی ہوں اور یہاں کی لجنہ اماء اللہ کے شب وروز کی کچھ جھلکیاں دکھانے کی کوشش کرتی ہوں۔

ہمارے پیارے آقا حضرت مصلح موعودؓ احمدی خواتین کی تعلیم وتربیت کے شیدائی تھے۔ حضرت فضل عمرؓ 12 جولائی 1924ء کو قادیان سے انگلستان کی طرف عازمِ سفر ہوئے اور فضل مسجد لندن کی بنیاد رکھی یہ مسجد صرف اور صرف خواتین کے چندہ سے تعمیر ہوئی۔ اُس زمین کی خریداری اور عمارت کی تعمیر پر جو رقم خرچ ہوئی وہ آٹھ ہزار پاؤنڈ تھی۔ ہماری ماؤں، دادیوں، نانیوں اور دیگر بزرگ عورتوں نے سونے چاندی کی ایک ایک انگوٹھی اور ایک ایک بالی تک چندہ میں دے دی۔ اُن کا اخلاص قابل دید تھا۔

ایسا ہی ایک واقعہ میری نظر سے گزرا جو سنائے بغیر رہ نہیں سکتی۔ ابتدائی زمانہ کی بات ہے جب کہ نماز محمود ہال میں ہوا کرتی تھی۔ ایک بہت ہی عمر رسیدہ بزرگ خاتون میرے ساتھ بیٹھی تھیں جو دورانِ خطبہ اپنے آنسو پونچھتی رہیں۔ خطبہ پیارے حضور خلیفۃ المسیح الرابعؒ عطا فر مارہے تھے۔ غالباً 1984ء کی بات ہے۔ نماز ختم ہونے کے بعد میں نے انہیں سلام کیا، بہت پیار سے ملیں اور مجھ سے باتیں کرنے لگیں، دوران گفتگو انہوں نے مجھے بعض ایسی تاریخی باتیں بتائیں کہ میں سن کر حیرت زدہ رہ گئی۔ انہوں نے بتایا کہ وہ قادیان میں پیدا ہوئیں، وہیں پلی بڑھیں، وہیں شادی ہوئی۔

جس وقت حضرت فضل عمرؓ مسجد لندن کے لئے قادیان میں خواتین چندہ دے رہی تھیں تو وہ اپنے شادی کے زیورات کی چھوٹی سی صندوقچی لے کر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ صندوقچی میں معمولی سے چند زیوارت تھے جو اُن کی کل کائنات تھے۔ بتانے لگیں "چاندی کی پازیب کا ایک جوڑا تھا، چاندی کی چوڑیاں تھیں، چاندی کی آرسی تھی، پہنچیاں تھیں، چاندی کے چھلے تھے، چاندی کی بالیوں کے ساتھ سونے کی بالیوں کا ایک جوڑا اور سونے کی ایک انگوٹھی تھی۔ مَیں نے صندوقچی حضورؓ کی خدمت میں پیش کر دی اور کہا کہ میاں میرے لئے دعا کرنا کہ اللہ میاں مجھے اُس مسجد میں نماز پڑھنا نصیب کرادے اور مجھے کوئی دعا نہیں منگوانی"۔ اس کے بعد کہنے لگیں، 'دیکھو بی بی آج میں اس مسجد میں نماز پڑھ رہی ہوں'۔ معلوم ہوتا تھا اُس بزرگ خاتون کا کوئی بیٹا لندن آ چکا تھا۔

یہ سب سُن کر خود میرے بھی آنسو بہنے لگے۔ کچھ دیر بعد ان کے ساتھ جو نوجوان لڑکی تھی وہ اُنہیں اپنے ساتھ لے گئی۔ پھر میری کبھی اُن سے ملاقات نہ ہوئی لیکن میں عرصہ تک اُس مخلص خاتون کی درخواستِ دعا اور قبولیتِ دعا کے سحر سے اپنے آپ کو نہ چھڑا سکی۔

سوچ رہی ہوں کہ جب میں 2 مئی 1964ء کے ایک خوبصورت دن لندن پہنچی تھی تو اگلے دن اتوار کو مسجد دیکھنے کے لئے آئی تھی۔ مجھے بھی اَن گنت یادوں نے اپنے نرغہ میں لے لیا تھا۔ مَیں تو مسجد کے قریب کی زمین کو بھی غور سے دیکھ رہی تھی کہ کس کس جگہ میرے پیارے خلیفہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ کے قدم پڑے ہونگے۔

مجھے وہ خوبصورت ہواؤں میں جھومتا ہوا ناشپاتیوں سے لدا درخت بھی یاد ہے جو مسجد کے دروازے کے قریب تھا، جس جگہ اب محمود ہال ہے یہاں وکٹوریہ قسم کی پرانی عمارتیں تھیں ۔ میں گھومتے گھومتے ایک عمارت کے قریب جا پہنچی جس کے ایک کمرے میں چند خواتین بیٹھی تھیں۔ جب بہت قریب پہنچی تو کسی نے آواز دے کر مجھے اندر بلا لیا۔ اندر پہنچ کر سلام کرنے کے بعد میں ایک خالی کرسی پر بیٹھ گئی۔ یہاں دراصل لجنہ اماء اللہ لندن کی مجلس عاملہ کی کوئی میٹنگ ہو رہی تھی۔ چند منٹ بعد میٹنگ اختتام کو پہنچی۔ اِن سب کے ساتھ دعا میں مَیں نے بھی شرکت کی اور اللہ میاں سے خدمتِ دین کے لئے تھوڑا سا وقت مانگا کیونکہ میں اپنے کام سے ایک سال کی چھٹی لے کر لندن کی سیر کے لئے آئی تھی۔

دعا کے بعد صدر صاحبہ لجنہ اماء اللہ محترمہ مسز سلام صاحبہ (بیگم ڈاکٹر عبد السلام) نے میرا تعارف چاہا۔ میں نے بتایا کہ میں لاہور کے ایک سکینڈری سکول میں پڑھاتی ہوں اور ایک سال کی چھٹی لے کر آئی ہوں، انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ کیا اس چھٹی کے دوران میں اُن کی مجلس عاملہ میں شامل ہو کر لجنہ کا کوئی کام کرنا چاہوں گی؟ میں نے بخوشی ہاں میں جواب دیا کیونکہ یہ تو مجھے ایک لمحہ ہی پہلے مانگی ہوئی دعا کی قبولیت کا نشان نظر آیا۔ لہٰذا انہوں نے اُسی وقت اپنی مجلس عاملہ کی ممبرات کی موجودگی میں مجھے سیکرٹری ناصرات نامزد کر دیا اور اگلی اتوار سے میں نے ناصرات کی میٹنگ کی ابتداء کر دی۔۔۔ میرے پاس اللہ کے احسانات کا شکر ادا کرنے کے لئے الفاظ نہیں کہ کس طرح اُس پیارے اللہ نے میری دعا کو آناً فاناً قبول فرمایا۔۔۔ میں نے تھوڑا سا وقت مانگا تھا لیکن اُس نے ساری زندگی ہی یہاں خدمتِ دین کے لئے عطا کر دی۔۔ لاکھوں بار بھی الحمد للہ کہوں تو بھی کم ہے۔ الحمد للہ رب العالمین۔

قارئینِ کرام! لکھنے تو بیٹھی ہوں ایک مختصر سا مضمون جشنِ صد سالہ کے مجلّہ النصرت کے لئے۔۔ لیکن جب ایک مرتبہ ہاتھوں میں قلم آ جائے تو بس کرنا، بس کی بات نہیں رہتی۔ اللہ کرے یہ مجلّہ اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ منظر عام پر آئے۔ اللہ تعالیٰ لندن سے اس کی اشاعت کے سامان مہیا فرماتا رہے۔ آمین۔

جشنِ پنجاہ سالہ کے موقع پر لندن سے کوئی مجلّہ تو شائع نہیں ہو سکا تھا۔ اُس وقت لندن ہی انگلستان کی لجنہ اماء اللہ کا مرکز تھا ابھی لجنہ اماء اللہ یو۔کے، کا تصور نہیں ابھرا تھا۔ لہٰذا 1973ء میں محمود ہال میں جشنِ پنجاہ سالہ کا دن اپنی اسلامی روایات کے مطابق منایا گیا۔ سارے دن کا پروگرام تھا۔ ہال کو مختلف قسم کے الہامی بینرز کے ساتھ سجایا گیا۔ دوپہر کے کھانے کا انتظام بھی تھا جو لجنہ اماء اللہ کی ضیافت ٹیم کی ممبرات نے مل کر تیار کیا۔ دور نزدیک سے لجنہ کی وافر حاضری تھی۔ محمود ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ اُس وقت ہماری صدر محترمہ مسز سلام صاحبہ ہی تھیں۔ پروگرام کے دو سیشن تھے۔ گرمیوں کا موسم تھا، ویسے بھی خوبصورت دن طلوع ہوا تھا۔ تلاوت کلام پاک کے ساتھ بہترین تقریر اور نظموں میں سے پروگرام مرتب کیا گیا تھا۔ ناصرات نے بھی نظمیں پڑھیں تھیں۔ خاکسار نے سارے دن کا پروگرام ریکارڈ کیا تھا۔

اس پروگرام میں حصّہ لینے والی بہت سی بہنیں آج ہم میں نہیں۔ ایک بہن صادقہ حیدر صاحبہ کی تربیت اولاد کے عنوان سے کی گئی تقریر تو لاجواب تھی۔ جسے تقریباً سبھی نے بہت سراہا تھا۔ وہ بعد ازاں بوجہ علالت اس دنیا سے رخصت ہو گئیں۔ اُن کی بیماری کے دوران میں اُنہیں ہسپتال ملنے بھی گئی تھی۔ بہت خوبیوں کی مالک اور بہترین مقررہ تھیں۔ اللہ تعالیٰ درجات بلند فرمائے۔ آمین۔ مَیں اس مضمون میں مکمل ہسٹری تو نہیں لکھ سکتی صرف چھوٹی چھوٹی جھلکیاں دکھا رہی ہوں۔

چلئے اب میں آپ کو لجنہ اماء اللہ کے اُس زمانے کی سیر کروا دیتی ہوں جب حضرت خلیفتہ المسیح الثالثؒ 1967ء میں پہلی بار لندن تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ آپ کی بیگم صاحبہ منصورہ بیگم صاحبہ بھی تھیں۔ اِن کی آمد سے لندن میں لجنہ اماء اللہ کی علمی و ادبی محفلوں کا آغاز ہوا۔ پہلی مرتبہ آپ کی آمد پر کوئی منظم محفل تو منعقد نہیں ہوئی ہاں چند روز شام کو اُن کے پاس بیٹھنے کے مواقع ملے۔ بعض بہنوں نے اچھی اچھی نظمیں اور اشعار سنائے جن سے متاثر ہو کر آپ نے فرمایا کہ شعر و ادب کی محفلیں اور مشاعرے کیا کرو۔ خاص طور پر خاکسار کو مخاطب کیا، لہٰذا اُن کے اس حکم کی تعمیل میں اس فرض کو احسن طریق سے نبھایا گیا اور اِن محفلوں کی ابتداء ہوئی۔ اِس کے بعد ہر مرتبہ آپ کی آمد پر خوبصورت محفل کا انعقاد ہوتا۔ آپ ہر دو تین سال بعد تشریف لاتیں تو لندن کے موسم گرما میں بہار آجاتی۔ اس طرح سے ادبی اجتماعوں کا آغاز ہوا۔ جس میں غیر از جماعت پڑھنے والیاں اور سننے والیاں مدعو ہوتیں۔ ہندو، سکھ، غیر احمدی شاعرات بھی شوق سے آتی رہیں۔

آپا منصورہ بیگم صاحبہ کبھی کبھی بیت بازی بھی کروایا کرتی تھیں۔ ایک روز آپ نے فرمایا کہ چلو آج مولویوں کی بیویوں سے بیت بازی کرواتے ہیں۔ آپ نے محترمہ آپا امینہ صاحبہ مرحومہ اور محترمہ آپا انوری رحمٰن صاحبہ کو چنا اور فرمایا کہ یہ دونوں بیت بازی کریں۔ دونوں معصوم سی خواتین نے مسکراتے اور شرماتے ہوئے آپ کی طرف دیکھا کہ بھلا ہم کیسے یہ کام کر سکتے ہیں لیکن بیگم صاحبہ نے کچھ اس طریق پر اُن کی حوصلہ افزائی فرمائی کہ دونوں آمادہ ہو گئیں۔ کچھ نہ کچھ اشعار تو الحمد للہ ہر احمدی خاتون جانتی ہی ہے۔۔ تو لیجئے صاحب بیت بازی شروع ہوئی۔۔

آپا امینہ :۔ یہی پاک چولا ہے سکھوں کا تاج۔۔ یہی کابلی مل کے گھر میں ہے آج

آپا انوری:۔ جمال و حسنِ قرآں نور جانِ ہر مسلماں ہے۔۔ قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

آپا امینہ :۔(اچھا "ے" آگئی۔۔ یہی پاک چولا ہے سکھوں کا۔۔۔۔۔۔۔ آج

آپا انوری:۔(اچھا "ج" آگئی۔۔۔ جمال و حسن قرآں۔۔۔۔۔

یہ معصوم خواتین انہی دو اشعار کو بار بار دہرا رہی تھیں۔ اسی دوران ہنسی کو اندر ہی اندر روکتے ہوئے بعضوں کے پیٹ باقاعدہ ہل رہے تھے۔ بیگم صاحبہ نے بھی اپنی ہنسی کو بمشکل روکا ہوا تھا اور دونوں بیت بازی میں پورے جوش و خروش سے مگن تھیں۔ آخر لوگوں سے رہا نہ گیا اور ایک بے ساختہ قہقہہ فضا میں گونج اٹھا۔ بیگم صاحبہ نے بھی ہاتھ کے اشارے سے اِن دونوں کو روکا۔۔۔ مزید لطف اُس وقت آیا جب آپا انوری نے شرماتے ہوئے بیگم صاحبہ سے پوچھا "کیوں بیگم صاحبہ کوئی غلطی ہو گئی ہے ؟"

اس پر سب دل کھول کر ہنس لئے۔ مجھے اِس وقت بھی ہنسی آرہی ہے لیکن اُس زمانے کی ہنسی اور آج کی ہنسی میں فرق ہے۔ آج اُن میں سے کوئی بھی موجود نہیں (اسی لئے اس وقت میری آنکھوں میں آنسو بھی ہیں)۔

ہمارے طرحی مشاعرے بھی ہوا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ مصرعہ طرح کا انتخاب ہوا

'شائد آجائے کوئی اہل نظر میرے بعد'۔۔۔ بہت سے لوگوں نے طبع آزمائی کی۔ مَیں

نے بھی ایک لمبی نظم لکھی۔ مَیں آخری شعر یہ لکھ بیٹھی کہ:

ہم ہی کو خدمتِ اردو کے مواقع دیجئے۔۔

ورنہ مر جائے گا اردو کا شجر میرے بعد

لہذا میں بھی لوگوں کی ہنسی کا نشانہ بنے بغیر نہ رہ سکی۔

جن بہنوں نے علم و ادب کی ترقی کے ابتدائی ایام میں حصّہ لیا اور بعد میں بھی لیتی رہیں ان میں اپنا کلام پڑھنے والیوں کی تعداد گو زیادہ نہیں ہوتی تھی، مگر دوسروں کی نگارشات میں سے اپنا پسندیدہ کلام پڑھنے والیوں کی تعداد کافی ہوتی تھی اور سامعین کی تعداد کا تو شمار ہی نہ تھا۔ بطور یاد گار اُن کے نام لکھنے کو جی چاہتا ہے۔ سب کے نام تو اب یاد بھی نہیں۔ جن کے نام ذہن سے اُتر گئے معذرت خواہ ہوں۔ جو یاد ہیں محض ذکرِ خیر کی نیت سے عرض کئے دیتی ہوں:

ریاض بشیر صاحبہ۔ شاہدہ ریاض ملک صاحبہ۔ پروین رفیع صاحبہ۔ لئیقہ احمد صاحبہ۔ جمیلہ لون صاحبہ۔ قانتہ راشد صاحبہ۔ امتہ الرشید احمد صاحبہ۔ نعیمہ کھوکھر صاحبہ۔ ثریا صادق صاحبہ۔ لئیقہ ظفر صاحبہ۔ ناصرہ رشید صاحبہ۔ شمسہ انور صاحبہ۔ امتہ الطیف خان صاحبہ۔ نیرہ داؤد صاحبہ۔ عذرا مبارک صاحبہ

ہماری وہ مکرم و محترم اور پیاری ہستی آپا منصورہ بیگم صاحبہ جن کی یاد کے ساتھ میرے ذہن میں یہ شعر کروٹیں لینے لگا ہے کہ:

؎ جن سے مل کر زندگی سے عشق ہو جائے وہ لوگ۔۔ آپ نے شاید نہ دیکھے ہوں مگر ایسے بھی تھے

ان کی آمد کے ساتھ ہی ہماری محفلیں سج جایا کرتی تھیں۔ ہم نے اُن سے بہت کچھ سیکھا۔ آپ آہستہ آہستہ نصیحت آمیز گفتگو فرماتیں۔ ریاکاری سے ہمیشہ دُور رہنے کی تلقین فرماتیں۔ قرآنی تعلیم کو سمجھنے پر ہمیشہ زور دیتیں۔ 1980ء میں جو مَیں نے اُن کی آخری الوداعی چھوٹی سی تقریر ٹیپ کی اُس میں بھی دیگر نصائح کے ساتھ ریاکاری سے بچنے کی نصیحت تھی۔ آپ خود بھی خوبصورت شعر کہتی تھیں۔ آپ کی والدہ محترمہ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا شمار تو اپنے عہد کے اُن معتبر اور مستند شعراء میں ہوتا ہے جنہوں نے سچائی اور حقیقت نگاری کو زندہ رکھا۔ حرمت و توقیر کو سمجھنے، پرکھنے اور شاعری کو سادگی کا جامہ پہنانے کا سلیقہ وہنر دنیا کے سامنے پیش کیا۔

اپنی اِس محسن کے بچھڑ جانے کے بعد لجنہ اماء اللہ لندن نے اُن کی یاد میں ایک یادگار مشاعرہ منعقد کیا۔ بہت سی پڑھنے والی بہنوں نے حصہ لیا۔ مجھے بھی ایک نظم لکھنے کی توفیق ملی جس کی ابتداء اس طرح تھی:۔

؎ آپ لندن میں ہر بار آتی تھیں یوں جیسے ویرانوں میں آئے ابرِ بہار

جیسے ابرِ کرم کی حسیں بدلیاں آکے برسیں تو جنگل بنے سبزہ زار

بہر حال اس کے بعد برطانیہ کے ادبی افق پر بے شمار احمدی لجنہ ایسی طلوع ہوئیں ہیں جنہوں نے لباسِ نظم کو نئی تراش خراش بخشی اور ان کی علمی ادبی ترقی کو دیکھ کر دل بہت خوش ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے احسانوں پر دل جذبۂ تشکر سے لبریز ہو جاتا ہے۔

تو قارئین کرام! بہت سے ناقابلِ فراموش اور سنہرے لمحات کو یاد کر لینے کے بعد مجھے غالب کا ایک شعر یاد آرہا ہے۔

؎ یہی بار بار جی میں مرے آئے ہے کہ غالب کریں خوانِ گفتگو پر دل و جاں کی مہمانی

اب میں انگلستان کی اُن مہمان نواز شخصیتوں کا ذکر کرنا چاہتی ہوں، جن کا نام لئے بغیر تاریخِ مہمان نوازی نامکمل بلکہ ادھوری رہے گی لیکن سوچ رہی ہوں کہاں سے شروع کروں اور کہاں ختم کروں۔ یہ سب میرے بس کی بات نہیں۔ اگر کہوں کہ میرے آنگن میں گلاب کھل رہا ہے تو میں آپ کو صرف رنگ بتا سکتی ہوں، خوشبو کو محسوس کروانا امر لا محال ہے۔ ممکن ہے الفاظ کے سہارے میں آپ کو اپنے احساس میں شریک کرلوں مگر حقیقتاً خوشبو کی کیفیت پہنچانا میرے بس میں نہیں۔

لجنہ کی وہ خوبصورت، خوش نصیب اور قابل رشک ممبرات جنہوں نے انتہائی خوبصورتی، حسن وخوبی، مستعدی، مستقل مزاجی، اور وضع داری سے اِن فرائض کو نبھایا اُن میں سے چند ایک کا ذکر کئے بغیر نہیں رہ سکتی جو دراصل سنگِ بنیاد ہیں۔

سب سے پہلے تو اپنی قابل، احترام صدر لجنہ اماء اللہ محترمہ مسز سلام صاحبہ کو خراجِ عقیدت پیش کئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ جو (29 سال تک لندن کی صدر لجنہ رہیں) اُن کی صدارت اور اُن کی قیادت میں ان سب کاموں کی ابتداء ہوئی۔ سچ تو یہ کہ پہلے ننھے ننھے بیج بوئے جاتے ہیں جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ تناور درختوں میں تبدیل ہوتے چلے جاتے ہیں۔ دراصل ہر چیز کے ابتدائی چند سال کے واقعات ہی مل کر بذاتِ خود ایک ایسا لمحہ بنتے ہیں جو تاریخ کا ناقابلِ فراموش حصّہ بن جایا کرتے ہیں۔ سچے جذبوں کو کبھی فنا نہیں۔ قومیں اسی طرح بنا کرتی ہیں۔

اب میں اُن چند خوش نصیب بہنوں کے تذکرے میں سب سے پہلے آپا امینہ صاحبہ مرحومہ اہلیہ محترم مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم کا ذکر کرتی ہوں۔ یہ مشن کے کچن میں ہمہ وقت مصروف رہنے کے علاوہ گھر میں بھی مصروف عمل رہتیں۔ پلاؤ کے بڑے بڑے دیگچے دَم کرنا۔ پیاز اور آلو کی بھری ہوئی بوریاں ہنسی خوشی کاٹتے رہنا اِن کا مشغلہ تھا۔ کھانے پکاتے ہوئے کبھی تھکنے کا نام نہیں لیتی تھیں۔ مسکراتے ہوئے درود شریف پڑھتے ہوئے اور باتیں کرتے کرتے کام میں مصروف رہتیں۔ میں جب بھی آپ کو مشن ہاؤس کے لئے اسقدر مصروف اور منہمک دیکھتی تو اُن کی شخصیت پر غور کئے بغیر نہ رہ سکتی۔ وہ مجھے اِس دنیا کی مخلوق ہی نہیں لگتی تھیں۔ ایک عجیب ملکوتی تاثر مجھے اِن کے چہرے پر نظر آتا۔ عیدین کے موقع پر اپنے قرب وجوار کی تمام احمدی فیملیز کو کھانے پر مدعو کرتیں۔ چہرے پر ہر وقت بشاشت ٹپکتی نظر آتی۔

اُس کے بعد آپا مسعودہ گلزار صاحبہ مرحومہ (اہلیہ محترم داؤد گلزار صاحب مرحوم) انہوں نے مشن ہاؤس کے کچن میں سالہا سال تک کام کیا۔ آٹے کی پوری پوری بوری گوندھ کر سینکڑوں روٹیاں ایک وقت میں پکائیں۔ چالیس چالیس پاؤنڈ آلو گوشت کے دیگچے پکائے اور اِن کاموں میں ایک روحانی خوشی کا اظہار کیا اور ہمیشہ یہی کہا کہ شکر ہے اللہ نے جماعت احمدیہ میں پیدا کر کے خدمتِ دین کا موقع دیا۔

ایک بہن انوری رحمٰن صاحبہ مرحومہ اہلیہ محترم عبد الرحمٰن صاحب مرحوم تھیں۔ یہ نان بنانے میں اپنا جواب آپ تھیں۔ انتہائی خوش ذائقہ نان درجنوں کے حساب سے کم وقت میں تیار کر لینا انہی کا کام تھا۔ مشن ہاؤس کی دعوتوں میں اُن کے نان سالہا سال تک مقبول رہے انہوں نے کبھی تھکن کا اظہار نہیں کیا تھا۔ حالانکہ یہ تھکا دینے والا کام تھا۔

پھر ہماری ایک بہن مرنجاں مرنج اور محفلوں کو قہقہہ زار بنا دینے والی شخصیت محترمہ مسز چیمہ صاحبہ مرحومہ (اہلیہ محترم محمد حسین چیمہ صاحب مرحوم) تھیں۔ یہ دیہاتی خاتون تھیں۔ ٹھیٹھ پنجابی بولتیں تھیں۔ پیاز لہسن، ادرک چھیل کاٹ کر ڈھیر لگا دیتیں بہت مشکل کام کم وقت میں نپٹا کر "ربّ راکھا" کہتے ہوئے رخصت ہو جاتیں۔۔ جب یہ "ادرک" کو "ادکر" کہتیں تو بہت لطف آتا۔

ایک بہن شریف اشرف صاحب مرحوم کی اہلیہ ممتاز اشرف صاحبہ مرحومہ تھیں۔ اور بھی بے شمار نام ہیں لیکن میں تو چمنِ احمدیت کے ایک گوشے میں کھلنے والے چند پھولوں کا ذکر ہی کر سکی ہوں۔ طوالت کے خوف سے قلم یہیں پر روک رہی ہوں۔ اجازت دیجئے۔۔۔

تازہ خواہی داشتن گر داغ ہائے سینہ را

گاہے گاہے باز خواں ایں قصّۂ پارینہ را

تاریخ کے سنہری اوراق میں سے ایک اور۔۔۔

تحریک شُدھی

(تسنیم لطیف صاحبہ، Cheem)

"تحریک شدھی" تاریخ احمدیت اور تاریخ لجنہ کا ایک ایسا اہم باب ہے جسے مخالفینِ احمدیت ہمیشہ سے مسخ کرنے کی کوشش کرتے آئے ہیں نتیجۃً متعلقہ تاریخی کتب یہاں تک کی نصابی کتب میں بھی کسی جگہ یہ ذکر اپنی پوری صداقت سمیت موجود نہیں۔ ایسی صورتِ حال میں ہماری ایک لجنہ نے یہ ذمہ داری اٹھائی ہے اس کے اصل حقائق کا چہرہ لجنہ مجلہ 'النصرت' کے قارئین کے لیے پیش کریں۔ بہت کم لوگ جانتے ہوں گے کہ برصغیر پاک وہند کی اس تحریک میں 'لجنہ اماء اللہ' نے بھی کلیدی کردار ادا کرنے کی سعادت پائی۔ جی ہاں! وہی تنظیم جو اس وقت خود صغر سنی کی حالت میں تھی۔

(مدیرہ)

یہ مہم 1923ء میں خلافتِ احمدیہ کے دوسرے دور میں وقوع پذیر ہوئی۔ جس کا تعلق ہندوستان کے مختلف علاقوں میں پھیلے فتنۂ ارتداد سے تھا۔ اس تحریک کے ذریعہ حضرت مصلح موعودؓ کی ذات وصفات کے کئی ایسے پہلو اجاگر ہوئے جو "پیشگوئی مصلح موعود" میں فرزند موعودؓ کی نسبت بیان ہوئے ہیں۔ علاوہ ازیں یہی تحریک اس افتراء کا بطلان بھی ثابت کرتی ہے جو ہمیشہ احمدیت کی جانب غلط رنگ میں منسوب کیا جاتا ہے کہ "احمدی جہاد کے قائل نہیں"۔

(انوار العلوم جلد 7 صفحہ 221)

اِس مہم میں عملی طور پر یہ نظر آتا ہے کہ اسلام کی سالمیت کو جب بھی کوئی خطرہ درپیش ہوا تو سدّباب کے لئے اُٹھنے والی پہلی آواز ایک احمدی کی تھی اور احمدی بھی وہ جو جماعت احمدیہ کا سپہ سالار تھا۔ اور پھر اس آواز کی تابعداری میں اس کے معتقدین دیوانہ وار میدان عمل میں کودتے نظر آئے۔ وہ بھی ایسے جذبہ سے کہ اُن کی جان جاتی ہے یا مال! وقت قربان ہوتا ہے یا روزگار! کوئی رکاوٹ اُن کے قدموں کی زنجیر بنتی نظر نہیں آتی، کوئی فکر ان کے پائے ثبات میں لغزش پیدا کرتی نظر نہیں آتی، اُن کے سروں پر دھن سوار ہے تو صرف یہی کہ ہم کیا کریں کہ اپنے مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچا سکیں! کون سا حربہ ہو کہ ہم خدا کی نظروں میں سرخرو ہو جائیں اور اپنے خلیفہ کے چہرے پر خوشنودی کے اثرات پا سکیں۔

ابتدا میں عاجزہ نے بتایا کہ اس مہم میں کئی ایسے اوصاف حضرت مصلح موعودؓ کے اجاگر ہوئے جو "پیشگوئی مصلح موعودؓ" میں موعود بیٹے کی نسبت بیان ہوئے ہیں۔ اِس ضمن میں مزید یہ کہنا چاہوں گی کہ صرف یہ واقعہ ہی کیا آپؓ کی تمام زندگی، آپؓ کا 52 سالہ دور خلافت، سبھی اس امر کی بیّن شہادتیں عطا کرتے ہوئے ملتے ہیں کہ آپؓ ہی وہ 'پسر موعود' ہیں جن کے حصول کے لئے حضرت اقدس علیہ السلام نے اپنی سجدہ گاہیں تر کیں۔ جب کہ اِس مہم میں خصوصاً جو علامتیں پوری ہوتی نظر آئیں وہ ہیں

"وہ اولوالعزم ہوگا، سخت ذہین وفہیم ہوگا، اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی"

یہی مہم ثابت کرتی ہے کہ خدمتِ اسلام محض آپؓ کا لفظی ارادہ نہیں تھا بلکہ حقیقتاً آپؓ کا عملِ پیہم تھا۔

مٹ جاؤں میں تو اِس کی پرواہ نہیں ہے کچھ بھی

میری فنا سے حاصل گر دین کو بقا ہو

(کلام محمود صفحہ 273)

پیارے قارئین! میرا اہم خیال ہونے کے لیے آپ کو میرا یہ مضمون بغور پڑھنا ہو گا جو عاجزہ نے تاریخ احمدیت جلد 4 اور انوار العلوم کی جلد 7 کی مدد سے تیار کیا ہے۔

20ویں صدی کے آغاز میں ہندوؤں کا ایک نیا فرقہ منظر عام پر آیا جس کا بانی دیانند سرسوتی تھا۔ یوں تو اُن کا عام مشن یہی تھا کہ تمام مذاہب کے افراد کو ہندومت میں داخل کر لیا جائے لیکن اس سلسلہ میں انہوں نے ایک خصوصی مہم یو۔پی کے ملکانہ راجپوت مسلمانوں پر شروع کی جن کی تعداد اس علاقے میں ساڑھے 4 لاکھ کے قریب تھی۔ بڑی منظم سازش اور مستقل کوشش سے انہیں کافی کامیابی حاصل ہو گئی اور حالت یہاں تک پہنچ گئی کہ قریب تھا کہ تمام کی تمام قوم آریہ ہو جائے۔ اس قوم کا ذکر انوار العلوم میں یوں بیان ہوا:

"وہ لوگ ہندو نہیں کہلاتے بلکہ ملکانے کہلاتے ہیں اور ان میں بعض رسوم مسلمانوں کی پائی جاتی ہیں۔ مثلاً وہ مسلمان مولویوں سے نکاح پڑھواتے ہیں مگر پنڈتوں سے بھی نکاح پڑھوا لیتے ہیں۔ اُن میں سے بعض ختنہ کراتے ہیں بعض نہیں کراتے۔ بعض مُردوں کو دفن کرتے ہیں اور بعض جلاتے ہیں۔ کھانے پینے میں مسلمانوں سے چھوت چھات رکھتے ہیں۔ سروں پر بودی رکھتے ہیں۔"

(انوار العلوم جلد 7 صفحہ 170 تحریک شدھی ملکانہ)

حضرت مصلح موعودؓ کو جس شخص نے آکر اس تمام معاملہ کی رپورٹ کی اُس کا یہ کہنا تھا کہ اب "اُن کی ایسی حالت ہو گئی ہے کہ ایک گاؤں میں کچھ لوگ انہیں سمجھانے کے لیے جانے لگے تو انہوں نے کہلا بھیجا کہ اگر کوئی یہاں آیا تو ہم اُسے قتل کر دیں گے۔"

(انوار العلوم جلد 7 صفحہ 170 تحریک شدھی ملکانہ)

اس سے کچھ عرصہ قبل جب ابھی یہ ارتداد کا سلسلہ شروع ہی ہوا تھا تو چند دردمند مسلمانوں کے دل میں تشویش پیدا ہوئی تھی۔ اور انہوں نے کسی منظم تدبیر کے لیے '**دارالندوہ**' میں درخواست دائر کر دی تھی کیونکہ وہی اس وقت مسلمانانِ ہندوستان کا سب سے بڑا ادارہ سمجھا جاتا تھا۔ وہاں کے انچارج شبلی نعمانی صاحب نے اس مسئلہ پر غور کرنے کے لیے تمام مسلمان فرقوں کو دعوت دی۔ پر وہاں اصل مسئلہ سے زیادہ یہ معاملہ باعث تشویش بن گیا کہ یہاں پر صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمودؓ اور اُن کے ساتھیوں کو بطور 'مسلمان نمائندہ' کیوں مدعو کیا گیا ہے؟ جناب شبلی نعمانی کو اِس معاملہ کو لے کر اسقدر زچ کیا گیا کہ وہ شہر چھوڑ گئے اور دو ماہ بعد دارالندوہ سے بھی استعفیٰ دے دیا۔ اور یوں معاملہ جوں کا توں رہا۔

یوں مختلف طبقات مسلمانانِ ہند اپنے ہی جھگڑوں میں الجھے رہے اور دیانند سرسوتی کو اس عرصہ میں خوب پھلنے پھولنے کا موقع ملا۔ فتنے کی شدت کا اصل احساس تو مسلمانان ہندوستان کو تب ہوا جب مارچ 1923ء کی ایک صبح اخبارات میں شردھانند (نائب سرسوتی) کا یہ بیان شائع ہوا، بظاہر یہ اعلان مالی معاونت کی ایک اپیل تھی، مگر متن کچھ یوں تھا۔

"نواح آگرہ میں راجپوتوں کو تیزی سے شدھ کیا جا رہا ہے اور اب تک قریباً 4 ہزار 3 سو راجپوت ملکانے، گوجر اور جاٹ ہندو ہو چکے ہیں۔۔۔ ایسے لوگ ہندوستان کے ہر حصے میں ملتے ہیں۔ یہ پچاس ساٹھ لاکھ سے کم نہیں اور اگر ہندو سماج اِن کو اپنے اندر جذب کرنے کا کام جاری رکھے تو مجھے تعجب نہ ہو گا کہ اِن کی تعداد ایک کروڑ تک ثابت ہو جائے۔"

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 329)

شردھانند کے اس علان کے ساتھ ہی ایک اور ایسا اعلان سامنے آ گیا جو مَرے پر سو دُرّے لگانے کے مترادف تھا اور صاف پتہ چلتا تھا کہ یہ شدھی تحریک بہت گہری ہے اور بہت سی طاقتیں اور قومیں اِس کی پشت پناہی کر رہی ہیں۔

”آریہ اخبار کیسری (12 مارچ 1923ء) میں یہ خبر چھپی کہ مہاراجہ جموں وکشمیر نے ساڑھے چار لاکھ ملکانہ راجپوتوں کو دوبارہ ہندو بنانے کے مسئلہ پر کامل غور وخوض کے بعد پنجاب کے سناتن دھرمی پنڈتوں کو دعوت دی ہے کہ وہ اس مسئلہ پر کشمیری پنڈتوں سے گفت وشنید کریں"۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 329)

ملک بھر میں فتنۂ ارتداد پھیل جانے کی خبر نے ہندوستان کے مسلمانوں میں مشرق سے مغرب تک ایک تشویش پیدا کر دی۔ دردمند افراد با آوازِ بلند سوچنے لگے کہ اِس کی روک تھام کی کیا تدبیر کی جائے۔ مسلمان علماء کو اور اسلام کے تمام فرقوں کو اخباروں میں اپیلیں کی جانے لگیں کہ خدارا اٹھو۔۔ اور اِس طوفان کے سامنے بند باندھو۔۔ جوش آیا بھی تو چند انفرادی مسلمانوں کو ورنہ زیادہ تر مسلمان فرقے اُس سوچ کے ہی حامل تھے کہ اُس وقت سب سے زیادہ قابلِ توجہ مسئلہ ’خلافت عثمانیہ‘ کی بقاء کا ہے۔

اِن اخبار نویسوں میں ایک روزنامہ وکیل، امرتسر کے ایڈیٹر بھی تھے جنھوں نے 8 مارچ 1923ء کے پرچہ میں زیر عنوان ’علمائے اسلام کہاں ہیں؟‘ ایک مضمون شائع کیا اور اِس میں مسلمان لیڈروں کو اِس فتنۂ ارتداد کے انسداد کی طرف توجہ دلاتے ہوئے باقاعدہ حضرت مصلح موعودؓ کو بھی مخاطب کیا۔“

(انور العلوم جلد 7، صفحہ 172۔ تحریک شدھی ملکانہ)

آپؓ نے اُس کو جواب دیا کہ آپؓ کے آگے نہ بڑھنے کا سبب اپنے ہی بھائی بند مسلمانوں کا سلوک ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ:۔

”میرا ہرگز اس سے یہ منشاء نہیں کہ ہم اِس سلوک سے گھبراتے ہیں یا اس کی وجہ سے ہم کام سے پیچھے رہنا چاہتے ہیں، بلکہ واقع یوں ہے کہ بہت دفعہ اسلام کی خدمت اور اس کی حفاظت کی خاطر دوسرے مسلمان کہلانے والے لوگوں سے ہمیں سخت سے سخت ایذاء بھی پہنچ جاتی ہے پھر بھی ہم اس کی۔۔۔ خاطر اپنے مال، اپنی جانیں اور اپنی عزت و آبرو تک قربان کرنے سے ہمیں دریغ نہیں بلکہ ہم کو اگر ایسا کوئی موقع مل جائے تو ہم اُسے فخر سمجھتے ہیں۔۔۔ جب وہ ہمارا اور صرف ہمارا کام ہے اور اِس کام پر ہمارے آقا اور ہمارے خالق نے ہمیں خود مقرر فرمایا ہے تو دوسروں کی بدسلوکی ہم پر کیا اثر ڈال سکتی ہے“

(صفحہ 175-174۔ انوارالعلوم جلد 7، تحریک شدھی ملکانہ)

یہ اخبار نویس واقعی نہیں جانتے تھے کہ ایک مسلمان رہنما ایسا بھی ہے جسے کسی اپیل کی حاجت ہے نہ جگانے کی ضرورت، وہ خطرے کی بو سونگھتے ہی تدبیر کے بارہ میں سوچنے لگتا ہے۔ لیکن وہ میدان میں اس وقت اترتا ہے جب حالات کا پوری طرح اندازہ کر چکا ہو۔ اور پھر اسی وقت واپس لَوٹتا ہے جب دشمن کے تمام منصوبوں کو خاک چٹا چکا ہو۔

تحریک شدھی کے لئے تدابیر تو آپؓ تبھی شروع کر چکے تھے جب شنید ملی تھی اور آپؓ نے صحیح صورتحال جاننے کے لیے صوفی عبد القدیر نیاز اور دیگر نمائندگان کو علاقہ میں بھجوایا تھا۔ اور پھر مصدقہ اطلاع ملتے ہی آپؓ نے تمام صورت حال عملی تدبیر کے ساتھ اپنی جماعت

کے سامنے رکھ دی۔ 7 اپریل 1923ء کو آپؓ نے خطبہ جمعہ میں جماعت احمدیہ کے ارتداد کے خلاف جہاد کا علم بلند کرنے کا ارادہ ظاہر فرمادیا۔ اور سردست آپؓ نے جماعت سے 150 مجاہدین اور 50 ہزار کی رقم پیش کرنے کا مطالبہ فرمایا۔

پیاری بہنو! جس وقت یہ مالی قربانی مانگی جارہی تھی۔ اُس وقت کی جماعت کی مالی حالت کو جانے بغیر اِس قربانی کی عظمت کا اندازہ کیا ہی نہیں جاسکتا۔ آج 50 ہزار کی رقم دینا ایک احمدی فرد کے لیے بھی شاید مشکل نہ ہو مگر اُس وقت جماعت کی حالت قدرے مختلف تھی۔ صدر انجمن احمدیہ کے پاس اتنا بجٹ بھی نہیں تھا کہ کارکنان کی ماہانہ تنخواہیں بھی دے سکے۔ 3، 3 ماہ کے بقایاجات رہتے تھے۔ بیرون ملک مبلغین تھے تو وہ خود بھی بے سروسامانی کے عالم میں اپنے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ مقامی دکانداروں کے کاروبار بند تھے۔ تجارتیں خسارہ میں تھیں تو ایسے میں صرف **لجنہ اماء اللہ** ہی تھیں جن کی جانب نگاہیں اٹھتی تھیں اور وہاں بھی صورتحال یہ تھی کہ مسجد برلن کے لئے 50 ہزار کی خطیر رقم کا مطالبہ خلیفۂ وقت پہلے ہی اُن سے کرچکے تھے اور جو تکمیل کے مراحل میں تھا۔ ایسے میں دنیا نے ایک عجیب نظارہ دیکھا۔ فاقہ کشوں کی اس جماعت نے کیسے اپنے امام کی آواز پر لبیک کہا۔ اور دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ کچھ دِن نہ گزرے تھے کہ جماعت نے 50 ہزار کی رقم اپنے امام کے قدموں میں پیش کردی۔ یہ ایک الگ داستان ہے کہ کیسے اِن بظاہر غریب مگر دل کے سخیوں نے اپنے پیٹ کاٹے، کیا کیا مشقتیں کیں، کیسے کیسے اپنی ضروریات کو پسِ پشت ڈالا۔

اس مہم کو شروع کرنے سے قبل حسبِ معمول آپؓ کا ابتدائی قدم یہی تھا کہ پوری جماعت کو دعاؤں کے لیے خدا کے حضور ڈال دو۔ آپؓ کی اپیل پر قادیان کی فضائیں درود واستغفار سے لبریز رہنے لگیں، راتیں زندہ ہوگئیں، مرد اور عورتوں کے علاوہ بچوں کی التجائیں بھی ایسا درد ناک منظر باندھ دیتیں کہ انہیں لفظوں میں بیان کرنا ممکن ہی نہیں۔ رب ذوالعرش نے اِن دعاؤں کو پایۂ قبولیت بخشا اور مجاہدین احمدیت میں ایسا جوش وجذبہ بھر دیا کہ ایک نہیں سینکڑوں بے خطر مشکلات کی اِس وادی میں کود جانے کو تیار ہوگئے۔

مطالبہ تو حضرت مصلح موعودؓ نے ڈیڑھ سو مجاہدین کا کیا تھا۔ یہاں ڈیڑھ ہزار سے زائد نوجوان اور بوڑھے سر پہ کفن باندھے میدانِ عمل میں کود جانے کو تیار ہوگئے۔ عورتیں اور بچے اِس کے علاوہ تھے جو درخواستیں لے کر اپنے آقا کی منتیں کرتے نظر آتے تھے۔ کہ ہمیں بھی تو خدمت کا موقع دیا جائے۔ کوئی بدگمان یہ سوچ سکتا ہے کہ شاید خود کو پیش کرنے والوں کو میدان جنگ کی مشکلات کا صحیح اندازہ نہ ہو، صرف جہاد کا شوق انہیں اٹھالایا ہو مگر یہاں تو لیڈر مصلح موعودؓ تھے۔ جو ہر بات کو ہر باریکی کو اپنے جانثاروں سے Share کرنے کے قائل تھے۔ آپؓ نے واضح فرمایا تھا کہ:۔

"جب بغض اس قدر بڑھا ہوا ہے۔۔۔ تو ہمیں کیا تسلی ہوسکتی ہے کہ جس وقت ہمارے مبلغ اِس علاقہ میں جاویں، اُس وقت سب سے زیادہ دشمنی اُن کو خود مسلمان کہلانے والوں کی ہی جانب سے نظر آوے اور سب سے زیادہ تکالیف وہ اُنہیں کی طرف سے پاویں"

(انوارالعلوم جلد 7، صفحہ 178-179۔ تحریک شدھی ملکانہ)

آپؓ نے یہ بھی واضح کردیا کہ:۔

"مسلمان یہ نہ خیال کریں کہ نہایت آسانی سے وہ اِن قوموں کو ارتداد سے روک لیں گے، سولہ سال سے اِن قوموں میں بعض نہایت ناواجب اور مخفی ذرائع سے کام کیا جارہا ہے۔۔۔ جس طرح ایک پیدائشی مسلم کی نسبت ایک نومسلم میں جوش زیادہ ہوتا ہے اُسی طرح اِس قوم میں سخت جوش ہے۔ جب تک ایک لمبی اور باقاعدہ جنگ نہ کی جائے گی (سعی اور تبلیغ کی نہ کہ

تلوار کی) اس وقت تک اُن علاقوں میں کامیابی کی امید رکھنا فضول ہے۔ اِس کام پر روپیہ بھی کثرت سے خرچ ہو گا اور جن لالچوں سے ان لوگوں کو قابو کیا جارہا ہے اُن کا مقابلہ بھی ضروری ہو گا۔"

(انوارالعلوم جلد7، صفحہ 180۔ تحریک شدھی ملکانہ)

لیکن اِس صورتحال کی وضاحت کے ساتھ ساتھ آپؓ نے یہ روح افزاء کلمات بھی فرمائے تھے:

"پس تم بھی یقین کرو کہ خدا تمہارے ساتھ ہے۔ تم اُس نبی کے ہاتھ پر بیع ہو چکے ہو جس سے خدا نے وعدہ کیا ہے کہ میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ تمہارا اِس وقت مقابلہ ہندوؤں سے ہے اِس لئے اِس بات کو بھولو مت کہ مسیح موعودؑ کرشن بھی ہیں اور یہ کروکیشتر کا میدان ہے۔ پس خدا پر توکل کرو فتح تم ہی کو ہو گی۔ اپنے ایمان کو مضبوط کرو۔ کہ تم ہی جیتو گے اور تمہارا دشمن مغلوب ہو گا"

(انوارالعلوم جلد7، صفحہ 186-187۔ تحریک شدھی ملکانہ)

ضرورت اور حالات کے پیش نظر آپؓ نے اِس میدان کو فتح کرنے کا بڑا موئثر پلان ترتیب دیا۔ اِس جہاد کے لئے حضرت مصلح موعودؓ نے جو حکمت عملی ترتیب دی وہ اپنی نوعیت کی واحد مثال ہے۔ آپؓ نے ہر طبقۂ فکر کے لوگوں کی درخواستیں قبول کیں تھیں اس لئے اُن کی صلاحیتوں کے مطابق انہیں کام سونپے گئے۔ وہ جو سناتن دھرم کا علم رکھتے تھے انہیں پنڈتوں کے مقابل اتارا۔ جو قائل کرنے کا ہنر جانتے تھے انہیں شدھوں کو قائل کرنے کا کام دیا گیا۔ یقیناً خدمت خلق دلوں کو فتح کرنے کا ایک موئثر طریق ہے سو آپؓ نے محنت کش طبقہ کو بھی اس مہم میں شامل کیا کہ وہ لوگوں کو ذاتی کاموں میں مدد دینے کے لئے آگے آئیں۔ انہوں نے معمولی کاموں کے علاوہ دیواروں کی تعمیر تک میں مفت مدد فراہم کی۔ معاشرتی دباؤ کے لئے مضمون نگاروں کو موئثر مضامین لکھنے کو کہا گیا جبکہ قانونی معاملات دیکھنے کے لئے اِس سپاہ میں وکیلوں کو بھی شامل کیا گیا۔ اِس مہم میں مالی معاملات سنبھالنے والوں کے علاوہ فوٹو گرافر، نقول کرنے والے، زود نویس، Biscope دکھانے والے بھی شامل تھے۔

آریہ لیڈروں کا اس تحریک میں ایک بڑا موئثر ہتھیار یہ تھا کہ مسلمانوں نے ظلم کر کے اور زبردستی سے ہمارے ہندو راجپوتوں کو مغل دور میں مسلمان ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔ سو اِس دلیل کے سدّباب کے لئے احمدی گروپس کو وہ تفاصیل بھی مہیا کی گئیں جو سکھوں نے مسلمانوں پر حال ہی میں ظلم وستم کئے تھے۔ غرض ہر وہ معلومات مہیا کی گئیں جن کی ضرورت پڑ سکتی تھی۔

ہر مجاہد کو 52 نکاتی پروگرام دیا گیا۔ جس میں اصولوں کی پابندی، اپنے لیڈر کی تابعداری اور باہمی تعاون کی شرائط درج تھیں۔ یہ ہدایات بھی درج تھیں کہ تم نے کبھی کسی کے گھر سے کھانا مانگ کر نہیں کھانا، کھانا نہ ملے تو چنے کھالو، چنے نہ ہوں تو پتے کھالو، فاقہ کر لو، مگر کسی ہندو گھرانے سے کبھی تم نے کسی نوعیت کا فائدہ حاصل نہیں کرنا۔ پھر یہ بھی فرمایا کہ تمہیں نفسانی جوشوں کو دبانا ہو گا۔ شدید آزمائش کے وقت فتنہ وفساد سے بچنا ہو گا۔ ماریں کھانے کے باوجود ہاتھ نہیں اُٹھانا ہو گا۔ پھر یہ بھی درج تھا کہ تبلیغ کے دوران صرف نصائح سے کام نہیں لینا بلکہ جہاں تک ممکن ہو علاقے کے غرباء اور ضرورت مندوں کا خیال رکھنا ہو گا۔ اِن اصولی ہدایات کے ساتھ عزم کی شمعیں جلائے یہ قافلے میدان میں اترے۔

یہ مہم کوئی آسان مہم نہ تھی۔ شدید گرمی کا موسم شروع ہو چکا تھا اور اکثر مجاہدین کو بستیوں میں ٹھہرنے نہ دیا جاتا۔ وہ اپنا سامان پشت پر ڈالے نئے ٹھکانے کی تلاش میں میلوں کا سفر طے کرتے۔ بھوک پیاس برداشت کرتے، ماریں کھاتے، گالیاں سنتے، مگر اپنے مشن پر ڈٹے رہتے۔ ایک گروہ اپنی مدت، جو تین ماہ کی تھی پوری کر لیتا تو قادیان سے آنے والا نیا دستہ اُس کی جگہ لے لیتا۔ یوں نہ صرف انہوں نے شدھ مسلمانوں کی

کافی بڑی تعداد واپس موڑلی بلکہ ہندوؤں کی کثیر تعداد کو بھی اسلام کی جانب راغب کر لیا۔ اس صورتحال سے نہ صرف یہ مہم رُک گئی بلکہ دیانند تو اِس فکر میں مبتلا ہوگیا کہ کہیں ہماری کثیر تعداد مسلمان ہی نہ ہو جائے۔

غیر احمدی اخباروں میں احمدیوں کا تذکرہ کثرت سے ہوا۔ نمونے کے طور پر ’زمیندار‘ اخبار کا تبصرہ پیش خدمت ہے جو 24 جون 1923ء کو شائع ہوا:

”جو حالات فتنہ ارتداد کے متعلق بذریعہ اخبارات علم میں آچکے ہیں اُن سے صاف واضح ہے کہ مسلمانان جماعت احمدیہ اسلام کی انمول خدمت کر رہے ہیں۔ جو ایثار اور کمر بستگی اور نیک نیتی اور توکل علی اللہ اِن کی جانب سے ظہور میں آیا ہے وہ اگر ہندوستان کے موجودہ زمانے میں بے مثال نہیں تو بے انداز عزت اور قدردانی کے قابل ضرور ہے۔ جہاں ہمارے مشہور پیر سجادہ نشین حضرات بے حس و حرکت پڑے ہیں اِس اولوالعزم جماعت نے عظیم الشان خدمت کر کے دکھلادی ہے“

(سلسلہ احمدیہ، جلد اول، صفحہ 324-325)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ مولف سلسلہ احمدیہ جنہوں نے خود میدان عمل میں جا کر مجاہدین کی کارکردگی کو اپنی انکھوں سے دیکھا لکھتے ہیں:۔

”حضرت خلیفتہ المسیح الثانیؓ نے اپنی جماعت کو حرکت میں لا کر اِس شدھی کے طوفان کو روکنے کی کوشش کی اور فوراً بعض مبلغ اِس علاقہ میں بھجوا کر کام شروع کر دیا۔ اِس کے بعد آپؓ نے جماعت احمدیہ میں ایک عام اپیل کر کے سینکڑوں آنریری مبلغ بھرتی کر لئے اور ملکانہ راجپوتوں کے علاقہ میں احمدی مبلغوں کا ایک وسیع جال پھیلا دیا اور ایسا انتظام کیا کہ جب ایک دستہ مبلغوں کا فارغ ہوتا تھا تو اس کی جگہ دوسرا دستہ پہنچ جاتا۔ اس موقعہ پر جماعت کے ہر طبقہ نے اپنی آنریری خدمات پیش کر کے اِس عظیم الشان مہم میں تبلیغی خدمات سرانجام دیں۔ گورنمنٹ کے ملازم، رؤسا، وکلاء، تاجر، زمیندار، صناع، پیشہ ور، مزدور، استاد، طالب علم، عربی دان، انگریزی خوان، غرض ہر طبقہ کے لوگ اپنے امام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے آگے آئے اور ایسا انتظام کیا گیا کہ ایک ایک وقت میں ایک ایک سو آنریری مبلغ اِس علاقہ میں کام کرتے تھے اور یہ سارا کام۔۔۔۔ فتح محمد صاحب سیالؓ (ایم۔اے) سابق مبلغ لندن کے ہاتھ میں تھی۔ احمدیوں کو دیکھ کر بعض غیر احمدی انجمنیں بھی میدان عمل میں آئیں مگر یہ بات افسوس کے ساتھ کہنی پڑتی ہے کہ اُن کا کام سوائے اِس کے اور کچھ نہیں تھا کہ لوگوں کو احمدی مبلغوں کے خلاف اُکسا کر اور کفر کے فتوے دے کر تبلیغ کے کام میں روڑا اٹکائیں۔ مگر جو کام خدا نے جماعت احمدیہ سے لینا تھا اُسے کون روک سکتا تھا۔ چنانچہ چند ماہ کی مسلسل اور دن رات کی والہانہ جدوجہد کے نتیجہ میں شدھی کی رَو کو قطعی طور پر روک دیا گیا اور نہ صرف آئندہ شدھی کا سلسلہ بند ہو گیا بلکہ جو لوگ پہلے ہی شدھی ہو چکے تھے انہیں بھی آہستہ آہستہ اسلام میں لا کر حق کا جھنڈا بلند کیا حتیٰ کہ بیشتر مقامات پر ہندو واعظ مقابلہ ترک کر کے میدان خالی کر گئے۔

خاکسار۔۔۔ کو ان ایام میں خود اس علاقہ میں جا کر حالات دیکھنے کا اتفاق ہوا اور میرے دل پر جو اثر تھا، اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ ایک عظیم الشان جنگ تھی جس کا محاذ قریباً ایک سو میل کی وسعت پر پھیلا ہوا تھا اور اس وسیع محاذ پر اسلام اور کفر کی فوجیں ایک دوسرے کے مقابل تخت یا تختہ کے عزم کے ساتھ ڈیرہ جمائے پڑی تھیں۔ دوران جنگ میں احمدیت کے جنگجو دستہ کے لئے بعض خطرے کے موقعے بھی پیش آئے جن میں سے بعض اوقات غنیم نے نازک حالات پیدا کر دیے۔ اور ایسا تو کئی دفعہ ہوا کہ احمدی والنٹیر اپنی کوشش سے ایک شدھ شدہ گاؤں کو اسلام میں واپس لائے مگر ہندو دستہ نے پھر یورش کر کے اُسے پھسلا دیا مگر احمدیوں نے دوبارہ حملہ کر کے پھر دوسری دفعہ قلعہ سر کر لیا۔ بعض ملکانہ دیہات نے کئی کئی بار پہلو بدلہ کیونکہ اِس کشمکش کے دوران میں بعض ملکانہ دیہات میں کچھ لالچ بھی پیدا ہو گیا تھا۔ مگر بالآخر ایک ایک کر کے ہر ہندو مورچہ فتح کر لیا گیا۔ بلکہ اِس جدوجہد میں کسی حد تک ملکانہ راجپوتوں کی دینی تربیت بھی ہو گئی اور وہ صرف نام کے مسلمان نہ رہے۔۔۔ مگر اِس عظیم الشان فتح کے باوجود احمدیہ جماعت نے ابھی تک اُس علاقہ کو چھوڑا نہیں۔۔۔ احمدی مبلغوں کا ایک حصہ ابھی تک میدان عمل میں ہے اور ان گری ہوئی قوموں کو اٹھانے اور پختہ مسلمان بنانے کا کام جاری ہے۔ جماعت احمدیہ کا یہ ایک ایسا سنہری کارنامہ تھا کہ سلسلہ احمدیہ کے دشمنوں تک نے اس کا برملا اعتراف کیا۔"

(سلسلہ احمدیہ صفحہ 370-371، بحوالہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نمبر صفحہ 406-407)

تحریک شدھی ملک گیر شہرت کا وہ پہلا زینہ ثابت ہوئی جسے طے کرتے ہوئے تمام ہندوستان میں آپؓ کا شہرہ بام عروج تک جا پہنچا اور دشمن بھی آپؓ کی عظیم قیادت کو خراج تحسین پیش کرنے پر مجبور ہو گیا۔ قارئین کی دلچسپی کے لیے صرف ایک ہندو اخبار 'پرتاب' کا تبصرہ پیش کرتی ہوں جو 21 اکتوبر 1929ء میں لکھا گیا تھا:

"مشکل یہ کہ ہندوؤں کو اپنے ہی ہم وطنوں کی ایک جماعت کی طرف سے خطرہ ہے اور وہ خطرہ اتنا عظیم ہے کہ اِس کے نتیجہ کے طور پر آریہ جاتی صفحۂ ہستی سے مٹ سکتی ہے وہ خطرہ ہے تنظیم و تبلیغ کا۔ مسلمانوں کی طرف سے یہ کام اِس تیزی سے ہو رہا ہے کہ ہندوؤں کے پاؤں اکھڑ رہے ہیں اُن کی تعداد سال بہ سال کم ہو رہی ہے اگر اِسے کسی طرح نہ روکا گیا تو ایک وقت ایسا آ سکتا ہے کہ جب آریہ دھرم کا کوئی بھی نام لیوا نہ رہے"۔

(بحوالہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نمبر صفحہ 406-407)

بے شک یہ سراسر خدا کا فضل تھا لیکن یہ 'فضلِ عمرؓ' کے ذریعہ ظاہر ہوا۔ جس کی ہر مہم ثابت کرتی رہی کہ خدا کا سایہ اُس کے سر پہ تھا۔ فرشتے اُس کے ہم رکاب رہے۔ وہ جلد جلد بڑھا اور اسیروں کی رستگاری کا سبب بنا اُس کی یاد میں آج بھی قدردان کہتے ہیں کہ

اے فضل عمرؓ تیرے اوصاف کریمانہ

یاد آ کے بناتے ہیں ہر روح کو دیوانہ

(صفیہ بشیر سامی، ویسٹ ہل)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اپنے الفاظ میں یہ پیشگوئی حرف بہ حرف پوری ہوتے ہوئے آج ساری دنیا دیکھ سکتی ہے کہ:

"ایسا ہی طلوع شمس جو مغرب کی طرف سے ہو گا ہم اس پر بہر حال ایمان لاتے ہیں لیکن اس عاجز پر ایک رؤیا میں ظاہر کیا گیا ہے وہ یہ ہے جو مغرب کی طرف سے آفتاب کا چڑھنا یہ معنی رکھتا ہے کہ ممالک مغربی جو قدیم سے ظلمت کفر و ضلالت میں ہیں آفتاب صداقت سے منور کئے جائیں گے اور اِن کو اسلام سے حصہ ملے گا۔"

(تواریخ مسجد فضل لندن صفحہ 27)

میں ایک محراب ہوں۔۔

6 جنوری 1920ء کو خیالوں اور سوچوں کے تانے بانے میں بُنی گئی۔ یہ اس زمانے کی بات ہے جب اس سوچ کو حقیقت کا روپ دھارنے میں کئی مشکلات کا سامنا تھا۔ مگر چونکہ اس سوچ کے پیچھے الٰہی "بشارتیں" اور بلند عظم وہمت تھی جس کی وجہ سے میں ایک معمولی ذرّے سے بہت خاص ہو گئی۔

19 جنوری 1924ء کا دن میری زندگی کا بہت خاص دن ہے۔ جب لندن کی ٹھٹھرتی سرد شام میں اینٹ گارے سے میری بنیاد رکھی گئی ۔۔۔ اُس وقت کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ آنے والے دنوں میں یہ برفیلی بنیادیں کتنے زمانوں کو ایمان کی حلاوت سے گرم کریں گی۔ یہ میری خوش نصیبی کہ امامِ وقت نے قرآن پاک کی تلاوت کے بعد میرا سنگِ بنیاد رکھا، لمبی دعا کروائی۔۔ اور عصر کی نماز ادا کی۔۔۔ میں تو اسی وقت اینٹ گارے سے خاص الخاص ہو گئی۔۔۔ جب میری پیشانی پر پہلا سجدہ امام الزمان نے کیا۔۔۔ میرا نام "مسجد فضل" تجویز ہوا۔۔

دنیاوی لحاظ سے اس سوچ کو مکمل کرنا بہت مشکل تھا مگر میں نے الٰہی جماعت میں قربانی کا وہ جذبہ دیکھا جو اپنی مثال آپ تھا۔ مرد تو مرد،

عورتوں نے بھی قربانی کے ایسے معیار قائم کئے جو چشمِ فلک نے کہیں اور نہ دیکھے ہوں گے۔ میری تعمیر میں قریباً دو سال لگے اور 3 اکتوبر 1926ء کو میری تکمیل ہوگئی۔

پھر 3 اکتوبر 1926ء کو باقاعدہ مسجد کا افتتاح ہوا، مبلغین آئے۔ مسجد آباد تو پہلے دن سے ہی ہوگئی تھی لیکن باری باری مختلف معزز مبلغ آتے اور اُن کے آنسوؤں سے میرا ماتھا تر ہوتا رہتا۔ بہت مبارک وجود آئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی آئے جن کا میں نے ماتھا چوما اور اُن کے آنسو میں نے پیے، اور یہ سلسلہ چلتا رہا۔ میں خوش نصیب محراب ہوں مجھے حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کے آنسو بھی ملے، میں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے بہتے ہوئے آنسوؤں کا بھی مزا چکھا پھر محترم مکرم مولانا شیخ مبارک احمد صاحب، محترم مکرم مولانا بشیر احمد رفیق صاحب اور اسی طرح بہت سارے مبلغین کے آنسوؤں کی نمکینی میرے اندر اتری۔ اسی طرح محترم مولانا عطاء المجیب صاحب کی سسکیوں کی بھی میں گواہ ہوں۔

میری قسمت کے بھاگ کھل گئے جب 1984ء میں خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے لندن کو یہ اعزاز بخشا کہ وہ یہاں اپنا مستقل قیام فرمائیں گے اور پٹنی لندن مسجد فضل کے ساتھ ہی ایک چھوٹی سی رہائش گاہ میں بسیرا کریں گے، اور صبح شام اللہ کے گھر یعنی مسجد فضل میں پانچوں نہیں بلکہ جمعہ اور مزید سجدوں کے لئے بھی یہی مسجد فضل کی محراب ہوگی اور میں خوش نصیب محراب اب ہر وقت اُن کے ماتھے کو بوسہ دوں گی اور ایک بے چین، اپنی جماعت کے لئے ہر وقت آنسوؤں سے تر ماتھا اللہ تعالیٰ کے آگے جھکتے ہوئے اس محراب پر رکھ کر اپنے دل کی پکار اپنے اللہ تک پہنچائے گا۔ میں نے خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی جوانی میں بے قراری سے تڑپتی ہوئی سسکیاں سُنیں، بہتی ہوئی آنکھوں سے اتنے آنسو دیکھے ہیں کہ جانو سمندر بھی بھر جائے اُن کی تڑپ، بے چینی، اُن کی التجائیں۔۔ سب میرے اندر بچھی جائے نماز ہی جذب کرتی تھی۔ اور اس تڑپ سے مانگی ہوئی دعاؤں کے نتیجے بھی نکلتے دیکھے۔ جو وہ اپنے رب سے مانگتے تھے وہ پورے ہوتے ہوئے بھی میں نے دیکھا ہے۔ کیونکہ شکرانے کے آنسو بھی میرا ہی نصیب تھے مجھے اُن کے آنسوؤں کی اتنی عادت ہوگئی تھی کہ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار رہتا کہ کب خلیفہ ٔوقت کا سجدہ مجھے ملے گا۔ مجھ پر یہ بھی گزری کہ خلیفہ ٔوقت کی بیماری میں کمزور پڑتی ہوئی آہیں اور آنسو بھی اپنے سینے میں جذب کئے۔

میں نے 19 سال تک پیارے خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے سجدوں کا مزا لیا۔ اُن کی بے چینیاں اُن کے لمبے لمبے سجدے، اُن کی آہ وزاریاں، اُن کی بھیگی دعائیں ان کی بے قرار گریہ وزاری، سب میں نے سُنے اور وہ سب اللہ تعالیٰ کے دربار تک پہنچتے ہوئے دیکھے۔ پھر وہ وقت بھی میرے دیکھنے میں آیا جب بہت لمبی بیماری کے بعد 2003ء میں پیارے خلیفۃ المسیح الرابعؒ سے میری جدائی کا دن آگیا بہت اُداس دن تھے مجھ محراب کا ماتھا

تو کبھی خالی نہیں ہوا۔ الحمدللہ پانچوں وقت نماز کے لئے کوئی نا کوئی اس محراب میں سجدہ ریز ہوتا ہی ہے مگر خلیفہ کا سر جب جھکتا ہے تو مزا کچھ اور ہی ہوتا ہے۔

اللہ نے میری بھی دعاؤں کی جھولی خالی نہیں رہنے دی۔ ایک اور اللہ کا چنیدہ میرا دامن بھرنے آگیا اللہ نے پھر میرے نصیب میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے سجدے لکھ دیے۔ وہ خلافت کے ابتدائی دن، وہ پسیجا ہوا دل، وہ آنکھوں سے بہتا ہوا دل کا گداز، وہی تڑپ اور آہ وزاریاں۔۔ بڑا مزا آیا۔۔ میرا مقدر پھر سے سنور گیا۔ میں یہ سب مال و متاع سمیٹ کے بہت پیار سے اپنے رب کے حضور پہنچاتی رہی، اور اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور رحمتوں کی بارشیں برستی بھی دیکھیں۔ الحمدللہ، اللہ نے کبھی ان سسکیوں کو ضائع نہیں کیا بلکہ بہت بھاگ لگائے۔۔ بہت نوازا ہماری جماعت کو فیض یاب کیا، دنیا جہاں میں جماعت پھیلتی جا رہی ہے۔ میرے جیسے منبر و محراب بنتے جا رہے ہیں جو ہمہ وقت سجدوں سے مزین رہتے ہیں جن پر اللہ کے پیار کی نگاہیں پڑتی رہتی ہیں اور شان کریمی ان موتیوں کو چُن کر ساری زمین میں بیجوں کی طرح بکھیر دیتی ہے۔ الحمدللہ

میں ''مسجد فضل'' کی محراب کئی سال ان بارشوں میں بھیگتی رہی ان ہواؤں اور فضاؤں کی عادی ہوگئی۔ اپنی جھولی میں خلیفۂ وقت کی دعاؤں کو سمیٹتی رہی۔ بڑے مزے چکھے۔

پھر ایک دن ایسا آیا کہ پیارے خلیفہ نے اللہ تعالیٰ کی رضا سے اپنا قیام اور اپنی مسجد یہاں سے اسلام آباد (ٹلفورڈ) منتقل کر لی مجھے چھوڑ دیا۔ ساری خوش نصیبی مسجد مبارک کے حصے میں آگئی اور اس کی محراب مالامال ہوگئی۔ میں بہت اداس ہوں۔ گو کہ اللہ کے فضل سے میں ویسے ہی آباد ہوں مجھے بہت سے پیارے اپنے آنسوؤں سے سیراب کرتے رہتے ہیں مگر خلیفہ کے آنسوؤں کا جس کو چسکا لگ جائے اس کو پھر باقیوں سے وہ مزا نہیں ملتا۔ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسجد مبارک کے لئے بہت خوش ہوں۔ اُس محراب کو مبارک باد دیتی ہوں۔ مگر اپنے پیارے محبوب، ہزاروں دلوں کی دھڑکن، پیارے آقا سے دلی گزارش ہے:

کبھی تو پھیرا لگا جایا کریں۔۔ ہمارے کوچے میں۔۔

کوئی آپ کے بغیر بہت اداس ہے۔۔

آپ کے سجدے کے انتظار میں ہے۔۔ وہی مزا لینے اور آنسو پینے کو بے قرار ہے۔۔۔

فضا اداس ہے۔۔۔

آپ کے حق ہمسائے اداس ہیں۔۔

یہاں کی چڑیاں کبوتر بھی اداس ہیں۔۔

گلی کوچے والے اداس ہیں۔۔

دو بوند پھر سے برسا جائیں میرے خشک سینے پر۔۔

والسلام، دعا گو

بہت اداس

آپ کی جدائی میں بے قرار

آپ کی محراب

میری پیاری امی جان
رضیہ کوثر صاحبہ مرحومہ

(امتہ القدوس نزہت حیات، Redbridge)

الحمدللہ ہم لجنہ اماءاللہ کا صد سالہ جشن تشکر منا رہے ہیں۔ اللہ کے فضل سے لجنہ اماءاللہ احمدی خواتین کی ایک عالمگیر تنظیم ہے جو دنیا کے بیشتر ملکوں میں مضبوطی سے قائم ہے۔ اس کا قیام 1922ء میں عمل میں آیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنی خداداد فراست سے احمدی خواتین کی تعلیمی ضروریات، تربیت و اصلاح نیز انفرادی و اجتماعی روحانی ترقی کے لئے یہ تنظیم قائم فرمائی جو گزشتہ ایک سو سال سے ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہے۔ گو کہ یہ محض خدا تعالیٰ کا فضل ہے لیکن ہم ان ترقیات کے پس پردہ اُن خواتین کی قربانیوں کو فراموش نہیں کرسکتے جنہوں نے اپنی جان، مال، وقت اور اولاد کی قربانیاں دے کر اپنے فرائض کو نبھایا اور پھر ان قربانیوں کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی وارث بنیں۔
انہی قربانیوں کا ذکر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

"ہماری خواتین کی قربانیاں پس پردہ ہیں۔ اس میں دکھاوے کا کوئی بھی دخل نہیں۔ اور خدا کے حضور وہ قربانیاں پیش کرتی چلی جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ کبھی کسی خلیفہ وقت کی نظر پڑ جائے یا کسی اور تاریخ لکھنے والے کی نظر پڑ جائے تو وہ چند نمونے دانہ دانہ چن چن کر تاریخ کے صفحات میں محفوظ کر دیتا ہے۔ اس سے زیادہ ان کی قربانیوں کی کوئی نمائش نہیں ہے۔ اب بھی نمائش کی خاطر یہ پیش نہیں کروں گا۔ بلکہ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے آپ کی اگلی نسلوں کی قربانیوں کی روح کی حفاظت کے لیے ضروری ہے کہ ان کو علم ہو کہ ان کی مائیں کیا تھیں۔ ان کی بہنیں کیا تھیں۔ ان کی نانیاں دادیاں کیا چیز تھیں۔ کس طرح انہوں نے احمدیت کی راہ میں اپنے خون کے قطرے بہائے اور اس کی کھیتی کو اپنے خون سے سیراب کیا۔"

(خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ لجنہ اسلام آباد۔ یکم اگست 1992ء بحوالہ الازھار صفحہ 267)

حضور رحمہ اللہ کے ان فرمودات کی روشنی میں آج میں اپنی والدہ رضیہ کوثر صاحبہ، اہلیہ میاں عبدالحئی مرحوم (سابق مبلغ انڈونیشیا) کے حالات زندگی قلم بند کرنے کی سعادت حاصل کر رہی ہوں تاکہ ان کا نمونہ ہمارے لئے، ہماری نسلوں کے لئے اور قارئین کے لئے قابل تقلید ہو۔

تعارف

میری والدہ 1931ء میں راولپنڈی میں پیدا ہوئیں۔ آپ نے قادیان کے پاکیزہ ماحول میں پرورش پائی اور وہیں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ آپ کے دادا ملک نور الدین صاحبؓ اور والد ملک عزیز احمد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ میں سے تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعا کا ایک معجزہ

آپ کے والد ملک عزیز احمدؓ کا واقعہ اس طرح ہے کہ ایک دفعہ ان کے گھر کسی بیماری کی وجہ سے بہت سے افراد وفات پا گئے۔ ان کی والدہ (یعنی ملک عزیز احمدؓ کی والدہ) نے حضرت مولوی حکیم نورالدینؓ کو بچے کی حالت بتائی۔ مولوی صاحب فوراً ہی ان کو دیکھنے کے لئے گھر تشریف لائے اور

فرمایا کہ بچے کے بچنے کے امکان بہت کم ہیں صرف دعا ہی بچا سکتی ہے۔ اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دعا کی درخواست کی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ ابھی جا کر بچے کو دیکھ لیتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان کے گھر تشریف لے گئے اور بچے کے ماتھے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا کہ یہ بچہ ٹھیک ہو جائے گا اور لمبی عمر پائے گا۔ چنانچہ یہ حضرتِ اقدس کی دعا کا ہی معجزہ تھا کہ یہ بچہ ٹھیک ہو گیا اور 70 سال تک عمر پائی۔ (اس واقعہ کا ذکر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ العزیز نے میرے ماموں ملک سلیم احمد کی وفات کے ذکر میں اپنے ارشاد فرمودہ خطبہ جمعہ 9 اکتوبر 2020ء میں بیان فرمایا تھا)۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

ابتدائی زندگی

میری والدہ نے قادیان کے پاکیزہ ماحول میں پرورش پائی۔ آپ کا گھر حضرت مرزا شریف احمدؓ کے پڑوس میں تھا۔ امی بتایا کرتی تھیں کہ حضرت مرزا شریف احمدؓ ان کے ساتھ بہت شفقت کا سلوک کرتے اور ہمسائیگی کا پورا حق ادا کرتے تھے۔ آپ کے باغ میں بہت سے پھلوں کے درخت اور پھول تھے اس لئے میری والدہ بچپن میں ان کے گھر کو پھولوں والا گھر کہا کرتی تھیں۔ قادیان میں میری امی کو حضرت اماں جانؓ کی قریبی صحبت سے فیضیاب ہونے کا موقعہ بھی ملا۔ حضرت اماں جانؓ کئی مرتبہ آپ کے گھر تشریف لاتیں تو امی ان کے پاؤں دبایا کرتیں۔ اس طرح ان کی خدمت کی توفیق بھی ملتی اور اماں جانؓ کی قیمتی نصائح اور دعاؤں سے فیضیاب ہونے کا موقع بھی ملتا۔ امی بتاتی تھیں کہ ایک دفعہ ان کے بھائی کو بچپن میں لقوہ ہو گیا۔ حضرت اماں جانؓ کو علم ہوا تو کچھ کبوتر لائیں اور میری نانی اماں سے فرمایا کہ کبوتر کا سوپ بنا کر بچے کو دو جلد افاقہ ہو گا چنانچہ کچھ دن میں ہی وہ مکمل شفایاب ہو گئے۔

قادیان سے ہجرت

1947ء میں جب تقسیمِ پاک و ہند ہوئی تو بہت سے احمدیوں کو قادیان سے ہجرت کر کے پاکستان آنا پڑا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ہدایت پر میری امی، ان کی والدہ اور دو بھائی حضرت مرزا شریف احمدؓ کے کونوائے کے ساتھ قادیان سے لاہور کے سفر کے لئے روانہ ہوئے۔ گو کہ یہ سفر چند گھنٹوں میں طے ہو جاتا تھا لیکن جگہ جگہ دشمن کی پیدا کی ہوئی رکاوٹوں کی وجہ سے یہ قافلہ تقریباً 10 گھنٹے میں لاہور پہنچا۔ امی اس سفر کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کرتی تھیں کہ راستے میں جگہ جگہ لوگوں کی لاشیں نظر آتی تھیں اور ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے خون کی ندیاں بہ رہی ہوں۔ میری نانی اماں گرمی کی شدت اور غم کی وجہ سے بار بار بیہوش ہو جاتیں تو امی تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد ان کے منہ میں پانی کے قطرے ڈالتی جاتیں۔

جب مہاجرین کے یہ قافلے لاہور پہنچے تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ہدایت کے مطابق لاہور میں کیمپس لگائے گئے جہاں مہاجرین کی ابتدائی ضروریات اور کھانے پینے کا انتظام ہوتا تھا۔ میری والدہ کو ان کیمپس میں ڈیوٹی کرنے کا بھی موقعہ ملا۔ امی بتایا کرتی تھیں کہ حضورؓ ڈیوٹی کرنے والی ممبرات کے ساتھ کبھی کبھی بیٹھ کر کھانا بھی تناول فرماتے ان کا حال دریافت کرتے اور دلجوئی کرتے تھے۔

شادی اور انڈونیشیا میں تبادلہ

1956ء میں میرے نانا جان کو معدے کے کینسر کا مرض لاحق ہو گیا اور ڈاکٹرز نے اسے لاعلاج قرار دے دیا۔ میرے نانا جان نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے درخواست کی کہ میری زندگی کا اب کوئی بھروسہ نہیں۔ میں اپنی بیٹی کو آپؓ کے سپرد کرتا ہوں۔ آپؓ جہاں پسند کریں اس کا رشتہ کر دیں. میری امی نے اپنے والدین سے یہ وعدہ کیا کہ حضورؓ جہاں بھی فرمائیں گے میں وہاں رشتہ کر لوں گی۔ حضورؓ نے میرے ابا

میاں عبدالحئ کے ساتھ رشتہ تجویز فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ پہلے ایک دوسرے کو دیکھ لیں۔ میرے ابا جان اس وقت انڈونیشیا میں مبلغ کی حیثیت سے خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ نانا جان کی بیماری کی وجہ سے حضورؓ خود میری امی کے ولی بنے اور ان کا نکاح پڑھایا۔ شادی کے بعد میری والدہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ دیکھو تمہاری شادی ایک واقفِ زندگی سے ہوئی ہے اور تم انڈونیشیا جارہی ہو۔ اب تمہیں ہر طرح کی قربانی کے لیے تیار ہونا ہو گا۔ اب یہ نہ سوچنا کہ تم پاکستان جلدی واپس آؤ گی۔ ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک لمبے عرصے کے لئے وہاں رہنا پڑے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اب تمہاری قبریں بھی وہاں ہی ہوں۔ اس وقت گو کہ میرے نانا جان بستر مرگ پر تھے اور پھر پردیس جانے اور واپس نہ آنے کے بارے میں سوچ کر میری امی کو ایک بہت بڑی قربانی کے لئے تیار ہونا تھا لیکن میری امی نے حضورؓ کی اس نصیحت پر پوری طرح عمل کیا اور حضورؓ کے ساتھ کئے اس وعدے کو بے حد صبر واستقامت سے نبھایا اور ہر حال میں میرے ابا کا ساتھ دیا۔ میرے ابا جان خود بھی امی کو خوش رکھنے کی پوری کوشش کرتے اور امی کی قربانیوں کی بھی بہت قدر کرتے۔

میری امی ایک بہت خوشحال گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں اور گھر میں سب کی لاڈلی بھی بہت تھیں۔ آپ کو شادی پر 50 تولہ سونے کا زیور ملا۔ جس میں سے تین چوتھائی آپ نے اللہ کے راستے میں خرچ کر دیا۔ جب بھی کوئی جماعت کی طرف سے تحریک ہوتی تو آپ سب سے پہلے اپنا زیور پیش کرتیں۔ ابا جان میری امی کی ان قربانیوں کی بہت قدر کرتے تھے اور ان سے کہا کرتے تھے کہ اللہ آپ کی ان قربانیوں کا بہت اجر دے گا اور آپ کو بہت سے انعامات سے نوازے گا۔

شادی کے بعد میری امی 15 سال انڈونیشیا رہیں۔ اللہ نے آپ کو 2 بیٹے اور 4 بیٹیاں عطا کیں۔ شروع میں پردیس، نئی زبان، نئے لوگ اور مالی تنگی کی وجہ سے بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا لیکن میری امی نے کمال صبر کے ساتھ ان مشکلات کا مقابلہ کیا کبھی ناشکری نہیں کی اور ہر حال میں اللہ کی رضا پر راضی رہیں۔ میرے ابا جان نے آپ کو خود انڈونیشین زبان سکھائی اور آپ نے بہت کم عرصے میں یہ زبان سیکھ کر مہارت حاصل کرلی جس کی وجہ سے انڈونیشین لجنہ کے ساتھ تعلقات میں بہت آسانی ہوگئی اور بہت محبت کا تعلق قائم ہوگیا۔

تبلیغی ضرورتوں کے پیشِ نظر ابا جان کا تبادلہ انڈونیشیا کے مختلف علاقوں میں ہوتا رہتا۔ بعض اوقات میرے ابا کو اپنے اہل وعیال کو چھوڑ کر تبلیغی دوروں پر جانا پڑتا۔ اس ضمن میں میری امی ایک ایمان افروز واقعہ کا ذکر کیا کرتی تھیں تاکہ ان کے بچوں میں اللہ کی محبت بڑھے اور اس پر توکل مضبوط ہو۔ یہ واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ ایک دفعہ میرے ابا کو تبلیغی دورے کے سلسلے میں کسی دوسرے علاقہ میں جانا پڑا۔ میرے ابا نے جانے سے پہلے امی سے کہا کہ میں اللہ کے کام کے لئے جارہا ہوں اور آپ کو اور اپنے بچوں کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں اگر کچھ بھی مانگنا ہو تو بس خدا سے مانگنا وہ آپ کی مدد کرے گا۔ امی جان بتاتی تھیں کہ ابا کے جانے کے بعد ان کے تینوں بچے سخت بیمار پڑ گئے۔ میری امی بتاتی تھیں کہ وہ بالکل بیابان جگہ تھی آس پاس کوئی جاننے والا بھی نہیں تھا۔ امی کو ابا جان کی جانے سے پہلے کی نصیحت یاد آئی اور امی نے پوری رات خدا سے گڑگڑا کر دعا کی۔ صبح ہوئی تو دروازے پر دستک ہوئی، کیا دیکھتی ہیں کہ ایک نومبائع لجنہ اپنی کار میں آئیں اور امی کا دریافت کیا امی نے جواب دیا کہ میں تو ٹھیک ہوں لیکن میرے تینوں بچے بہت بیمار ہیں تو وہ خاتون اپنی کار میں بٹھا کر امی اور بچوں کو ڈاکٹر کے پاس لے گئیں دوائیاں خریدیں اور جانے سے پہلے بہت سی رقم امی کے ہاتھ میں دی۔ امی نے لینے سے انکار کیا اور کہا کہ آپ کا یہ احسان ہی بہت ہے کہ آپ میرے بچوں کو ڈاکٹر کے پاس لے گئیں اور ان کا علاج ہو گیا تو اس پر ان خاتون نے جواب دیا کہ احسان کیسا یہ تو اللہ نے مجھے کشفی حالت میں یہ بتایا تھا کہ ابو حیٔ (مسز حیٔ) کے پاس جاؤ یہ تو اللہ کی طرف سے ہے اس لئے آپ اس کا انکار نہ کریں۔ امی ہمیں یہ واقعہ سناتیں تو ان کا دل بھر آتا اور کہتیں کہ دیکھو خدا نے کیسے

میری دعا کو سنتے ہوئے اس خاتون کو سبب بنایا۔ اس واقعہ کے بعد میری امی کا اللہ پر توکل اور بھی مضبوط ہو گیا اور ہمیں بھی یہی نصیحت کرتیں کہ دعا کرو اور اللہ پر توکل کرو وہ ضرور تمہاری مدد کرے گا۔

ربوہ میں رہائش اور جماعتی ذمہ داریاں

1971ء میں میری امی اپنے بچوں کے ہمراہ ربوہ آکر رہائش پذیر ہوئیں۔ ان کے ربوہ آنے کا مقصد یہ تھا کہ ان کے بچے خلیفۂ وقت کے قریب ہوں اور ربوہ کے پاکیزہ ماحول میں ان کی پرورش ہو۔ ابا جان کی غیر موجودگی میں اپنے بچوں کی تربیت کی ذمہ داری کو پوری طرح ادا کیا۔ آپ بہت محنتی، سلیقہ شعار اور کفایت شعار تھیں۔ تھوڑی آمدنی میں گھر کا خرچہ بڑی کفایت شعاری سے چلاتیں۔ آپ نے گھر کو بہت خوبصورتی سے سجایا ہوا تھا۔ پرانی چیزوں کو recycle کر کے نئی چیز بنانا آپ کا مشغلہ تھا۔ سلائی، کڑھائی اور نٹنگ میں بھی کمال حاصل تھا۔ امی کی انہی خوبیوں کو دیکھتے ہوئے حضرت چھوٹی آپا (حضرت مریم صدیقہؒ) نے آپ کو سیکریٹری نمائش مقامی کے طور پر منتخب کیا۔ اور کئی سال آپ کو حضرت چھوٹی آپا اور حضرت بی بی ناصرہ کے زیر نگرانی یہ خدمت کرنے کی توفیق ملتی رہی۔ وہ آپ کے سلیقے کی بہت تعریف کیا کرتی تھیں۔
1974ء میں جب پاکستان میں احمدیوں کے خلاف فسادات ہوئے اور بہت سے احمدیوں کو گھر سے بے گھر ہونا پڑا تو آپ نے حضرت بی بی ناصرہ بیگم کی ہدایت پر گھر پر خود رضائیاں بنائیں اور احمدیوں میں تقسیم کیں۔ آپ کو دس سال حلقہ دارالصدر جنوبی کی صدر کی حیثیت سے خدمات کرنے کی توفیق ملی۔ اور 17 سال تک ہمارے گھر میں باقاعدگی سے لجنہ کے پروگرام ہوتے رہے۔ میری امی بڑے شوق سے اجلاس سے پہلے تیاری کرتیں۔ گرمیوں میں اجلاس سے پہلے صحن میں پانی کا چھڑکاؤ کیا جاتا اس طرح ٹھنڈے پانی کے کولر کا بھی انتظام کیا جاتا اور اپنے بچوں کو بھی اپنے ساتھ اس کام میں شریک کرتیں۔ رمضان کے مہینے میں لجنہ کے لیے روزانہ درسِ تفسیرِ کبیر کا انتظام بھی ہمارے گھر پر ہوتا۔ میری امی اس بات کو اپنی خوش قسمتی سمجھتیں اور کہتیں کہ جس گھر میں خدا کا ذکر ہو اس میں بہت برکتیں ہوتی ہیں۔

بچوں کی تربیت

امی اپنے بچوں کے تربیتی پہلو پر گہری نظر رکھتیں۔ ہماری سہیلیوں کو اپنے گھر بلایا کرتی تھیں تاکہ خود دیکھ سکیں کہ ہماری صحبت کیسی ہے۔ کبھی گڑیوں کی شادی کے بہانے ہماری سہیلیوں کو گھر بلایا کرتیں اور ان کے لیے اچھے کھانے پکاتیں۔ گڑیوں کے کپڑے خود سیتیں اور بڑی دلچسپی سے شامل ہوتیں۔ میرے بڑے بھائی کو جب انجینیرنگ یونیورسٹی لاہور میں داخلہ ملا تو خود لاہور گئیں اور اس کے ہوسٹل میں جاکر room mates سے ملیں اور جب پوری تسلی ہو گئی کہ اچھے دوست ہیں اور کمرے میں باجماعت نماز کا انتظام بھی ہے تو واپس ربوہ آئیں۔
امی نے اپنے نمونے سے اپنے بچوں کی تربیت کی۔ امی کی ایک بہت بڑی خوبی نظم و ضبط اور وقت کی پابندی تھی۔ خود بھی محنت کی اور اپنے ساتھ اپنے بچوں کو بھی محنت کی عادت ڈالی۔ جماعتی مصروفیات کے باوجود گھر، بچوں اور شوہر کی ذمہ داریاں پوری طرح نبھاتیں۔ کھانا ہمیشہ وقت پر تیار کرتیں اور ہم سب اکٹھے مل کر ایک وقت کھانا کھاتے۔
امی کی سیرت کا ایک نمایاں پہلو ان کی مہمان نوازی تھا۔ جس وقت بھی ہمارے گھر کوئی آتا تو ان کی خاطر و مدارت کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑتیں۔ ربوہ میں جلسے کے مہمانوں کے لیے ایک ماہ پہلے ہمارے گھر میں تیاریاں شروع ہو جاتیں۔ سارا فرنیچر کمروں سے نکال کر باہر رکھ دیا جاتا تاکہ زیادہ سے زیادہ مہمان رہ سکیں اور اس بات کا پورا خیال رکھا جاتا کہ مہمانوں کو کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ ہو۔ امی، ابا اور میری بڑی بہنوں اور بھائی کی Indonesian Delegation کے ساتھ صبح سے رات تک ترجمانی کی ڈیوٹی بھی ہوتی۔ بعض دفعہ رات کو دیر سے آتے اور اتنے

مہمان ہوتے کے کہیں سونے کی جگہ نہ ملتی تو کبھی کچن یا سٹور روم میں سونا پڑتا۔ ایسی بات پر کبھی پریشان نہ ہوتیں اور ہمیں بھی یہی سمجھاتیں کہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مہمان ہیں اگر کسی وجہ سے بھی کوئی تنگی برداشت کرنی پڑے تو اسے اپنی خوش قسمتی سمجھو۔

میری امی کا خلافت کے ساتھ وابستگی کا گہرا تعلق تھا۔ میری امی نے اپنی زندگی میں چار خلفاء کا زمانہ دیکھا۔ ہر خلیفہ کے ساتھ بے حد محبت اور عقیدت کا تعلق تھا۔ خلیفۂ وقت جو بھی نصیحت فرماتے اس کی اطاعت کرتیں۔

پاکستان سے جب بھی میرے پاس UK آتیں تو سب سے پہلے مجھے کہتیں کہ حضورؒ سے میری ملاقات بک کروادو۔ مجھے بھی یاد کرواتی رہتیں کہ حضورؒ سے ملاقات کرو اور کہتیں کہ آپ لوگ تو خوش نصیب ہیں کہ خلیفۂ وقت آپ کے پاس ہیں اس لیے اس نعمت سے پوری طرح فائدہ اٹھاؤ۔ حضورؒ کی خدمت میں خط لکھنے کے بارے میں بھی یاد دہانی کرواتی رہتیں۔ جب تک خود تندرست تھیں تو بڑی باقاعدگی سے خود حضورؒ کی خدمت میں خط لکھتیں جب آخری ایام میں بیمار ہوئیں اور خود خط لکھنے سے قاصر ہو گئیں تو اپنے کسی بچے سے کہہ کر لکھوا لیتیں۔ جب حضورؒ کے خط کا جواب آتا تو بہت خوش ہو جاتیں اور کہتیں کہ حضورؒ دعا کرتے ہیں تو مجھے طاقت مل جاتی ہے۔

آپ کو قران کریم سے خاص شغف تھا۔ روزانہ بڑی خوش الحانی سے قران کریم کی تلاوت کرتیں۔ بچوں کی تربیت کے ضمن میں مجھے یہ نصیحت کرتی تھیں کہ ان کی دینی تعلیم کی طرف زیادہ توجہ دو، دنیاوی تعلیم خود ہی سیکھ جائیں گے۔

آپ بہت کم گو، خوش اخلاق اور ملنسار تھیں۔ غیر ضروری باتوں میں اپنا وقت ضائع نہیں کرتی تھیں۔ لمبی تقریریں کرنے کی بجائے مختصر اور پر اثر بات کرتیں۔ غریبوں کی مدد اور صدقات کی ادائیگی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتیں۔

میری امی کو خاندانِ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بے پناہ محبت تھی۔ خواتینِ مبارکہ حضرت نواب مبارکہؓ، حضرت نواب امۃ الحفیظؓ، حضرت مریم صدیقہؓ، بی بی امۃ النصیر صاحبہ، بی بی امۃ الحکیم صاحبہ کی خدمت میں کسی نہ کسی بہانے، کبھی لجنہ کے کاموں کے بہانے اور کبھی ذاتی دعا کے لیے عرض کرنے کے سلسلے میں حاضر ہوتی رہتیں اور اپنے بچوں میں سے کسی ایک کو باری باری ساتھ لے کر جاتیں۔ ان مبارک ہستیوں نے بھی میری امی کے ساتھ بہت محبت و شفقت کا سلوک کیا۔ اور کئی مرتبہ ہمارے گھر بھی تشریف لاتیں اور اپنی قیمتی نصائح سے مستفید فرماتیں۔

اپنی والدہ کی زندگی کے چند مختصر پہلوؤں کا ذکر کرنے کے بعد خاکسار دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے درجات کے بلند کرے اور ہمیں ان کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

یہاں میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ان مبارک الفاظ پر اس مضمون کا اختتام کرتی ہوں:

"جن خاندانوں میں مائیں نیک ہوں، نمازیں پڑھنے میں باقاعدہ ہوں، نظام جماعت کی اطاعت کرنے والی ہوں، اجلاسوں اجتماعوں وغیرہ میں باقاعدہ شامل ہونے والی ہوں۔ ہر قسم کے تربیتی پروگراموں میں اپنے کاموں کا حرج کر کے حصہ لینے والی ہوں۔ نظام جماعت کی پوری طرح اطاعت گذار ہوں اور سب سے بڑھ کر اپنے بچوں کے لیے دعائیں کرنے والی ہوں تو ایسے گھروں کے بچے عموماً دین کی طرف رغبت رکھنے والے ہوتے ہیں اور ماں باپ کے بھی اطاعت گزار ہوتے ہیں اس لیے سب سے اہم اور ضروری چیز ہے کہ ماں باپ خود اپنے بچوں کے لیے نمونہ بنیں۔"

(ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بموقع جلسہ سالانہ برطانیہ 2003 مستورات سے خطاب)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں ایسی مائیں بنائے جو اپنے بچوں کے لیے نیک نمونہ ہوں۔ آمین۔

النصرت کی کہانی میری زبانی

(سیّدہ ثریا صادق، لندن)

1972ء میں مرکزی لجنہ اماء اللہ کے پچاس سال مکمل ہونے کے وقت لجنہ اماء اللہ انگلستان کی تعداد بھی کافی بڑھ گئی تھی اور لجنہ کی ممبرات کے لیے ایک لوکل رسالہ کی ضرورت اور اہمیت ایک عرصہ سے محسوس کی جارہی تھی۔ جو ممبرات لجنہ اماء اللہ انگلستان اور ناصرات الاحمدیہ کی علمی، تعلیمی اور تربیتی امور کا ضامن بن سکے، ہماری نسلوں کے لئے مؤثر ثابت ہو سکے۔ یورپ میں پھیلی ہوئی بے حیائی اور بے مذہبی کے ماحول کو ہمارے گھروں سے دور رکھ سکے اور خلافت احمدیہ کی جانب سے ملنے والے حیات افزا پیغامات کو ہر گھر میں پہنچا سکے۔

یہ لجنہ اماء اللہ کا پہلا رسالہ تھا جو انگلستان سے شائع کیا جانے والا تھا۔ چنانچہ لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی پچاسویں سالگرہ کی خوش کُن تقریب کے موقع پر لجنہ اماء اللہ لندن نے اپنی مجلس عاملہ میں، جو غالباً فروری 1973ء تھی، کثرت رائے سے یہ فیصلہ کیا کہ لجنہ لندن کو انگلش اور اردو دونوں زبانوں میں ایک سہ ماہی رسالہ جاری کرنا چاہیئے۔ انگلش حصّہ کا نام ’’لجنہ ریویو‘‘ اور اردو حصّہ کا نام ’’الصدیقہ‘‘ قرار پایا۔ انگلش حصّہ کی ایڈیٹر عاجزہ سیّدہ ثریا صادق اور اردو حصّہ کی مدیرہ محترمہ طیبہ شہناز کریم صاحبہ مقرر کی گئیں۔

اس عاجزہ کو ایڈیٹر ’’لجنہ ریویو‘‘ کے علاوہ مینیجنگ ایڈیٹر کی ذمہ داریاں یعنی ٹائپنگ، پروف ریڈنگ، رسالہ کی سیٹنگ، پرنٹنگ اور ترسیل کی ذمہ داریاں بھی سونپی گئیں۔ عاجزہ بہت گھبرائی کہ میں اتنی ساری ذمہ داریاں کیسے نبھا سکتی ہوں۔ بہت دعائیں کیں۔ صدر لجنہ لندن محترمہ امتہ الحفیظ سلام صاحبہ مرحومہ کو فون کیا کہ اتنے محدود وسائل سے اشاعت رسالہ کا کام کیسے ممکن ہے۔ انہوں نے تسلی دی کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ابواب کھول دے گا، وسیلے پیدا کر دے گا اور ان شاء اللہ سب مراحل آسان کر دے گا۔ چنانچہ صدر صاحبہ نے رسالہ کی اشاعت کی اطلاع محترم مکرم بشیر احمد رفیق صاحب امام مسجد لندن (مرحوم) کو دی اور حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب مرحوم کو بھی اس سلسلہ میں دُعا کی درخواست کے لئے خط لکھا گیا۔ ان دونوں کے لجنہ کے نام موصول شدہ پیغامات قارئین کے لئے اس مضمون کے آخر میں پیش کیے گئے ہیں۔

رسالہ کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے جب رسالہ جاری کرنے کا فیصلہ ہو گیا تو ظاہر ہے کچھ لکھنے والوں کی ضرورت بھی تھی۔ اس کے لئے ہم دونوں یعنی مدیرہ اردو اور عاجزہ مدیرہ انگلش سیکشن نے ان تھک کوشش کی، خطوط ارسال کیے، فون کئے، فون کرنا بھی اُن دنوں آسان نہ تھا۔ فون فری نہ تھا۔ بہت بڑے بڑے بل ادا کرنے پڑتے تھے۔

بہنوں کو لکھنے کے لئے بارہا بے شمار راہوں کی طرف توجہ دلائی گئی کہ اپنے اسلاف کے بارہ میں لکھیں کہ وہ کس طرح آنحضرت ﷺ اور مسیح الزمان کے جذبۂ محبت میں سرشار تھے۔ ایسے جذبات کو بیان کرنا آئندہ نسلوں کے لئے مشعلِ راہ ثابت ہو گا۔ اُن کی قربانیاں، اُن کے کارنامے، راہِ خدا میں حقیر سے حقیر نذرانے بھی بصد خوشی اور دلی چاہت سے پیش کرنا جیسا کہ ہماری نانیوں دادیوں نے اپنی ایک ایک چاندی کی انگوٹھی پیش کر کے ثواب دارین حاصل کیا۔ ایک دیے سے سینکڑوں دیے روشن کیے جاسکتے ہیں۔ اپنے آباؤ اجداد کی قربانیوں کو منظر عام پر لانا بہت عظیم اور قابلِ فخر بات ہے۔ بہت کہا کہ جو جو معجزات اور نشانات ہمارے بزرگوں نے دیکھے اور ہم اُن کے بارہ میں اپنے گھروں میں سنتے آئے ہیں، اُنہیں آسان الفاظ میں قلم بند کر کے ہمیں بھیجیں۔ کسی بھی جماعتی شخصیت کے بارہ میں کچھ لکھیں۔ عزیز و اقارب کی حسین یادوں پر قلم اُٹھائیں۔ کوئی بھولا بسرہ تاریخی واقعہ جس کے بارہ میں آپ معلومات حاصل کرنا چاہتی ہیں ہم سے پوچھیں۔ کچھ معیاری لطیفے آتے ہوں تو ہمیں لکھیں۔ کوئی مزاحیہ شعر کہیں سے پڑھے ہوں تو ہمیں بھیجیں۔ روزمرہ کی زندگی میں ہی کچھ دلچسپ واقعات سے انسان دوچار ہوتا رہتا ہے جن سے طبیعت پر خوشگوار اثر ہوتا ہے وہی لکھیں۔ ہم ہر لحہ منتظر رہیں گے۔ اور یہ کہ رسالہ الصدیقہ انگلش اور اردو دونوں زبانوں میں شائع کیا جائے گا۔ جس زبان میں بھی آپ سہولت سے لکھ سکیں ہمیں لکھ کر بھیج دیں۔

بہر حال وہ کون سی راہ تھی جس کی طرف ہم دونوں نے قارئین کو توجہ نہ دلائی ہو اور لکھنے والوں کے جذبات کو نہ اُبھارا ہو۔ محترمہ صدر امتہ الحفیظ سلام صاحبہ نے خود بھی ممبرات کو اجلاسوں میں، فون پر اور خطوط کے ذریعہ توجہ دلائی۔ رسالہ کی قیمت بھی زیادہ نہ تھی۔ صرف دس پینس ایک پرچہ کی قیمت تھی لیکن اس کے لئے جو محنت کرنی پڑتی اس کے بارہ میں کچھ یہاں عرض کر دیا جائے تو بے جانہ ہو گا۔ ہمیں کوئی خاص سہولت حاصل نہ تھی کاغذ، قلم، پنسل، ربڑ، کاربن پیپر، Tipex غرضیکہ جس بھی چھوٹی بڑی چیز کی ضرورت ہوتی، مدیران اردو اور انگلش خود ہی مہیا کر لیتی تھیں۔

کوئی ٹائپ رائٹر نہ تھا، کوئی پرنٹر نہ تھا، کمپیوٹر، ای میل وغیرہ ابھی ایجاد نہ ہوئے تھے۔ مدیرہ اردو بہت کاوشوں اور محنت سے اپنے ہاتھ سے لکھ کر اردو حصہ کی کتابت سرانجام دیتیں۔ اور انگلش حصہ کے لئے جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا وہ اس سے کہیں زیادہ بڑھ کر تھا۔ انگلش حصہ کے لئے سب سے پہلے تو ٹائپنگ کا مسئلہ درپیش تھا۔ جہاں تک ممکن تھا ہر ایک سے دریافت کیا کہ اگر کسی کے پاس ٹائپ رائٹر ہو جو رسالہ کے مضامین ٹائپ کرنے کے لئے استعمال کیا جاسکے۔ لیکن کسی بھی جانب سے کوئی خوش کن جواب نہ ملا۔

عاجزہ اُن دنوں ایک کمپنی میں ملازم تھی۔ کمپنی کے مختلف خطوط اور اشتہارات جو ٹائپ ہو کر آتے ان کی پروف ریڈنگ اور ایڈیٹنگ کرتی تھی۔ لیکن براہ راست ٹائپ رائٹر اور ٹائپسٹ سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ بلکہ یہ ڈیپارٹمنٹ ہی مختلف تھا۔ انہی دنوں ایک دفعہ اس عاجزہ کو مینیجر صاحب نے بلایا اور اپنی ایک ذاتی دستاویز کو مجھے پروف ریڈ اور ایڈٹ کرنے کو کہا۔ عاجزہ نے بھی موقع کو غنیمت جان کر ان سے درخواست کی کہ اگر وہ اجازت دیں تو کام سے چھٹی کے بعد ٹائپ روم کا ٹائپ رائٹر استعمال کر سکوں۔ اور یہ کہ کاغذ اور کاربن میں اپنا استعمال کروں گی۔ انہوں نے مجھے بخوشی اجازت دے دی۔ اب مسئلہ یہ تھا کہ عاجزہ کو نہ

تو ٹائپ رائٹر استعمال کرنا آتا تھا اور نہ ہی ٹائپنگ آتی تھی۔ پورا ہفتہ تو صرف اس تگ ودو میں گزرا کہ کس طرح ٹائپ رائٹر میں کاربن اور کاغذ ایڈجسٹ کرنا ہے۔ حاشیہ کیسے سیٹ کرنا ہے اور لائن کیسے بدلنی ہے۔ اس کے بعد دو تین ہفتے انگریزی حروف کے بورڈ کے تعین کو پہچاننے میں لگ گئے پھر ایک انگلی سے ٹائپ کرنے کی کوشش شروع کی۔ اپنی طرف سے حروف کو دیکھ کر ہی دباتی تھی لیکن اکثر دفعہ انگلی غلط حرف پر پڑ جاتی جس کی وجہ سے کاغذ بدلنا پڑتا اور پھر از سرے نو دوبارہ کام شروع ہوتا۔ اس طرح جو کام ایک ٹائپسٹ دس منٹ میں کر سکتی تھی اس عاجزہ کو چار پانچ گھنٹے لگ جاتے۔ آخر کار محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ مسئلہ گو اتنا تسلی بخش نہ سہی مگر حل ہو گیا۔

مجلس عاملہ کے فیصلہ کے مطابق لجنہ ریویو / الصدیقہ 200 کی تعداد میں شائع کرنا قرار پایا۔ دو تین پرنٹنگ کمپنیوں سے رسالہ کے چھپوانے کی بات کی تو پتہ چلا کہ یہ تو کافی مہنگا کام ہے۔ اور لجنہ کے وسائل محدود ہیں۔ عاجزہ کے آفس میں ایک فوٹو کاپئیر تھا۔ اس کو استعمال کرنے کی اجازت بھی مینیجر صاحب سے ہی لینی پڑی۔ تمام تر کاغذ اور فوٹو کاپئیر کی سیاہی کا انتظام بھی اس عاجزہ کو خود کرنے کی توفیق ملی۔ فوٹو کاپئیر میں ایک بار میں ایک ہی صفحہ کاپی کیا جا سکتا تھا۔ فوٹو کاپئیر چند کاپیاں کرنے کے بعد گرم ہو جایا کرتا تھا اور اس طرح کام دوسرے دن پر ملتوی ہو جاتا۔ لجنہ اماء اللہ کے رسالہ کا پہلا شمارہ پرنٹ کرنے میں کتنے ہفتے لگے اس کا اندازہ قارئین خود لگا سکتے ہیں۔
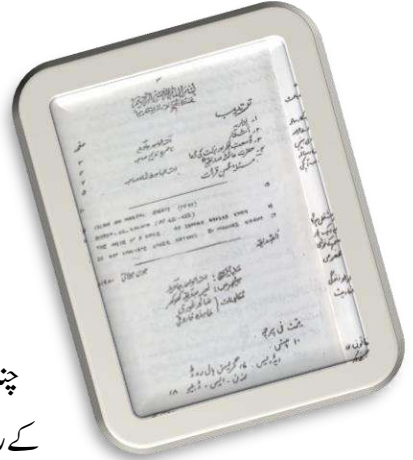
بہر حال اللہ تعالیٰ نے ہماری دعاؤں کو قبول کیا اور رسالہ کی پرنٹنگ اور ترسیل کا مرحلہ بھی حل ہو گیا اگرچہ ہمیں گھنٹوں بیٹھ کر اپنے ہاتھوں سے پتہ جات لکھنے پڑے۔ اس سلسلہ میں محترمہ بی بی رقیبہ گلزار صاحبہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے پتہ جات لکھنے کی بھرپور توفیق عطا فرمائی اور وہ ہماری بہترین معاون ثابت ہوئیں۔ جلسہ سالانہ برطانیہ پر آئے ہوئے مہمانوں کے ہاتھ کچھ رسالے پاکستان، امریکہ اور انڈونیشیا بھی بھجوائے گئے۔ الحمدللہ۔

ہم دونوں نے اس چھوٹے سے ادبی رسالہ کو زندہ رکھنے کی بہت کوشش کی۔ دراصل لکھنا لکھانا ایک ایسا مشغلہ اور فن ہے جس کو اس کا شوق پیدا ہو جائے پھر اس سے علیحدگی مشکل ہو جاتی ہے۔ ادبی دنیا سے قدم باہر رکھنے کو جی نہیں چاہتا یہ عاجزہ اور میری ساتھی محترمہ طیبہ شہناز کریم صاحبہ اپنا اپنا کاسئہ شوق لے کر چلتے رہے کہ شاید کسی قاری کی توجہ اس طرف مبذول ہو جائے اور ہمیں اشاعت کے لئے کچھ مل جائے۔

یہ جریدہ بڑی مشکل اور بڑی تگ ودو کے ساتھ 1977ء تک جاری رہا۔ لیکن محدود وسائل اور قلمی تعاون نہ ملنے کی وجہ سے 30 جولائی 1977ء کو مجلس عاملہ کی میٹنگ میں صدر لجنہ لندن محترمہ امتہ الحفیظ سلام صاحبہ (مرحومہ) کو رسالہ جاری نہ رکھنے کی معذرت کرنی پڑی۔
اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم نے ایک بیج ضرور بو دیا جو اس وقت زرخیز مٹی نہ ملنے کی وجہ سے دبا رہا، سویا رہا۔ اور اپنی خوبصورت کونپلیں باہر نہ نکال سکا۔ لیکن یہ بھی سچ ہے اللہ تعالیٰ کے نام سے کی ہوئی محنت کبھی اکارت نہیں جاتی۔

آخر کچھ عرصہ بعد یہ بیج اُگا۔۔۔ الصدیقہ اور لجنہ ریویو کے نام سے نہ سہی، دیگر مختلف ناموں سے پھولنے پھلنے لگا۔۔۔ مجلس عاملہ لجنہ اماء اللہ لندن نے جنوری 1978ء میں لجنہ کا جریدہ "صدف" کے نام سے جاری کرنے کا فیصلہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے عاجزہ کو ایڈیٹر انگلش اور مینیجنگ ایڈیٹر کی ذمہ داری نبھانے کی توفیق بخشی۔ اور محترمہ آصفہ سعدی صاحبہ جو امتہ الحفیظ سلام صاحبہ مرحومہ کی بیٹی ہیں، کو میرا نائب مقرر کیا گیا۔

اردو سیکشن کی مدیرہ محترمہ نعیمہ صدیقہ کھوکھر صاحبہ کو منتخب کیا گیا۔ پہلے رسالہ کی طرح مدیرہ اردو سیکشن خود اپنے ہاتھ سے کتابت کر تیں اور یہ عاجزہ ایک انگلی سے ٹائپ کر کے انگلش سیکشن کو تیار کرتی۔ ہاں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک سہولت ہمیں یہ ملی کہ ہمیں مسجد فضل کا فوٹو کاپیئر استعمال کرنے کی اجازت مل گئی۔ لیکن تھا تو فوٹو کاپیئر ہی، اس لئے بار بار گرم ہو جاتا اور پھر دوسرے دن، تیسرے دن یا اس سے بھی زیادہ بار آ کر پرنٹنگ مکمل کرنی پڑتی۔ مسجد فضل کا فوٹو کاپیئر بار بار گرم ہو جانے کی وجہ سے خراب ہو جاتا تھا اور اُس کی مرمت میں اچھی خاصی رقم لگتی تھی۔
''صدف'' کے آٹھ شمارے شائع ہونے کے بعد پرنٹنگ کی سہولت نہ ہونے کی وجہ سے لجنہ کا یہ جریدہ، معذرت کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے، جاری نہ رہ سکا۔

ستمبر 1981ء کی مجلس شوریٰ نے کثرت رائے سے یہ فیصلہ کیا کہ لجنہ کے رسالے کا نام حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ صدر لجنہ مرکزیہ حرم خلیفتہ المسیح الثانیؓ کے نام پر ''الصدیقہ'' ہی ہونا چاہیئے۔ چنانچہ اب کی بار ہماری لجنہ کا جریدہ اپنے ایک نئے چہرے ''الصدیقہ'' کے نام سے پھر رونما ہوا۔ یہ رسالہ بھی انگلش اور اردو دونوں زبانوں میں شائع ہونا قرار پایا۔ اردو سیکشن کی مدیرہ محترمہ پروین رفیع صاحبہ اور اُن کی معاونہ حامدہ فارقی صاحبہ قرار پائیں۔ انگلش سیکشن کی ایڈیٹر محترمہ امتہ الواحد جاوید صاحبہ اور اُن کی معاونات میں محترمہ صالحہ لقمان صاحبہ اور عاجزہ ثریا صادق کو خدمت کی توفیق ملی۔ الحمدللہ

لجنہ اماء اللہ کے 70 سال مکمل ہونے کی تقریب کے موقع پر 1992ء میں مجلس شوریٰ کے فیصلہ کے مطابق لجنہ کے اس جریدہ کا نام حضرت مسیح موعودؑ کی حرم حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم (اماں جان) کے نام پر ''النصرت'' رکھنے کا فیصلہ کیا گیا۔

اور چونکہ اسی سال حضرت سیدہ آصفہ بیگم صاحبہ حرم سیّدنا حضرت خلیفتہ المسیح الرابعؒ کی وفات ہوئی تھی۔ جریدہ کے پہلے شمارہ کو حضرت آصفہ بیگم کے نمبر سے موسوم کیا گیا۔

اس عاجزہ کو انگلش سیکشن کی ایڈیٹر بننے کی اللہ تعالیٰ نے دوبارہ توفیق دی۔ اور معاونت اور ایڈیٹوریل بورڈ میں محترمہ ساجدہ حمید خان صاحبہ مرحومہ، محترمہ رونی رسول صاحبہ، محترمہ سارہ وسیم صاحبہ، محترمہ ثمینہ جمال صاحبہ اور محترمہ بشریٰ ایاز صاحبہ کو خدمت کرنے کی توفیق ملی۔

اردو سیکشن کی مدیرہ محترمہ طیبہ شہناز کریم صاحبہ اور اُن کی معاونات میں محترمہ نعیمہ صدیقہ کھوکھر صاحبہ، محترمہ طاہرہ روحی شاہ صاحبہ، محترمہ امتہ الباسط ایاز صاحبہ اور محترمہ فرحت رشید واکر صاحبہ کو خدمت کی توفیق ملی۔

الحمدللہ۔۔ اللہ تعالیٰ نے اس عاجزہ اور محترمہ طیبہ شہناز کریم صاحبہ کو ''النصرت'' اور اُس کے ساتھ علم و ادب کی خدمت کی توفیق عطا فرمائی۔ جو ہمیں حاصل نہ تھا وہ موجودہ زمانے کی لجنات اور مدیران کی کارکنان کو سب حاصل ہے۔ جس سے ''النصرت'' کی اشاعت کے کام خدا کے فضل سے احسن طریق پر انجام پا رہے ہیں۔ ہم نے تو ایک بیج بویا تھا جو اب خدا کے فضل و کرم سے ایک تناور درخت بن چکا ہے۔ الحمدللہ !

اب تو ''**النصرت**'' خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے خوب پھل پھول رہا ہے۔ شاید اس کے صفحہ پر ہماری کاوشوں کا ذکر بھی بغرضِ دُعا آ جائے۔ دعا ہے کہ مولیٰ کریم ''النصرت'' کا سلسلہ جاری و ساری رکھے۔ دن دوگنی رات چوگنی ترقی ہوتی رہے۔ آمین ثم آمین۔

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

محترم چوہدری ظفر اللہ خان صاحب اور محترم بشیر احمد رفیق صاحب کے پیغامات لجنہ کی پچاسویں سالگرہ کی خوش کُن تقریب پر بغرض دعا قارئین کے لئے درج ہیں۔

محترم چوہدری ظفراللہ خان صاحب مرحوم کا پیغام

بسم اللہ الرحمٰن الراحیم

مرکزی لجنہ اماء اللہ کی پچاسویں سالگرہ کی خوش کن تقریب پر یہ عاجز اپنی محترم بہنوں کی خدمت میں یہ ہدیہ تبریک پیش کرتا ہے اور محترمہ صدر صاحبہ لجنہ اماء اللہ لندن کے ارشاد کی تعمیل میں چند سطریں ان کی خدمت میں گزارش کرتا ہے۔ وباللہ التوفیق

مرد اور عورت کے باہمی تعلقات کا مسئلہ انسانی معاشرت کا بنیادی اور سب سے اہم مسئلہ ہے۔ قرآن کریم نے ان تعلقات کے استوار رکھنے اور انہیں ہر پہلو سے خیر وبرکت کا موجب بنانے کی غرض سے نہایت پُر حکمت تعلیم دی ہے اور بہت سے سنہری حروف واضح فرمائے ہیں۔ خاکسار ان میں سے ایک دو کے متعلق توجہ دینے کی درخواست کرتا ہے۔

مرد اور عورت کا وجود تکمیل انسانیت کے لئے ضروری ہے۔ اس لئے لازم ہوا کہ حیاتِ انسانی کے مقصد کے حصول کی خاطر دونوں کے درمیان تخالف، تقابل اور تصادم پیدا نہ ہونے دیا جائے اور ہر پہلو سے تعاون کو فروغ دیا جائے۔ اور اس کے لئے متواتر اللہ تعالیٰ سے توفیق طلب کی جائے۔ مرد اور عورت کے درمیان جو فرق اللہ تعالیٰ نے اپنی کامل حکمت کے تقاضے کے ماتحت رکھے ہیں ان کی ایک دوسرے کو قدر کرنی چاہئے اور ان کے فوائد اور حکمتوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے ان کے لئے اللہ تعالیٰ کا شکر گزار رہنا چاہئے۔ اور کسی وقت یہ خواہش دل کے کسی گوشے میں پیدا نہیں ہونی چاہئے کہ کاش مجھے وہ اختیار حاصل ہوتا جو جنس انسانی کے دوسرے نصف کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔ ایسا خیال اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی اور اس کی حکمت کی ناقدری اور اس پر حملہ ہے۔

وَلَا تَتَمَنَّوۡا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعۡضَكُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيۡبٌ مِّمَّا اكۡتَسَبُوۡا ؕ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيۡبٌ مِّمَّا اكۡتَسَبۡنَ ؕ وَسۡـئَلُوا اللّٰهَ مِنۡ فَضۡلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمًا

(سورۃ النساء آیت 33)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے بعض امور میں مرد کو عورت پر فضیلت دی ہے اور بعض میں عورت کو مرد پر۔ ہمیں چاہئے کہ ایک دوسرے پر رشک نہ کریں۔ اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو عطا فرمایا ہے اس کا نیک اور اعلیٰ سے اعلیٰ استعمال کر کے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنیں اور اگر کوئی کمی یا کمزوری محسوس کریں تو اللہ تعالیٰ کے فضل میں سے اسے دور کیے جانے کی التجا کریں۔ اللہ تعالیٰ کو ہر بات کا پورا پورا علم ہے۔

مرد اپنے خداداد قویٰ اور استعدادوں کا صحیح استعمال کرے گا تو اللہ تعالیٰ سے پورا اجر پائے گا۔ عورت اپنے خداد قویٰ اور استعدادوں کا صحیح استعمال کریگی تو اللہ سے پورا اجر پائے گی۔ دونوں میں سے کسی کا اجر اس وجہ سے کم نہیں رہے گا کہ اس کے قویٰ اور اُس کی استعدادیں دوسرے سے مختلف تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفۡسًا اِلَّا مَاۤ اٰتٰٮهَا (سورہ طلاق: 8 آیت) اللہ تعالیٰ کسی جان سے اس چیز کا مطالبہ نہیں کرتا جو اس نے عطا نہیں فرمائی۔ جو کچھ عطا فرمایا ہے اسی سے کچھ طلب فرمالیتا ہے اور جو اس نے طلب فرمایا وہ نیک نیتی سے اس کے سپرد کر دیا تو اجر قائم ہو گیا۔ اجر میں کمی اس وجہ سے نہیں ہو گی کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کو قویٰ دوسرے سے مختلف فرمائے تھے۔

اس زمانہ میں ایک قابل نفرت رَویہ چل پڑی ہے کہ مرد عورت کی نقل کرتا ہے اور عورت مرد کی نقل کرتی ہے۔ یہ بہت معیوب بات ہے جس سے پرہیز لازم ہے۔ ایک تو فطرت ہی اس کے خلاف احتجاج کرتی ہے۔ مثلاً فلاں مرد زنانہ ہے یا فلاں عورت کا طرز طریق مردانہ ہے طبیعت پر ایک ناگوار تاثر پیدا کرتا ہے۔ پھر رسول کریم ﷺ نے ایسے مردوں پر جو عورتوں کا لباس پہنیں اور ایسی عورتوں پر جو مردانہ لباس اختیار کریں لعنت کی ہے۔ مرد کو مردانگی ہی سجتی ہے اور عورت کے لئے نسائیت ہی موجب زینت ہے اور جائز فخر کا مقام ہے۔

ہماری بہنوں کو چاہئے کہ وہ اپنی اولاد کی تربیت میں ان اقدار کو ملحوظ رکھیں۔

فجزاء ھم اللہ خیراً

والسلام

خاکسار

ظفر اللہ خان۔30مارچ1973ء

محترم مکرم بشیر احمد رفیق صاحب مرحوم امام مسجد لندن کا پیغام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میرے لئے یہ امر بہت مسرت کا باعث ہے کہ لجنہ اماء اللہ لندن کی صدر صاحبہ مسز سلام اور اُن کی مجلس عاملہ نے ارادہ فرمایا ہے کہ لندن سے لجنہ کا ایک رسالہ جاری فرمائیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو نافع الناس بنائے۔ آمین

ہمارے بچے گلشن احمدیت کے خوبصورت پھول اور کلیاں ہیں۔ ان کی نگہداشت اور انکی تربیت ہی ہم سب کا اولین فرض ہے۔ یہ بچے ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت ہیں۔ ہمارے یہ بچے انشاء اللہ تعالیٰ کل احمدیت کے ستون بنیں گے۔ پس میری اپنی بہنوں سے یہ درخواست ہے کہ وہ احمدیت کے ان نونہالوں کی تربیت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں۔ ان کو احمدیت کے فدائی اور شیدائی بنائیں۔ ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے پاک رسول محمد ﷺ کی محبت پیدا کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو مقبول خدمت کی توفیق بخشے۔ آمین

والسّلام

خاکسار خادمِ احمدیت۔ بشیر احمد رفیق۔ امام مسجد لندن

رکھ پیشِ نظر وہ وقت بہن جب زندہ گاڑی جاتی تھی
گھر کی دیواریں روتی تھیں جب دنیا میں تو آتی تھی

(امتہ الرشید احمد۔ہنسلو)

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ

ترجمہ: پس (اے جن واِنس!) تم دونوں اپنے ربّ کی کس کس نعمت کا انکار کرو گے۔

(سورۃ الرحمٰن:14)

لا بشَيءٍ من نِعَمِكَ ربّنا نُكَذِّبُ فلكَ الحمد

ترجمہ: اے ہمارے رب ہم تیری کسی نعمت کو جھٹلانے والے نہیں، پس حمد تیرے لیے ہے۔

لجنہ اماء اللہ کے قیام کی اہمیت

25 دسمبر 1922ء کا دن لجنہ اماء اللہ کی تاریخ میں بہت اہمیت رکھتا ہے۔ یہ وہ بابرکت دن ہے جس میں حضرت مصلح موعود، خلیفتہ المسیح الثانیؓ نے احمدی مستورات کی تعلیمی اور تربیتی ضروریات کو پورا کرنے، اُن کی صلاحیتوں اور قابلیتوں کو بیدار کرنے اور دیگر عظیم ذمہ داریوں سے کماحقہ‘ عہدہ برا ہونے کے لیے ایک تنظیم قائم فرمائی، **جو لجنہ اماء اللہ کہلائی۔**

حضرت مصلح موعودؓ نے قادیان میں اس تحریک کی بنیاد رکھی تھی جس نے بعد میں ایک بین الاقوامی حیثیت اختیار کرلی۔ پہلے روز 14 ممبرات اس میں شامل ہوئیں بعد میں خدا کے فضل سے یہ تحریک پھیلتی گئی اور آج اللہ کے فضل سے لجنہ اماء اللہ، مسلم خواتین کی واحد تنظیم ہے جسے عالمگیر حیثیت حاصل ہے اور صد سالہ جشنِ تشکر منانے کی توفیق پا رہی ہے۔

قارئین! مجھے بھی اس بابرکت تنظیم کی ایک ادنیٰ ممبر ہونے کا شرف حاصل ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلِکُ۔ اور آج میں بھی شکرانِ نعمت کے طور پر اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور انعامات کے کچھ تاریخی واقعات اور کچھ حسین یادیں لے کر شرکت کر رہی ہوں۔

میرا نام امتہ الرشید ہے یہ بابرکت نام حضرت مصلح موعودؓ کا رکھا ہوا ہے۔ الحمد للہ۔ میرے خاندان میں احمدیت قبول کرنے کی توفیق میرے دادا حضرت میاں عبد الرحمٰن مرحوم کو ملی جنہوں نے سیالکوٹ میں 1904ء میں بیعت کی۔ آپ صحابی اور موصی تھے۔ آپ بہشتی مقبرہ قادیان میں مدفون ہیں۔ میرے نانا جان حضرت مولوی الف دین مرحوم کو اپنے چند دوستوں کے ساتھ چونڈہ کے مقام سے پیدل قادیان جا کر دستی بیعت کی سعادت ملی۔ آپ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے صحابی اور موصی تھے۔ اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہیں۔ میرے پیارے والدین عبد اللطیف لون اور والدہ زینب بیگم مرحوم پیدائشی احمدی تھے۔

مجھ پر اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی عنایت اور فضل تھا کہ میں نے ایسے گھرانہ میں جنم لیا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور احمدیت کا شیدائی تھا۔ اور انہوں نے یہی عقیدت اور پیار ہمارے دلوں میں ڈالا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک، اللہ تعالیٰ انہیں اجر عظیم سے نوازے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

تقسیمِ ہندوستان کی وجہ سے ہمارے خاندان کو قادیان سے ہجرت کرنا پڑی اور کچھ عرصہ پاکستان کے شہر سیالکوٹ میں رہائش کے بعد ربوہ کی سرزمین ہماری مستقل رہائش گاہ بنی۔ میں نے ابتدائی تعلیم احمدیہ سکول سیالکوٹ میں حاصل کی اور پھر ربوہ نصرت گرلز سکول سے میٹرک ، جامعہ نصرت سے بی۔اے اور پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ایم۔اے تک تعلیم حاصل کی۔

دینوی تعلیم کے ساتھ ساتھ ہماری دینی تعلیم پر بھی خاص توجہ دی جاتی رہی۔ میری خوش قسمتی تھی کہ مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے 4 خلفائے کرام کی زیارت کرنے، اُن سے ملنے اور اُن کی دعائیں حاصل کرنے کی سعادت ملی۔

تعلیم کے زمانے میں سکول سے حضرت مصلح موعودؓ کے درس القرآن، جو حضرت سیّدہ اُمِ متین صاحبہ کے گھر کے صحن میں ہوا کرتے تھے، سُننے کی سعادت بھی ملی۔ الحمد للہ۔ اور حضور انورؓ کی وفات کے موقعہ پر مستورات کی زیارت کے لیے جسدِ اطہر کے قریب ڈیوٹی دینے کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔

اللہ تعالیٰ ہماری پیاری چھوٹی آپا جانؒ کو جنت الفردوس میں بلند سے بلند درجات سے نوازے۔ آمین۔ یہ آپ کی شفقتیں اور خلوص ہی تھا جنہوں نے میری قدم قدم پر رہنمائی کی اور میرے اندر دینی کام کرنے کا شوق پیدا کیا۔ اور جماعت کی خدمت کرنے کا جذبہ اُجاگر کیا۔ میری زندگی کا کارواں اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھا کہ ایک نیا باب شروع ہو گیا اور میری شادی کی تیاری شروع ہو گئی۔ 30 مارچ 1967ء کو میرے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ازراہِ شفقت نکاح کا اعلان فرمایا تھا۔

ایک خطبۂ نکاح کا اعلان
فرمودہ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ

حضورؒ نے فرمایا:۔

عزیزہ امتہ الرشید مولوی عبد اللطیف صاحب کی دوسری بیٹی ہے مولوی عبد اللطیف صاحب میرے بچپن سے دوست ہیں، میرے ان سے ذاتی تعلقات ہیں۔ مجھے ان کی بچی اپنی بچیوں کی طرح عزیز ہے۔ عزیزم رفیق احمد صاحب ولایت میں رہتے ہیں اب شادی کے بعد بچی بھی ان کے ہمراہ انگلستان ہی جائے گی۔ ان شاء اللہ۔

انگلستان میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے صدہا احمدی دوست رہائش رکھتے ہیں ان کی وہاں پر اچھی آمدنی ہے دنیوی طور پر ان کی حالت اچھی ہے۔ ان تمام بھائیوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ اگرچہ وہ اپنے کاروبار کے سلسلہ میں اس ملک میں ہیں لیکن انگلستان والے ان سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ وہاں پر احمدیت کا نمونہ نظر آئیں۔ دوسرے ملکوں والے بھی وہاں کے احمدیوں پر اسی نظر سے نگاہ رکھتے ہیں۔ ہمارے بھائی چاہیں یا نہ چاہیں مگر حقیقت ہے کہ لوگ ان سے یہی توقع رکھتے ہیں کہ وہ اپنی زندگی میں **"اسلام اور احمدیت کی تعلیم کا عملی نمونہ"** پیش کریں اس زندگی کے بعد ایک ابدی زندگی ہے جس کی نعمتیں بھی ابدی ہیں وہ اپنی کمیّت اور کیفیت میں بے نظیر اور دائمی ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی ان لازوال نعمتوں کو حاصل کرنے کے لیے جدّوجہد کریں اور دعا کریں۔ انگلستان میں جیسا مَیں نے کہا ہے احباب کی خاصی تعداد ہے۔ **ان سب کو بھی چاہیے** کہ عزم کریں، جدّوجہد کریں اور دعائیں کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں خدمتِ دین کی توفیق عطا فرماتا رہے اور انہیں راہِ خدا میں اپنے اموال خرچ کرنے کی سعادت نصیب ہو۔ اگر وہ اپنے عمل اور دعاؤں سے ایسا کریں گے تو ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری دعاؤں اور ان کے

عمل و دعا کے نتیجہ میں انہیں اس دنیا کی نعمتیں بھی دیتا رہے گا اور اُخروی لازوال نعمتوں سے بھی متمتع فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ ہمارے سب بھائیوں کو یہ توفیق ملتی رہے۔ آمین۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 15۔ اپریل 1967ء)

جون 1967ء میں ہم نے سر زمین برطانیہ کے سفر کا آغاز کیا۔ یہ وہ بابرکت سر زمین تھی جہاں لجنہ اماء اللہ کی تاریخ کا آغاز 1924ء میں ہو چکا تھا۔ جب سیّدنا حضرت فضل عمرؓ نے مسجد فضل لندن کا سنگِ بنیاد رکھا اور یہ مسجد عورتوں کے چندے سے تعمیر کی گئی۔ اس ارضِ برطانیہ کے بارے میں حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا:

”اگر آپ انگلستان کی تاریخ پر ایک مجموعی نظر ڈالیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ انگلستان کی ترقی غیر معمولی مشکلات کے موقع پر ایسے حوادث کے ذریعے ہوتی رہی ہے جسے گو بعض لوگ اتفاق حسنہ کہہ دیں لیکن بصیرت رکھنے والے انسان ان میں خدا تعالیٰ کے فضل کا جلوہ دیکھتے ہیں۔ اتفاق حسنہ ایک منفرد واقعہ کا نام ہوتا ہے لیکن انگلستان کی پچھلی چھ سو سالہ تاریخ بتاتی ہے کہ اس قسم کے غیر معمولی حوادث جن کے ذریعہ سے انگلستان کی بعض تاریک ترین گھڑیاں بعد میں اس کی روشن ترین ساعتیں ثابت ہوئی ہیں، ایک لمبے سلسلہ میں منسلک ہیں۔ جس کی کڑیوں کو الگ الگ دیکھ کر گو اتفاق حسنہ کہا جاسکے لیکن جنہیں مجموعی نظر سے دیکھ کر خدا تعالیٰ کی مشیت کے سوا کسی اور سبب کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا۔ پس اللہ تعالیٰ کی یہ خاص نگاہ بتاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ انگلستان سے کوئی خاص کام لینا چاہتا ہے اور وہ کام وہی ہے جو بانی سلسلہ احمدیہ نے بذریعہ الہام بتایا۔ یعنی ایک دن انگلستان اسلام کو قبول کر کے اسی طرح خدا تعالیٰ کی بادشاہت کا وارث ہونے والا ہے جس طرح اس نے دنیا کی بادشاہت سے ورثہ پایا ہے۔

انگلستان جس قدر بھی خوش ہو بجا ہے کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کی نگاہ میں پسندیدہ ٹھہرا۔ وہ ایک دلہن ہے جسے آسمانی دولہا نے اپنے لیے پسند کر لیا۔ ایک موتی ہے جو جوہری کی نگاہ میں جچ گیا۔ ایک درخت ہے جسے باغباں نے باغ کے وسط میں لگایا۔“

(انوار العلوم۔ جلد 12 صفحہ 42)

جون 1967ء میں خاکسار نے اپنے شوہر میر رفیق احمد صاحب کے ساتھ سر زمین برطانیہ کے سفر کا آغاز شروع کیا اور لندن سے دور شیفیلڈ میں رہائش اختیار کی۔ جہاں ابھی تک اپنے جاننے والوں کا کوئی وجود نہ تھا۔ لندن میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے لجنہ اماء اللہ کی ممبرات کافی تعداد میں موجود تھیں۔ اور 1949ء میں لجنہ اماء اللہ کی تنظیم بھی قائم ہو چکی تھی۔ محترمہ کلثوم باجوہ صاحبہ بیگم محترم مشتاق احمد باجوہ صاحب، پہلی صدر لجنہ تھیں۔ اور ان کے بعد محترمہ سارہ خانم صاحبہ بیگم ڈاکٹر محمد نسیم صاحب کو یہ ذمہ داری ادا کرنے کی توفیق ملی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور ان صدرات کی کوششوں سے لندن میں لجنہ اماء اللہ کی تنظیم کافی آگہی پاچکی تھی۔ احمدی ممبرات کی دینی تعلیم اور تربیت کے ساتھ ساتھ غیر مسلم خواتین کے ساتھ تعلق قائم کر کے احمدیت یعنی حقیقی اسلام سے متعارف کرایا جارہا تھا۔ الحمد للہ۔ ہمارے شیفیلڈ چند سال گزارنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہمیں بھی لندن رہائش اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔

اس وقت محترمہ مسز امتہ الحفیظ سلام صاحبہ بیگم مکرم محترم ڈاکٹر عبد السلام صاحب مرحوم صدر لجنہ اماء اللہ تھیں۔ اگرچہ شروع میں ممبرات کی تعداد زیادہ نہیں تھی لیکن وقت کے ساتھ دوسرے ممالک خاص طور پر پاکستان اور افریقہ سے بہت سے خاندان نقل مکانی کر کے برطانیہ میں آباد ہو چکے تھے۔ اس لیے ماشاء اللہ اجلاسوں میں بہت رونق ہوتی تھی۔ اور وطن سے دور اداسی کم ہو جاتی تھی۔ سب سے بڑا فضل تو یہی تھا کہ ہم اپنی آنکھوں سے حضرت مصلح موعودؓ کی مندرجہ بالا پیشگوئی کو پورا ہوتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔

محترمہ مسز سلام صاحبہ بلند حوصلے والی باہمت اور خوش اخلاق خاتون تھیں۔ آپ کا دینی علم بہت گہرا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت اعلیٰ انتظامی صلاحیتوں سے نوازا ہوا تھا۔ آپ کے زمانۂ صدارت میں لجنہ نے بہت ترقی کی اور ہر شعبے میں لجنہ کے قدم آگے سے آگے بڑھتے گئے۔

شروع میں لجنہ برطانیہ ہی لجنہ لندن ہوتی تھی لیکن پھر 24مارچ1977ء میں لجنہ برطانیہ کو مرکزی حیثیت دی گئی اور لجنہ لندن الگ کر دی گئی اور محترمہ سارہ رحمٰن صاحبہ لجنہ لندن کی پہلی صدر مقرر ہوئیں۔ مسز سلام صاحبہ نے اپنے دور میں لجنہ کے تمام شعبہ جات کو منظم کیا۔ سیکرٹریان مقرر کیں، تعلیم وتربیت کے لیے نصاب مقرر کرکے بھجوائے جاتے رہے۔ نوجوان بچیوں کے لیے ینگ لجنہ کے نام سے اجلاس شروع ہو گئے جس میں محترمہ بہاری حمید صاحبہ مرحومہ کو خدمت کی بہت توفیق ملی۔

لجنات کے پروگراموں میں وقتاً فوقتاً علمائے سلسلہ کی تقاریر بھی کروائی جاتی تھیں۔ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ اور مکرم بشیر رفیق خان صاحب امام مسجد لندن کی تقاریر بھی ہوتیں۔ اسی طرح لجنہ ریویو، الصدیقہ، صدف اور کوکب کے نام سے لجنہ کے رسالہ جات بھی شائع ہوتے رہے۔ ممبرات کی صحتِ جسمانی کی طرف توجہ دیتے ہوئے کھیلیں بھی ہوتیں اور ادبی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کے لیے مشاعروں کا انعقاد بھی ہوتا رہا۔

اللہ تعالیٰ کا لجنہ پر بہت بڑا احسان تھا کہ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ جب بھی لندن تشریف فرما ہوتے تو خواتین کو اپنی شفقت سے ضرور نوازتے اور اُن کی اصلاح اور تربیت کے لیے اپنے خطابات سے نوازتے۔

سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ بھی خواتین کو اپنی شفقت سے نوازتیں۔ جس کے نتیجہ میں خواتین اور بچیوں کے علم قرآن، خلافت اور خلیفۂ وقت سے محبت، عقیدت جذبۂ اطاعت، اسلام کی صحیح تعلیم سے آگہی اور اس پر عمل کرنے کی ضرورت نیز خلیفۂ وقت کی طرف سے ہونے والی ہر تحریک پر لبیک کہنے کے جذبے میں بہت ترقی ہوئی۔ الحمد للہ

لجنہ برطانیہ کی خوش نصیبی تھی کہ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ لندن تشریف لائیں۔ آپ نے لندن کی مختلف مجالس، جو اس وقت حلقہ جات کہلاتی تھیں، کے دورے کیے۔ اس کے علاوہ مڈل سیکس، جلنگھم، ہڈرسفیلڈ، والتھم سٹو، بریڈفورڈ، گلاسگو، ایڈنبرا اور برمنگھم بھی تشریف لے کر گئیں۔ لجنات کی کارکردگی کا جائزہ لیا اور اپنی ہدایات سے نوازا۔

26اپریل1984ء میں پاکستان میں صدرِ پاکستان ضیاء الحق کی طرف سے امتناعِ قادیانیت آرڈیننس جاری ہوا تو سرزمین برطانیہ کی جیسے قسمت جاگ اٹھی اور 30اپریل1984ء کو سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے مبارک قدم لندن کی سرزمین پر پڑے اور جہاں ممبران جماعت احمدیہ کے دل اس نعمت عظمیٰ کے ملنے پر اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوئے وہیں بالخصوص ممبرات لجنہ اماء اللہ کی زندگی میں بھی ایک نئی روح اور جان پڑ گئی۔ لجنہ برطانیہ کے لیے ترقی کی مزید راہیں کھل گئیں۔ ہمارے پیارے آقا نے بھی ہمیشہ لجنہ کو اپنی شفقت اور قیمتی وقت میں سے وافر حصّہ عطا فرمایا۔ لجنہ کی سالانہ کھیلوں میں آپ بچیوں میں انعامات تقسیم فرماتے تو بچیوں کے چہرے خوشی سے تمتما اُٹھتے۔ سالانہ اجتماعات آتے تو آپ کے خطبات آپ کے سوال وجواب کی مجالس آپ کی نصائح غرضیکہ ایک ایک چیز سے آپ کی جماعت سے محبت، اور اصلاح اور تربیت کی فکر کا اظہار ہوتا۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے دور خلافت کی ایک حسین یادگار اسلام آباد ٹلفورڈ میں ہونے والی ناصرات اور لجنہ کی تربیتی کلاس تھی۔ جس میں صرف کتابی تعلیم پر ہی نہیں زور دیا گیا بلکہ قرآن و سنت و فقہ اور دوسرے علوم کی تعلیم کے ساتھ ساتھ دیگر مشاغل مثلاً گھڑ سواری، تیر اکی، نشانہ بازی وغیرہ بھی شامل تھے۔ اور کلاس کے اختتام پر اسلام آباد میں موجود ہر شخص چاہے وہ اساتذہ تھے یا طالبات ایک سرور اور خوشی کی حالت میں اپنے علم اور روحانیت میں ترقی کے ساتھ، حضور انورؒ کی شفقت اور پیار کی چاشنی سے مسحور واپس لوٹا۔

اب کچھ اپنے بارے میں عرض کروں گی۔ 1969ء میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں لندن میں رہائش اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ ہنسلو میں ہم نے ایک کرایہ کے گھر میں قیام کیا۔ اگرچہ یہاں لجنہ کی تنظیم قائم نہیں تھی لیکن اپنے احمدی گھرانے کافی تھے۔

1972ء میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہنسلو میں بھی لجنہ اماء اللہ کی تنظیم قائم ہوگئی جہاں خاکسار خدمت کرنے کی توفیق ملی۔

1977ء کے بعد سے لجنہ اماء اللہ مرکزیہ لندن میں مجھے سیکرٹری ناصرات، جنرل سیکرٹری اور سیکرٹری 'صد سالہ جشن تشکر' کی حیثیت سے بھی خدمت کرنے کا موقعہ ملا۔ الحمدللہ

1988ء میں محض اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے صدر لجنہ ملک کی حیثیت سے خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور 1988ء سے 1997ء تک خاکسار کو سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی بابرکت قیادت، رہنمائی، دعاؤں اور فضلوں کے طفیل خدمت کا موقعہ ملا۔ الحمدللہ

اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا کچھ تذکرہ

اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم تھا کہ لجنہ اماء اللہ برطانیہ کو اس تمام عرصہ میں سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی قیادت میں راہنمائی اور دعائیں ملتی رہیں۔ لجنہ کے تمام شعبہ جات سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کے پیش کردہ لائحہ عمل اور حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ صدر لجنہ مرکزیہ کی طرف سے موصول شُدہ ہدایات اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی تحریکات، ہدایات اور فرمودات کو سامنے رکھتے ہوئے کام کرنے کی توفیق پاتے رہے۔

3 نومبر 1989ء حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے فرمودہ خطبہ جمعہ کی تعمیل میں کہ "آئندہ ذیلی تنظیموں کے صدر اپنے ملک کے صدر مجلس ہونگے۔ ہر ملک کے صدر انصار اللہ، خدام الاحمدیہ، لجنہ اماء اللہ براہ راست امام جماعت سے رابطہ رکھیں گے"

حضور اقدس کی خدمت میں لجنہ اماء اللہ برطانیہ کی کارکردگی کی رپورٹ بھجوائی جاتی رہی۔ اور حضور انور کی دعاؤں اور ہدایات کے تحت کام کرنے کی توفیق ملتی رہی۔ لجنات اپنے پندرہ روزہ یا ماہانہ اجلاس منعقد کرتیں جن میں تعلیمی تربیتی اور دینی مضامین پڑھے جاتے۔ قرآن کریم کے صحیح تلفظ کے ساتھ قرآت اور ترجمہ سکھانے پر حضورؒ انور کے ارشاد کے مطابق خاص توجہ دی گئی۔ اور اس کے لیے محترمہ قانتہ راشد صاحبہ کی خدمات بھی لی گئیں۔ تربیتی کلاسز، اجتماعات، جلسہ یوم خلافت باقاعدگی سے منعقد کیے جاتے رہے۔ اسلام کے موضوع پر سیمینار اور سمپوزیم کیے گئے۔ نومبائین کے لیے فورم ترتیب دیے گئے۔ سالانہ اجتماعات، سالانہ سپورٹس کے انعقاد بھی ہوتے رہے۔ الحمدللہ۔

6 دسمبر 1989ء کے ارشاد کی تعمیل میں کہ "تمام ذیلی تنظیمیں اپنے اپنے آفس بنائیں"، اللہ تعالیٰ نے لجنہ اماء اللہ کو گریسن ہال روڈ پر اپنا گیسٹ ہاؤس خریدنے کی توفیق عطا فرمائی۔ الحمدللہ۔ گریسن ہال کی عمارت کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے لجنہ اماء اللہ کو اسلام آباد ٹلفورڈ میں اپنا آفس بلاک اور ہال بنانے کی بھی توفیق عطا فرمائی۔ اس عمارت کی زمین تیار کرنے میں اسلام آباد کی خواتین اور بچوں نے محترمہ عمرانہ محمود صاحبہ کی نگرانی میں وقارِ عمل کر کے بہت مدد کی۔ اللہ تعالیٰ اُن سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

اس عمارت کی بنیاد حضور اقدسؒ نے اگست 1988ء میں اپنے دست مبارک سے رکھی۔ تکمیل 1997ء میں ہوئی۔ اس کی تعمیر میں مکرم عبدالرشید صاحب آرکیٹیکٹ نے لجنہ کی بہت مدد کی اور باقاعدہ نگرانی کرتے رہے۔ 1997ء کے جلسہ سالانہ سے قبل حضور اقدسؒ نے ہال کا معائنہ فرمایا اور انڈونیشیا سے جلسہ سالانہ پر شرکت کے لیے تشریف لانے والی ممبرات نے اس میں قیام فرمایا۔ الحمدللہ

دوسرے ضروری امور میں

1. لجنہ اماء اللہ برطانیہ کا آفیشل بینک اکاؤنٹ کھولا گیا۔

2. شعبہ مال میں وصولی کے لیے باقاعدہ چندہ کی رسیدات تیار کی گئیں۔ یہ کام سیکرٹری مال محترمہ شگفتہ ناصر صاحبہ نے بہت محنت سے سرانجام دیا۔ اُن کے شوہر مکرم محترم عبدالغنی ناصر صاحب نے بھی بہت مدد کی اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

3. لجنہ اماءاللہ لندن سات حلقہ جات میں منقسم تھی۔ ان تمام حلقہ جات کو باقاعدہ لجنات کا مقام دیا گیا اور اُن پر صدرات مقرر کی گئیں۔

4. لجنات کو ریجنز میں بھی تقسیم کیا گیا اور اُن پر ریجنل صدرات مقرر کی گئیں۔ اس سے قبل نارتھ میں صرف ایک ریجنل صدر محترمہ امتہ الحئی خان مرحومہ تھیں۔ جن کو 1983ء میں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ مرحومہ (اُمِ متین صاحبہ) صدر لجنہ اماءاللہ مرکزیہ نے مقرر فرمایا تھا۔

ان تمام امور کے ساتھ ساتھ اس دور میں ایک عظیم الشان پروگرام "حمدیہ صد سالہ جشن تشکر کی تقریبات" کا تھا۔ جس میں بیت الفضل لندن کو رنگین قمقموں اور جھنڈیوں سے نہایت خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔

22 مارچ 1989ء جو پہلی صدی کا آخری دن تھا اس روز اللہ کے فضل سے افراد جماعت نے روزہ رکھا۔ رات تقریباً تین بجے افراد جماعت نے اپنے اپنے علاقہ کی مساجد میں نماز تہجد ادا کی۔ نہایت تضرّع سے دعائیں کی گئیں۔ ہمارے امام سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے نماز فجر باجماعت پڑھائی۔ صبح گیارہ بجے مسجد فضل کے دروازے کے سامنے لوائے احمدیت اور برطانوی پرچم لہرانے کی تقریب منعقد ہوئی۔ حضور انورؒ نے لوائے احمدیت لہرایا جس پر تکبیر اور احمدیت زندہ باد کے فلک شگاف نعرے لگائے گئے۔ ناصرات اور اطفال نے ترانے پیش کیے۔ پھر حضور انورؒ نے برطانوی پرچم لہرایا اور دعا کے بعد یہ بابرکت تقریب اختتام پذیر ہوئی۔

اس مبارک موقعہ پر اسلام آباد ٹلفورڈ کی شان بھی قابل دید تھی۔ لجنہ کی مارکی جھنڈیوں، بینرز اور نہایت خوبصورت قمقموں سے سجائی گئی تھی۔ جمعہ کی نماز کے بعد اسلام اباد کے گراؤنڈ میں لوائے احمدیت اور برطانیہ کے جھنڈے کی پرچم کشائی کی تقریب عمل میں آئی جسے خواتین کو بھی دیکھنے کا موقعہ ملا۔ حضور انورؒ کو پھولوں کے ہار پہنائے گئے۔ حضورؒ کے مستورات کی مارکی میں تشریف لانے پر ناصرات نے 'اے ہمارے پیشوا' بڑی خوش الحانی سے پڑھا جسے حضورؒ بڑی شفقت سے کھڑے رہ کر سماعت فرماتے رہے۔

اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم کلام پڑھا گیا۔ پھر محترمہ طیبہ کریم شہناز صاحبہ نے اپنی نظم عقیدت کے پھول پڑھی اجتماعی دعا کے بعد حضور انورؒ واپس تشریف لے گئے۔ اس موقع پر خواتین اور بچیوں نے فلک شگاف نعرے لگائے۔ اس روز خواتین اور بچیوں کی حاضری تقریباً 1800 کے قریب تھی۔

لجنہ کو اس خوشی کے موقعہ پر رسالہ "**النصرت**" کا پہلا شمارہ '**صد سالہ جشن تشکر نمبر**' شائع کرنے کی توفیق ملی۔ اور کمال کی بات یہ بھی تھی کہ النصرت کی ٹیم نے ساری کتابت اپنے ہاتھوں سے کی۔ اللہ تعالیٰ سب محنتی بہنوں کو جزائے خیرے عطا فرمائے۔ آمین

النصرت کا اگلا شمارہ حضرت سیّدہ آصفہ نمبر تھا۔ انہی ایام میں جب کہ روزنامہ الفضل کی اشاعت پر پابندی عائد ہو چکی تھی اور لندن میں ہفت روزہ اخبار الفضل انٹرنیشنل جاری ہوا تھا، تو حضور انورؒ کے اس ارشاد کی تعمیل میں کہ 'ذیلی تنظیمیں الگ الگ اپنے اپنے رسالے شائع کرنے کے بجائے الفضل انٹرنیشنل کو فروغ دیں'، **النصرت** کی اشاعت بند کر دی گئی۔

3 نومبر 1989ء میں حضور انورؒ نے ذیلی تنظیموں کے صدارتی نظام کا اعلان فرمایا تو لجنہ کے ہر شعبہ میں بیداری کی ایک نئی روح پیدا ہوئی اور خدمتِ دین کے ایک نئے جذبے نے جنم لیا اور حضورؒ کے ارشادات کو سامنے رکھتے ہوئے ذمہ داری کے ساتھ کام کرنے کی پوری

کوشش کی گئی۔ جب 1992 میں اللہ تعالیٰ نے جماعت کو MTA کی نعمت سے نوازا تو ممبرات لجنہ کے لیے خدمت دین کے اور بہت سے دروازے کھل گئے۔

شعبہ سمعی وبصری کی مصروفیت میں اضافہ ہوا لجنہ کو محترمہ رقیبہ گلزار صاحبہ کی نگرانی میں مختلف پروگراموں میں شرکت کی توفیق ملی۔ حضورِ اقدسؒ کے خطابات اور خطبات جمعہ پر مشتمل آڈیو کیسٹس کی تیاری کے علاوہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر مستورات کے جلسہ گاہ میں TV پر سارے پروگرام بغیر کسی خلل اور رخنہ اندازی کے دکھائے جانے کی نگرانی بھی اس شعبہ کے سپرد رہی جو انہوں نے بہت محنت اور مستعدی سے ادا کی۔ 3مارچ1994ء سے MTA پر ہومیو پیتھی کی کلاسز شروع ہوئیں اور 15 جولائی 1994 سے ترجمۃ القرآن کلاسز کا اجراء ہوا اور ساری دنیا میں پھیلے ہوئے علم وحکمت کے طالبوں کے لیے علم و معرفت کے خزانے لٹائے جانے لگے۔ منتخب لجنہ ممبرات کو اُن کلاسوں میں بھی شرکت کی توفیق ملتی رہی۔ الحمدللہ۔

حضور انورؒ کی ڈاک کے حوالہ سے لجنہ کی ایک بہت بڑی ٹیم کو محترمہ سارہ رحمٰن صاحبہ مرحومہ کی نگرانی میں کام کرنے کی توفیق ملی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ شعبہ ابھی تک بڑی محنت سے یہ خدمت سرانجام دے رہا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی لندن تشریف آوری کے بعد برطانیہ میں جماعت احمدیہ کے پروگراموں کا نقشہ ہی بدل گیا تھا۔ اور اسلام آباد (ٹلفورڈ) کی زمین خریدی جانے کے بعد تو جلسہ سالانہ کے پروگرام اور عیدوں کے پروگرام اپنے اندر ایک اور ہی شان اور خوبصورتی لیے ہوئے ہوتے تھے۔ جلسہ کے کاموں میں لجنہ کی ٹیم اپنی انتظامیہ کے تحت خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ پوری جانفشانی سے ہر ذمہ داری ادا کرنے کے لیے تیار ہوتی تھی۔ جلسہ کے انعقاد سے قبل ڈارمٹریز کو جاکر صفائی کر کے مہمانوں کی رہائش کے لیے تیار کیا جاتا۔ چادریں، بستر وغیرہ صفائی دُھلائی کے لیے بھجوائے جاتے۔ جلسہ گاہ کے اندر سجاوٹ کے لیے عمرانہ محمود صاحبہ کے بھائیوں کا جو جرمنی سے تشریف لاتے تھے انتظار کیا جاتا کہ وہ آکر مستورات کے جلسہ گاہ کو جھنڈیوں سے سجائیں گے۔

ایک دلچسپ کام جو لجنہ کو دیا گیا تھا اور جس کے لیے ہمیں ایک چھوٹا سا خیمہ بھی الگ سے لگا کر دیا گیا تھا۔ وہ شام کے وقت ڈھیروں پیاز کے بیگ کاٹ کر مردانہ باورچی خانہ میں بھجوانا ہوتا تھا جہاں کھانا تیار کیا جاتا تھا۔ شروع میں آلو بھی ہوتے تھے لیکن بعد میں آلوؤں کے لیے مشین خریدلی گئی۔ یہ کام ہم سب ممبرات، جو رات یہاں قیام کرتی تھیں، کے لیے ایک دلچسپ مشغلہ تھا۔ شعبہ ضیافت بھی اپنے فرائض ادا کرنے میں بہت پیش پیش اور فعّال رہا۔ لجنہ کے تحت ہونے والی مختلف تقریبات مثلاً سالانہ سپورٹس، سالانہ اجتماع، ریفریشر کورسز، تربیتی کلاسز وغیرہ میں شامل ہونے والوں کے لیے کھانا پکانے کی ساری ذمہ داری لجنہ مرکزیہ کی ہوتی تھی۔ اور بعض اوقات تو شامل ہونے والوں کی تعداد کھانا پکانے والیوں کی ہمت اور طاقت سے بہت بڑھ جاتی لیکن ضیافت کی ٹیم بڑی ہمت اور حوصلے سے اپنے کام سرانجام دیتی۔ اللہ تعالیٰ اُن سب بہنوں کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ کا بہت احسان ہے کہ اس نے مجھے نہایت محنتی اور تعاون کرنے والی مجلس عاملہ کی ٹیم دی تھی جس کے تعاون سے اور اللہ تعالیٰ کے فضل اور حضور انورؒ کی دعاؤں سے مجھے اپنی ذمہ داریاں احسن طریقہ سے ادا کرنے کی توفیق ملی۔ اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر دے۔ آمین۔

جلسہ سالانہ کے موقع پر لجنہ کے مختلف پکوانوں اور دیگر مختلف چیزوں کے سٹالز بھی لگائے جاتے تھے۔ جن میں مہمانوں کے لیے لطف اندوز ہونے کے بہت سارے سامان موجود ہوتے۔ الحمدللہ کہ لجنہ کی ٹیم نے بہت محنت سے اس ذریعے لجنہ کی عمارت کے لیے چندہ بھی اکٹھا کیا۔ اللہ تعالیٰ ان سب ممبرات کو بھی جزائے خیر دے۔ آمین

جلسہ سالانہ کے موقع پر انتظامی امور کی کچھ تفصیل بیان کر چکی ہوں۔ اب میں پہلی بیعت کی بابرکت تقریب کے متعلق کچھ معلومات آپ کے سامنے پیش کروں گی۔

امیر المومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے جلسہ سالانہ یوکے 1993ء سے ساڑھے تین ماہ قبل خاص الٰہی تحریک کے تحت جماعت ہائے احمدیہ عالمگیر کو یہ تحریک فرمائی تھی کہ امسال جلسہ سالانہ کے موقع پر سٹیلائیٹ کے ذریعہ ایک عالمی بیعت کا انعقاد ہوگا۔ جس میں مختلف ممالک سے کم از کم ایک ہزار بیعت ہوگی۔ لیکن بعض ممالک جہاں خدا تعالیٰ خاص نظر کرے گا وہاں سے توقع ہے کہ دس دس، بیس بیس ہزار بیعت موصول ہونگی۔ ان شاءاللہ۔

عالمی بیعت کی تقریب

28ویں جلسہ سالانہ برطانیہ کے تیسرے روز یعنی یکم اگست 1993ء کو اسلام آباد (ٹلفورڈ) میں پہلی عالمی بیعت کی تقریب منعقد ہوئی جس میں 2لاکھ 4ہزار 308 سعید روحوں نے جماعت میں شمولیت اختیار کی۔ علاوہ ازیں دنیا بھر کے لاکھوں احمدیوں نے بھی خلیفۂ وقت کے ہاتھ پر تجدید بیعت کی سعادت حاصل کی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی عالمی بیعت کے لیے جلسہ گاہ میں تشریف آوری سے قبل تمام حاضرین ہدایات کے مطابق ترتیب سے بیٹھ گئے تھے۔ تقریباً ایک بجے حضور انورؒ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا استعمال شدہ سبز رنگ کا متبرک کوٹ زیب تن کیے ہوئے جلسہ گاہ میں تشریف لائے۔
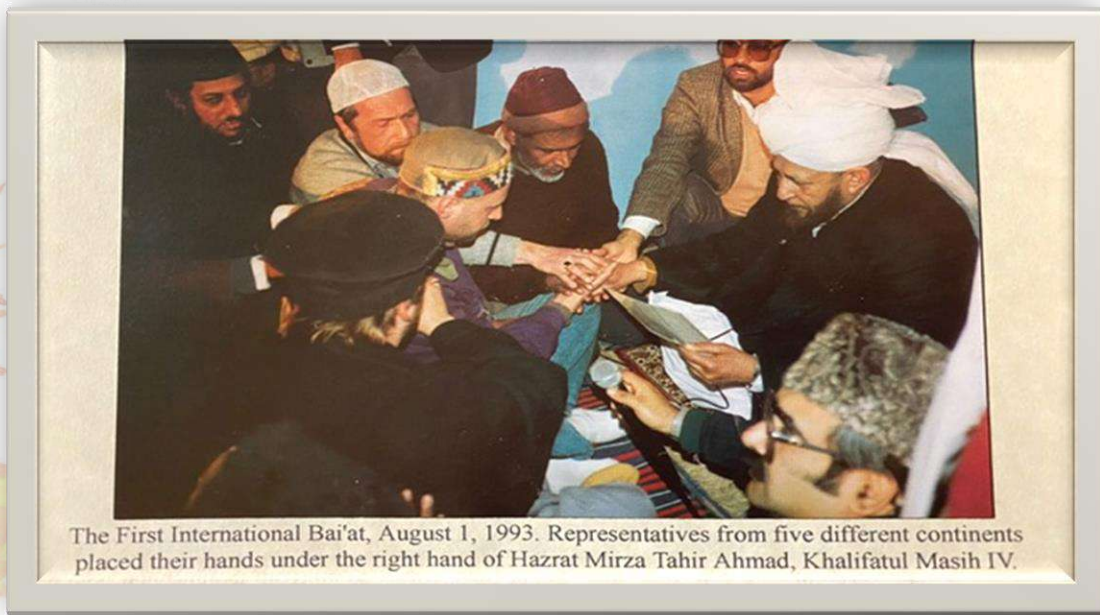
The First International Bai'at, August 1, 1993. Representatives from five different continents placed their hands under the right hand of Hazrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV.

حضور انورؒ نے بیعت سے قبل جب بیعت لینے کے لیے تشریف فرما ہوئے تو مختصر خطاب فرمایا:

"یہ کوٹ جو آج مَیں نے پہنا ہوا ہے یہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کوٹ ہے۔۔ چند دن ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وہ الہامات نظر کے سامنے آئے جن کا اس دَور کے ساتھ تعلق ہے۔۔ اس میں۔۔ تھا کہ 'دیکھو کیا کہتی ہے تصویر تمہاری'۔ اور پھر آپ نے فرمایا کہ جو کوٹ میں نے پہنا

ہوا ہے اس کشفی نظارہ میں وہ سبز رنگ کا ہے۔ اس سے پہلے مجھے کبھی خیال نہیں آیا تھا کہ یہ کوٹ سبز رنگ کا ہے۔ تو اب جو دیکھا مَیں نے غور سے تو یہ واقعی سبز رنگ کا ہے۔ اگرچہ امتداد زمانہ سے کچھ مٹ سا گیا ہے لیکن ہے سبز رنگ کا۔ تو بعینہٖ اس کشف کے مطابق جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام نے دیکھا تھا آج مَیں جو مسیح موعود نہیں ہوں مگر مسیح موعودؑ کا ادنیٰ غلام ہوں اور آپؑ کا نمائندہ ہوں اس حیثیت سے آپ کی بیعت لیتا ہوں کہ مسیح موعودؑ کی نمائندگی میں جو اس زمانہ میں محمد مصطفیٰ ﷺ کی نمائندگی میں اس زمانہ کے امام بنائے گئے تھے۔ آج مَیں آپ سے عہد بیعت لیتا ہوں"....

حضور انورؒ نے عہد بیعت کے الفاظ اردو زبان میں دہرائے اور آپ کی اتباع میں تمام اردو بولنے والوں نے یہ الفاظ بلند آواز میں دہرائے۔ اس کے بعد اردو کے علاوہ دنیا کی 25 زبانوں میں عہد بیعت کے الفاظ دہرائے گئے۔ ان سب زبانوں کے نمائندے بھی جلسہ گاہ میں موجود تھے۔ ان زبانوں میں سات زبانوں عربی، فرانسیسی، سپینش، جرمن،، انگریزی، روسی، اور بنگالی کے تراجم ساری دنیا میں سیٹلاٹ کے ذریعہ نشر ہو رہے تھے۔ جب کہ باقی زبانوں میں تراجم کی ملی جُلی بابرکت آوازیں ایک گونج کی صورت میں جلسہ گاہ میں بلند ہو رہی تھیں۔۔ اور بیک وقت تمام دنیا میں بھی یہ الفاظ دہرائے جا رہے تھے۔ بیعت کے الفاظ دہراتے ہوئے حضورؒ کی آواز حمد باری تعالی سے اس قدر بھر آگئی کہ الفاظ دہرانے مشکل ہو رہے تھے اور ایسا ہی دلگداز منظر اجتماعی دعا میں بھی کُل عالَم میں وقوع پذیر ہوا۔

(مرتبہ نصیر احمد قمر۔ سلسلہ احمدیہ جلد چہارم۔ 1982ء تا 2003ء صفحہ 633۔634۔625۔623)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ بابرکت تحریک آج تک جاری ہے اور ہر سال لاکھوں سعید روحیں اس بابرکت تحریک میں شامل ہو رہی ہیں اور انشاء اللہ ہمیشہ ہوتی رہیں گی۔

حضور انورؒ کے بعض دوسرے ممالک میں مساجد کے افتتاح پر لجنہ برطانیہ کو بھی ساتھ شامل ہونے کی سعادت ملی۔ چنانچہ برطانیہ سے کچھ ممبرات کینیڈا کی مسجد کے افتتاح میں شامل ہوئیں۔ وہاں پر صدر لجنہ اماء اللہ کینیڈا کے علاوہ صدر لجنہ امریکہ اور صدر لجنہ برطانیہ بھی شریک تھیں۔ حضور انورؒ نے ہماری درخواست قبول فرماتے ہوئے لجنہ کے ساتھ گروپ فوٹو اتروائی جو ہماری ایک بہت ہی قیمتی یادگار ہے۔ الحمد للہ۔

میری والدہ مرحومہ قادیان میں استانی زینب کے نام سے معروف تھیں۔ آپ نہایت نیک، پرہیزگار اور تہجد گزار خاتون تھیں۔ جو دین کے معاملہ میں ہم پر ہمیشہ کڑی نظر رکھتی تھیں۔ اور الحمد للہ ثم الحمد للہ ان کی اولاد نے بھی کبھی ان کی توقعات اور اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچائی۔ احمدیت کے لیے بچوں میں جو جوش اور غیرت انہوں نے پیدا کی اس کا ایک نمونہ آپ کو میرے بڑے بھائی جان عبد المنان شاد مرحوم کی ایک نظم میں نظر آئے گا جو انہوں نے اپنے طالب علمی کے زمانے میں کہی اور جو جماعت احمدیہ کے بچوں میں بہت مقبول ہوئی۔ نظم یہ ہے

ہم احمدی بچے ہیں، کچھ کر کے دکھا دیں گے
شیطاں کی حکومت کو دنیا سے مٹا دیں گے

(مطبوعہ الفضل 24 دسمبر 1949ء)

یہ نظم اللہ تعالیٰ کے فضل سے وقفِ نَو کے نصاب میں بھی شامل ہے۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ کوئی انسان اپنی ذمہ داریوں کو چاہے وہ دینی ہوں یا دنیوی اس وقت تک پوری توجہ سے نہیں کر سکتا جب تک اسے گھریلو سکون اور تعاون میسر نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کا از حد احسان ہے جہاں اس نے اپنے فضلوں سے دین کی خدمت کا موقعہ نصیب کیا وہاں اپنے کرم سے ایسا شوہر اور بچے عطا کیے جو ہر ممکن طریق سے میری مدد کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے فضلوں اور رحمتوں کا وارث بنائے اور اپنی رضا کی راہوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہر پریشانی اور آزمائش سے محفوظ رکھے۔ آمین

اور میری اپنے پیارے ارحمَ الرّاحِمینْ رَبُّ العٰلمیْن سے التجا ہے:

میرے مولا کٹھن ہے راستہ اس زندگانی کا

میرے ہر ہر قدم پر خود راہ آسان پیدا کر

تیری نصرت سے ساری مشکلیں آساں ہو جائیں

ہزاروں رحمتیں ہوں فضل کے سامان پیدا کر

آمین ثم آمین

میں نے اپنے مضمون کے شروع میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے انعامات سے متعلق قرآن کریم کی آیت جس میں انسان کو یاد دلائی گئی تھی لکھی ہے۔ اب جب اس مضمون کو تکمیل کی طرف لے کر جا رہی ہوں تو سوچ رہی ہوں کہ کیا کبھی بھی ہم اللہ کے احسانات کا انکار کر سکتے ہیں؟ اور شکر گزاری کا حق ادا کر سکتے ہیں؟

کبھی بھی نہیں!

اللہ کا احسان عظیم یہ ہے کہ اس نے مجھے وقت کے امام سیّدنا حضرت امیر المومنین مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا بابرکت دور خلافت پانے، ان کی بیعت اور اطاعت کرنے، ان کی شفقت اور دعائیں حاصل کرنے کی توفیق عطا کی ہے۔ الحمد للہ رَب العالمین

ہم ممبرات لجنہ اماء اللہ انتہائی خوش نصیب ہیں جو خلافت عظمیٰ کے مقدس و بابرکت سائے تلے زندگی گزار رہی ہیں اور دعاؤں سے فیض یاب ہو رہی ہیں اور اِقرار کرتی ہیں کہ

لَا بِشَیْءٍ مِنْ نِعْمَتِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ وَلَكَ الْحَمْدُ

یعنی اے ہمارے رب ہم تیری نعمتوں میں سے کسی چیز کی تکذیب نہیں کرتے۔ میں اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری کے ساتھ ساتھ اپنے پیارے حضور کی بھی انتہائی شکر گزار ہوں جنہوں نے مجھے تنظیم کے کاموں میں خدمت کا موقع دیا۔ اللہ تعالیٰ بہترین جزا دے۔ آمین

اَللّٰهُمَّ اَيِّدْ اِمَامَنَا بِرُوحِ الْقُدُسِ

وَبَارِكْ لَنَا فِیْ عُمُرِهٖ وَ اَمْرِهٖ

”اور جب صحیفے نشر کئے جائیں گے۔۔“

(لبنیٰ سہیل، سیکرٹری اشاعت ، یوکے)

قدیم زمانہ سے ہی درختوں کے پتوں، ان کی چھالوں، ہڈیوں اور پتھروں وغیرہ پر لکھنے کا رواج رہا ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں رائج تھا۔ تاہم باقاعدہ فن کتابت کا آغاز چین سے ہوا۔ پہلا مطبوعہ نمونہ 770ء کا ہے جو برٹش میوزیم میں موجود ہے، وہ چین کا ہے۔

اب یہ فن روز بروز ترقی پر ہے۔ اس کی نئی نئی شکلیں مثلاً کمپیوٹر اور کمپیوٹرائزڈ چھاپہ خانے، پھر آج کل ای میل وغیرہ مختلف چیزیں ہیں جو جاری ہیں۔ یہ تمام الٰہی تقدیر کے ماتحت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:

”ایسا ہی قرآن شریف میں آخری زمانہ کی نسبت اور بھی پیشگوئیاں ہیں۔ ان میں سے ایک یہ پیشگوئی بھی ہے (وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ) یعنی آخری زمانہ وہ ہوگا جب کہ کتابوں اور صحیفوں کی اشاعت بہت ہوگی گویا اس سے پہلے کبھی ایسی اشاعت نہیں ہوئی تھی۔ یہ ان کلوں کی طرف اشارہ ہے جن کے ذریعہ سے آج کل کتابیں چھپتی ہیں اور پھر ریل گاڑی کے ذریعہ سے ہزاروں کوسوں تک پہنچائی جاتی ہیں“۔

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 322)

اسی طرح درج ذیل آیات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کی نشاندہی کر رہی ہیں۔ ان آیات میں بیان کردہ کچھ پیشگوئیاں بھی ہیں جو ہم اس زمانہ میں پوری ہوتی دیکھ رہے ہیں اور دیکھ چکے ہیں اور باقی ان شاءاللہ پوری ہونے والی ہیں وہ بھی دیکھیں گے۔

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا۔ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا۔ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا۔ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا۔ فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا۔ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا۔ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ۔

(المرسلٰت:2تا8)

ترجمہ: قسم ہے پے بہ پے بھیجی جانے والیوں کی۔ پھر بہت تیز رفتار ہو جانے والیوں کی۔ اور پیغام کو اچھی طرح نشر کرنے والیوں کی۔ پھر واضح فرق کرنے والیوں کی۔ پھر انتباہ کرتے ہوئے صحیفے پھینکنے والیوں کی۔ حجت یا تنبیہہ کے طور پر۔ یقیناً جس سے تم ڈرائے جا رہے ہو لازماً ہو کر رہنے والا ہے۔

(ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ان آیات کی تشریح کرتے ہوئے خطبہ جمعہ 15 اکتوبر 2010ء میں بیان فرماتے ہیں:

"آج خدا تعالیٰ نے ان کتابوں کو نشر کرنے کے اور اسلام کے مخالفین کے جواب دینے کے پہلے سے بڑھ کر ذرائع مہیا فرما دیے ہیں جو تیز تر ہیں۔ کتابیں پہنچنے میں وقت لگتا تھا اب تو یہاں پیغام نشر ہوا اور وہاں پہنچ گیا۔ یہاں کتاب پرنٹ ہوئی اور دوسرے end سے نکال لی گئی۔ آج حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب، قرآنِ کریم اور دوسرا اسلامی لٹریچر انٹرنیٹ کے ذریعہ، ٹی وی کے ذریعہ نشر ہونے کی نئی منزلیں طے کر رہا ہے۔ جو تیزی میڈیا میں آج کل ہے آج سے چند دہائیاں پہلے ان کا تصور بھی نہیں تھا۔ پس یہ مواقع ہیں جو خدا تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمائے ہیں کہ اسلام کی تبلیغ اور دفاع میں ان کو کام میں لاؤ۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ یہ جدید ایجادات اس زمانہ میں ہمارے لئے اس نے مہیا فرمائی ہیں اور یوں تبلیغ کے کام میں سہولت پیدا فرما دی ہے۔ اور ہماری کوشش اس میں یہ ہونی چاہئے کہ بجائے لغویات میں وقت گزارنے کے، ان سہولتوں سے غلط قسم کے فائدے اٹھانے کے ان سہولتوں کا صحیح فائدہ اٹھائیں، ان کو کام میں لائیں۔ اور اگر اُس گروہ کا ہم حصہ بن جائیں جو مسیح محمدی کے پیغام کو دنیا میں پہنچا رہا ہے تو ہم بھی اس گروہ میں شامل ہو سکتے ہیں، ان لوگوں میں شامل ہو سکتے ہیں جن کی خدا تعالیٰ نے قسم کھائی ہے۔"

مسلم ٹیلی وژن احمدیہ انٹرنیشنل روحانی مائدہ کا ایک ایسا ذریعہ ہے جس کی برکات زمین کے کناروں تک وسیع ہیں۔ اس سے فیضیاب ہونے کے بارے میں حضورِ انور ایدہ اللہ نے بطورِ خاص لجنہ اماء اللہ کو ایم ٹی اے کی برکات سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی تلقین کرتے ہوئے ایک موقع پر فرمایا:

"جیسا کہ میں نے آج کہا ہے کہ ہم اپنی تعلیمات کو پھیلانے کیلئے جدید ٹیکنالوجی کی مدد لے سکتے ہیں۔ MTA کے علاوہ جماعتی ویب سائٹس بھی ہیں جن پر علم اور معلومات سے بھرپور پروگرام اور کتابیں باآسانی دستیاب ہیں۔ آپ کو ان ذرائع کو استعمال میں لاتے ہوئے اپنے علم میں مستقل اضافہ کرنا چاہئے۔

لجنہ اماء اللہ کی ہر ممبر کو چاہئے کہ وہ اپنے آپ کو ایم ٹی اے سے جوڑ دے اور باقاعدگی سے اس کے پروگرام دیکھیں۔ کم از کم اس بات کو یقینی بنائیں کہ میرا خطبہ جمعہ اور خلیفۃ المسیح کے دیگر پروگرام ضرور دیکھیں اور اس بات کو بھی یقینی بنائیں کہ اُن کے بچے بھی بیٹھ کر یہ پروگرام ضرور دیکھیں۔ جو بچیاں یہاں یو کے میں پلی بڑھی ہیں اُنہیں چاہئے کہ وہ بھی اس بات کو یقینی بنائیں کہ وہ ایم ٹی اے اور جماعتی ویب سائٹس سے منسلک

رہیں۔ انہیں اس بات کو بھی یقینی بنانا چاہئے کہ وہ خلیفۂ وقت کے پروگرام ضرور دیکھیں کیونکہ یہ ان کی روحانی اور اخلاقی تربیت کا باعث بھی ہونگے اور دین کے بارہ میں ان کا علم بھی بڑھے گا۔"

(اردو ترجمہ خطاب بر موقع سالانہ اجتماع لجنہ اماء اللہ یوکے 25 اکتوبر 2015ء)

دین اسلام کے حقیقی پیغام کو کُل عالم میں پھیلانے کے لئے ابتدائے اسلام سے ہی خواتین اس میں خدمت کی توفیق پا رہی ہیں۔

تاریخ عالم کا رخ بدلنے میں جن خواتین نے اہم کردار سرانجام دیا ہے ان میں سرفہرست ام المومنین حضرت خدیجہؓ ہیں۔ آپ عرب کی معزز ترین اور دولت مند خاتون ہونے کے ساتھ ساتھ علم و فضل اور ایمان و ایقان میں بھی نمایاں مقام رکھتی تھیں۔ حضرت عائشہؓ کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا آدھا دین عائشہؓ سے سیکھو۔

"اسی طرح حضرت اُم سلمہؓ پڑھنا بھی جانتی تھیں اور مسلمان مستورات کی تعلیم و تربیت میں انہوں نے خاص حصہ لیا۔ چنانچہ کتب حدیث میں بہت سی روایات اور احادیث ان سے مروی ہیں اور اس جہت سے ان کا درجہ ازواج النبی (ﷺ) میں دوسرے نمبر پر اور کُل صحابہ (مرد و زن) میں بارھویں نمبر پر ہے۔"

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیین ﷺ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے صفحہ 530-531)

ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اس زمانے میں بھی ایسی خواتین پیدا ہوئیں جو اس شمع کو لے کر آگے بڑھیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانے میں مستورات کی ایک خاصی تعداد پیدا ہو چکی تھی جنھوں نے حضرت مسیح موعودؑ کی کتب پڑھ کر اور تقاریر سن کر اپنے دلوں میں علم و فضل کی شمعیں روشن کی تھیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب الفضل کا اجراء فرمایا تو حضرت ام ناصرؓ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے سونے کے دو کڑے جو انہوں نے اپنی بیٹی کے استعمال کے لئے رکھے تھے، چندے میں دے دئے اور حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی ایک زمین الفضل کے لئے دے دی۔

(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد اول صفحہ 18-19)

استانی سکینۃ النساء صاحبہ اہلیہ قاضی محمد ظہورالدین صاحب اکمل بھی انہی خوش نصیب خواتین میں سے ایک تھیں۔ آپ نے نہایت چھوٹی یعنی چودہ پندرہ برس کی عمر میں ہی اخبارات اور رسائل میں مضامین بھجوانے شروع کر دیے تھے۔ حتیٰ کہ آپ نے البدر میں "خواتین کا کالم" یا "ایک صفحۂ خواتین" کا مطالبہ بھی پیش کر دیا۔ لکھتی ہیں:

"مکرم ایڈیٹر صاحب البدر!

آپ کا معزز اخبار گھر بار جیسا مجھ کو پیارا ہے۔ بخدا میرے دل کو اس سے تسکین رہتی ہے۔ لہذا آج ایک تجویز لکھتی ہوں۔۔۔ وہ یہ ہے کہ اگر آپ البدر میں ایک کالم یا صفحہ خاتونوں کا بھی نکال لیں تو ہماری بہنیں بھی مضامین لکھا کریں۔ چنانچہ آپ مضامین لکھتی رہیں اور اس کا اعتراف ایڈیٹر صاحب نے ان الفاظ میں کیا؛-"اخبار بدر میں جب سے یہ کالم (خواتین) کھولا

گیاہے۔ صرف تین بہنوں نے ابتک اس طرف توجہ کی ہے۔ اہلیہ ملک کرم الٰہی صاحب ، اہلیہ اکمل صاحب اور بنت غلام پھلواری نے اور بس۔ خدا تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔"

(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد اول صفحہ 10)

الفضل کے سب سے پہلے پرچہ مورخہ 19 جون 1913ء میں اپنے مضمون میں الفضل کے جو اغراض و مقاصد حضور نے بیان فرمائے اور پرچہ کی جو ترتیب بیان فرمائی اس میں یہ بھی تحریر فرمایا:

"دو کالم عورتوں کے لئے ہوں گے"

"اس پر اسی صفحہ کے نیچے نوٹ میں یہ درج ہے کہ عورتوں کے لئے یہ دو کالم بہت تھوڑے ہیں لیکن چونکہ عورتیں سلسلہ کے اخبارات کو پڑھتی ہیں ان کی دلچسپی اور فائدہ کے لئے دو کالم رکھ دیئے گئے ہیں ورنہ اس کے لئے شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم نے احمدی خاتون کے نام سے ایک الگ رسالہ جاری کر رکھا ہے اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔
تادیب النساء کے عنوان سے ایک پورا صفحہ حضور نے خواتین کے لئے وقف کیا۔"

(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد اول صفحہ 20)

"احمدی خاتون" ایک رسالہ مکرم شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم کی زیر ادارت نکلتا تھا۔

رسالہ "احمدی خاتون" 1913ء سے 1916ء تک جاری رہا۔ اس میں وقتاً فوقتاً خواتین کے مضامین بھی شائع ہوتے تھے جن میں سب سے زیادہ تعداد مضامین کی استانی سکینۃ النساء صاحبہ مرحومہ کی ہے نیز حضرت سیدہ ام ناصر صاحبہؓ، حضرت اماں جی حرم حضرت خلیفہ اولؓ، حضرت سیدہ امۃ الحیٔ صاحبہؓ، ہاجرہ صاحبہ اہلیہ چوہدری فتح محمد صاحب، ام عائشہ اہلیہ مولوی محمد احسان الحق صاحب پورینی ضلع بھاگلپور، زہرہ بیگم اہلیہ مولوی محمد صاحب ایم-اے، محمودہ وحمیدہ بنتین حضرت یعقوب علی صاحب عرفانی، عزیزہ رضیہ بنت خلیفہ رشید الدین صاحب، سیدہ نعیمہ بنت سید حامد شاہ صاحب سیالکوٹ کے مضامین بھی شائع ہوتے رہے۔

مستورات کیلئے الفضل کا پہلا ضمیمہ

مستورات کی دینی تعلیم و تربیت کی خاطر ادارہ الفضل نے فیصلہ کیا کہ الفضل میں کچھ صفحات بطور ضمیمہ اخبار کے ساتھ اور بڑھا دیئے جائیں اور یہ صفحات بجائے ہر اخبار کے ساتھ شائع ہونے کے ماہوار شائع ہو جایا کریں۔

الفضل کے مندرجہ بالا اعلان کے جلد بعد ہی 6 دسمبر 1916ء کو پہلا ضمیمہ اخبار الفضل کا مستورات کے لئے بیس صفحات پر مشتمل شائع کیا گیا۔
اس ضمیمہ میں یہ اعلان بھی کیا گیا کہ مستورات کو بہترین مضامین لکھنے پر انعامات دیئے جائیں گے۔ سب سے پہلے انعامی مضمون کا عنوان "مہمان نوازی" اور انعام پانچ روپے مقرر کیا گیا۔ اور اعلان کیا گیا کہ مضمون کو ذیل کے حصص میں تقسیم کیا جائے؛-

۱۔ مہمان نوازی کی ضرورت اور اس کا اثر تمدن پر۔

۲۔ مہمان کی عزت و تکریم کے لئے کن باتوں کی ضرورت ہے۔

۳۔ میزبان کو مہمان کے آرام کے لئے کن باتوں کا خیال رکھنا چاہئے۔

۴۔ کیا مہمان نوازی کا کوئی برا پہلو بھی ہے۔ اگر ہے تو کونسا؟"

(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد اول صفحہ 38-39)

حضرت سیدہ امتہ الحیٔ صاحبہ کا ایک مضمون

20 نومبر 1917ء کا الفضل خصوصیت سے خواتین کے متعلق مضامین پر مشتمل شائع کیا گیا۔ اس پرچہ میں حضرت سیدہ امتہ الحیٔ صاحبہ کا ایک مضمون بعنوان "قابل توجہ خواتین احمدیہ" بھی شائع ہوا جس میں آپ نے قرونِ اولیٰ کی مستورات کی اشاعتِ اسلام کے سلسلہ میں خدمات کا ذکر فرماتے ہوئے اس زمانہ کی خواتین کو اسی رنگ میں قربانیاں کرنے کی تحریک کی۔ آپ نے تبلیغ کی طرف خصوصی توجہ دلاتے ہوئے لکھا:-

خدا تعالیٰ نے ہمارے سلسلہ کی عورتوں کو موقع دیا ہے کہ وہ خود دین سیکھیں اوروں کو سکھادیں اور اپنی نسلوں کو دیندار بنادیں۔

اس پرچہ میں آپ کے علاوہ استانی سکینتہ النساء صاحبہ کا ایک بہت مفید مضمون جلسہ سالانہ کے کاموں کے متعلق مشوروں پر مشتمل تھا۔ نیز سلطان صفیہ بیگم صاحبہ ہمشیرہ رشید احمد صاحب قریشی کا مضمون بھی تھا۔

(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد اول صفحہ 46-47)

لجنہ کے قیام کے مقاصد بیان فرماتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"علم کو استعمال کرنے کے لئے مضمون لکھو۔ مضمون لکھنے سے نئے نئے خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ اور اس طرح علم وسیع ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس طریق کو ضرور استعمال کرو۔"

(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد اول صفحہ 88)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے لجنہ اماء اللہ کے ذریعہ سے احمدی خواتین کی دینی تعلیم وتربیت کا انتظام کرنے کے متعلق انہیں تحریری ہدایات دیں۔۔۔ اسی سلسلہ میں انہوں نے حضرت شیخ یعقوب علی صاحب کے جاری کردہ رسالہ "تادیب النساء" کی خدمات کا اعتراف کیا کہ یہ رسالہ احمدی خواتین کی خاطر جاری ہوا ہے اور بڑی خدمت سرانجام دے رہا ہے۔ یاد رہے کہ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی نے پہلے ایک رسالہ "احمدی خاتون" کے نام سے جاری کیا جو پانچ چھ سال جاری رہا۔

پھر مارچ 1923ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اس کا نام تادیب النساء رکھ دیا جو غالباً دو سال جاری رہا اور اس میں عورتوں کے کاموں کی رپورٹیں شائع ہوتی رہیں۔ 1926ء سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے عورتوں کے لئے ایک باقاعدہ رسالہ مصباح کا اجراء کر دیا جس کی ادارت پہلے مردوں کے ہاتھ میں رہی لیکن 1947ء سے لجنہ اماء اللہ نے خود اسے اپنی نگرانی میں لے لیا۔

(ماخوذ از تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد اول صفحہ 163)

"احمدی مستورات کے لئے اخبار کی ضرورت

بہنوں کی اس خواہش کے پیش نظر کہ زنانہ اخبار ہونا چاہیے (تادیب النساء غالباً مالی کمزوری کی وجہ سے 1925ء میں بند ہو چکا تھا) لجنہ اماء اللہ نے غور کیا اور فیصلہ کیا کہ فی الحال الگ اخبار تو جاری کرنا مشکل ہے الفضل کا ایک صفحہ عورتوں کے مضامین کے لئے مخصوص کئے جانے کا فیصلہ ایڈیٹر صاحب الفضل فرما چکے تھے اس پر عمل کیا جائے۔ لجنہ اماء اللہ کا یہ فیصلہ سیّدہ ام داؤد صاحبہ قائمقام سیکرٹری لجنہ اماء اللہ قادیان کے قلم سے پڑھیے:

احمدی مستورات کا اپنا اخبار

خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے احمدی عورتوں میں یہ احساس دن بدن بڑھ رہا ہے کہ ان کی تعلیم وتربیت کے لئے انکا ایک اپنا زنانہ اخبار ہونا چاہیے اور جب سے لجنہ اماء اللہ قادیان قائم ہوئی ہے اس وقت سے یہ مقصد اس کے پیش نظر رہا ہے لیکن اس مقصد کو عملی جامہ پہنانے میں بعض ایسی

مشکلات حائل رہی ہیں کہ لجنہ اماء اللہ اس کام کے کرنے سے قاصر رہی ہے مگر خوشی کی بات ہے کہ بہت غور وفکر کرنے کے بعد ایک ایسی سکیم مرتب ہوئی ہے اگر احمدی مستورات اس کو کامیاب بنانے میں پوری توجہ اور کوشش فرمائیں تو مندرجہ بالا مقصد جلد سے جلد پورا ہو سکتا ہے اور وہ سکیم یہ ہے کہ پہلے اس کے کہ کوئی مستقل اخبار نکالا جائے، اخبار الفضل کا ایک صفحہ اس کام کے لئے مخصوص کیا جائے جیسا کہ کسی گزشتہ اشاعت میں ایڈیٹر صاحب نے ایسا کرنا منظور فرمالیا تھا۔ اس صفحہ میں احمدی مستورات کے تمدنی۔ اخلاقی۔ مذہبی۔ تاریخی۔ غرض ہر قسم کے مضامین درج ہوا کریں۔ اگر چھ ماہ تک اس صفحہ کے لئے مناسب و مفید مضامین ہماری احمدی بہنوں کی طرف سے باقاعدہ مہیا ہوتے رہے تو لجنہ کی طرف سے دو ورق کا ضمیمہ قیمتاً شائع کیا جاسکتا ہے اگر یہ دوسرا قدم بھی احمدی مستورات نے مضبوطی سے اٹھایا اور اس ضمیمہ کی خریداری کافی ہوئی اور مضامین کافی طور پر مہیا کئے گئے تب چھ ماہ یا ایک سال کے بعد لجنہ اپنا اخبار علیحدہ شائع کر سکتی ہے۔ یہ ہے وہ سکیم جو لجنہ کے پیشِ نظر ہے اور جسے تمام احمدی مستورات کو پورا کرنے کے لئے کوشش کرنی چاہیے۔ میں یہ بیان بھی کر دینا ضروری سمجھتی ہوں کہ جب تک ہر لکھنے والی بہن اس طرف توجہ نہ کرے گی تب تک ہم اس سکیم میں کامیاب نہ ہو سکیں گی اور اگر پہلا قدم ہی ہماری بہنیں عمدگی سے نہ اٹھاویں گی تو دوسرے قدم کے لئے ان میں جرأت ہی نہیں پیدا ہو سکتی۔ پس اے بہنو! اٹھو اور ہمت کرو اور میرے اس مضمون کے پڑھتے ہی پختہ عزم اور راسخ عہد کر لو کہ ہم نے اس سکیم کو کامیاب بنانا ہے اور دنیا پر ثابت کر دو کہ یہ فقرہ بھی ضرب المثل بن سکتا ہے۔ "ہمت نسواں مددِ خدا"۔

اس کے بعد میں تمام خواندہ احمدی مستورات سے عموماً اور اہل قلم بہنوں سے خصوصاً درخواست کرتی ہوں کہ وہ اس سکیم کی تکمیل کے لئے پہلی کوشش کرتی ہوئیں مختلف دلچسپ مضامین لکھ کر ایڈیٹر صاحب اخبار الفضل کی خدمت میں روانہ فرمائیں تا کہ اس مخصوص صفحہ میں درج کئے جائیں۔ والسلام۔

(اُمِّ داؤد قائم مقام سیکرٹری لجنہ اماء اللہ قادیان)

رسالہ مصباح کا اجراء

کچھ عرصہ سے احمدی بہنیں ایک زنانہ اخبار کی ضرورت محسوس کر رہی تھیں اور اس پر اپنے خیالات کا اظہار بھی کر رہی تھیں آخر حضرت خلیفتہ المسیح الثانیؓ نے ایسے اخبار کی منظوری دے دی۔

حقیقت میں احمدی مستورات کے لئے ایک خالصتاً زنانہ اخبار کا تخیل پیش کرنے والوں میں حضرت قاضی محمد ظہورالدین صاحب اکملؓ اور ان کی اہلیہ محترمہ استانی سکینتہ النساء صاحبہ ممتاز حثیت رکھتے ہیں۔ رسالہ مصباح جاری ہونے سے کچھ قبل مکرمہ استانی سکینتہ النساء صاحبہ نے مستورات سے بھرپور تعاون اور امداد کے لئے بایں الفاظ اپیل کی:

"اے احمدی جماعت کی پرہمت خاتونو! اور اے دین کو دنیا پر مقدم کرنے والی بہنو! بشارت ہو کہ ہمارے غمخوار اور خیر خواہ خلیفہ نے آپ کے لئے ہاں آپ کی نازک وپر درد حالت پر رحم کھا کر آپ کے احساسات کو پر لطف بنانے کے لئے ایک زنانہ اخبار جاری کرنے کا فیصلہ فرمایا ہے۔۔۔

اب آپ پوری ہمت اور پورے جوش اور پورے استقلال سے اسے قدردانی کے ساتھ ہاتھوں ہاتھ لیں۔ جس طرح مسجد لنڈن کے چندے میں بے مثل ہمت اور بے نظیر قربانی کا ثواب احمدیہ خواتین کو ملا حتیٰ کہ دوسری ہمسایہ قوموں نے مثال کے طور پر اپنی مستورات میں اس محدود وغریب قوم کی حقیر جنس کو پیش کیا اسی طرح ہاں ٹھیک اسی طرح سے اب اپنے اخبار کو فروغ دو۔"

آخر کار 15 دسمبر 1926ء کو اس کا پہلا پرچہ شائع ہوا۔ اس رسالہ کا نام **"مصباح"** رکھا گیا مصباح کے پہلے پرچہ کے اداریہ میں لکھا کہ:

"سلسلہ احمدیہ کے آرگن الفضل میں ایک عرصہ سے یہ تحریک ہو رہی تھی کہ عورتوں کے لئے الگ اخبار جاری کیا جائے۔۔۔ سو الحمد للہ کہ ہمارے امام حضرت خلیفتہ المسیح الثانیؓ نے صدر انجمن احمدیہ کو ایک اخبار خواتین کے لئے جاری کرنے کا ارشاد فرمایا اور اس کا نام "مصباح"

رکھا۔۔۔مصباح چراغ کو کہتے ہیں جو تاریک گھروں میں اجالا کرتا ہے اور امیر سے لیکر ایک غریب کے گھر تک اس کی یکساں ضرورت ہوتی ہے اور اسی کی روشنی میں سب کاروبار ہوتا ہے۔ خدا کرے ہمارا یہ اخبار مصباح بھی اسم بامسمّٰی بن جائے اور یہ گھر گھر علم و فضل کی روشنی لے جائے۔"
مصباح کے اسی پرچہ میں لجنہ کی طرف سے یہ بھی اعلان کیا گیا کہ دوسرے شہروں میں بھی بہنوں کو چاہیے کہ لجنہ قائم کریں اور جلسہ سالانہ کا پروگرام بھی مصباح کے اسی پرچہ میں شائع کیا گیا۔

لجنہ اماءاللہ کی نگرانی میں نیا دور

1947ء کے شروع میں لجنہ اماءاللہ نے جس کا کام اب خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت وسیع ہو چکا تھا یہ فیصلہ کیا کہ لجنہ اماءاللہ اس پرچہ کو اپنی نگرانی میں لے لے اور اس کا تمام خرچ خود برداشت کرے چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے اجازت لے کر لجنہ مرکزیہ نے اس کا اعلان کر دیا ابھی تین پرچے شائع ہوئے تھے کہ ملکی تقسیم ہونے کے بعد قادیان سے ہجرت کرنی پڑی۔ گو لجنہ اماءاللہ کا دفتر تو عارضی طور پر رتن باغ لاہور میں قائم کر دیا گیا مگر مصباح کے احیاء کا معاملہ کچھ عرصہ کے لئے ملتوی رہا۔

ربوہ سے مصباح کا اجراء

آخر 1950ء میں دوبارہ مصباح ربوہ سے جاری ہوا جو اپنی پوری شان سے الحمدللہ جاری ہے۔

(ماخوذ از تاریخ لجنہ اماءاللہ جلد اول صفحہ 199-204)

لجنہ اماءاللہ برطانیہ کا شمارہ

لجنہ اماءاللہ برطانیہ نے 1970ء کی دہائی میں لجنہ کا رسالہ چھاپنے کی سعی شروع کی۔ محترمہ طیبہ شہناز صاحبہ کے پاس اس وقت کے کچھ رسالے موجود ہیں۔ یاد رہے اس وقت رسالے ہاتھ سے لکھے جاتے تھے۔

"شعبہ اشاعت کے ارتقاء کی تصویری کہانی"
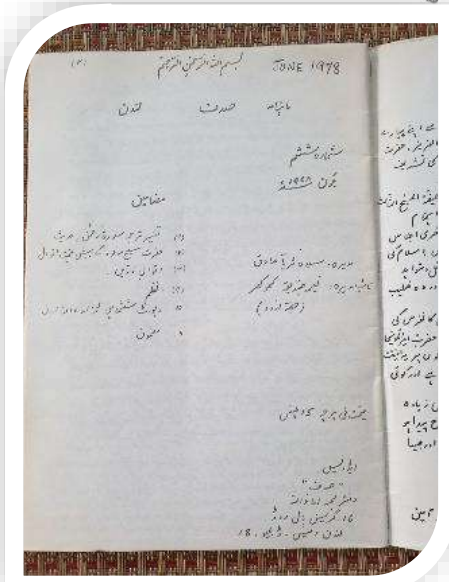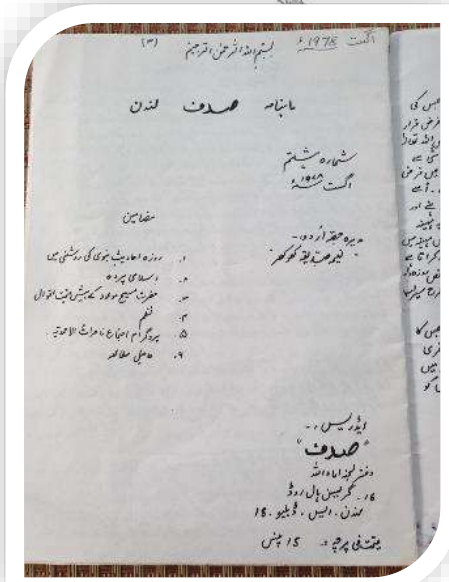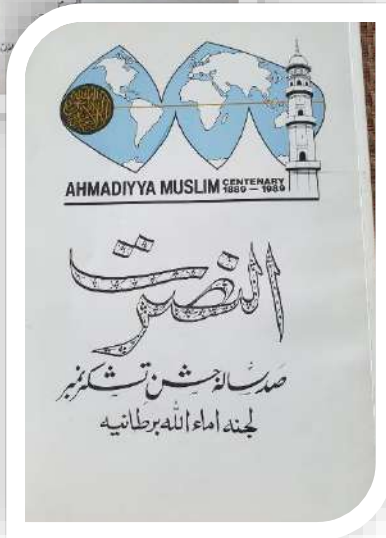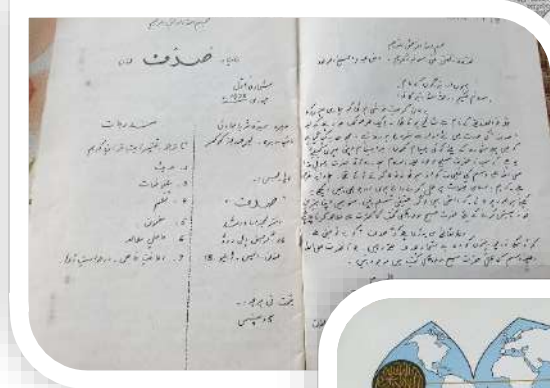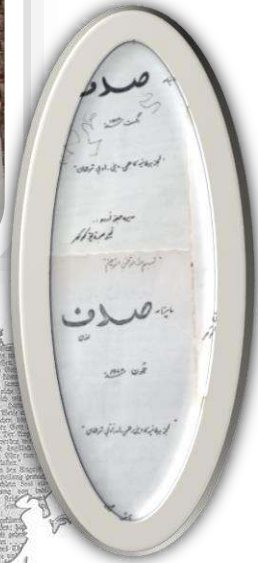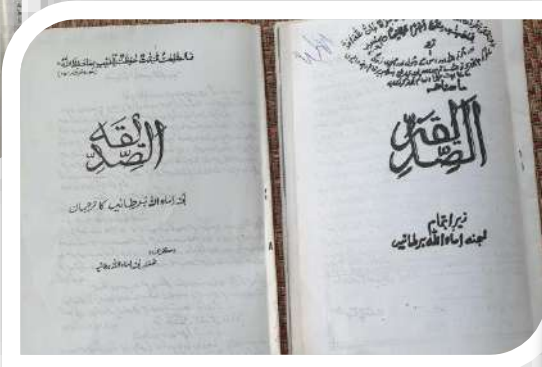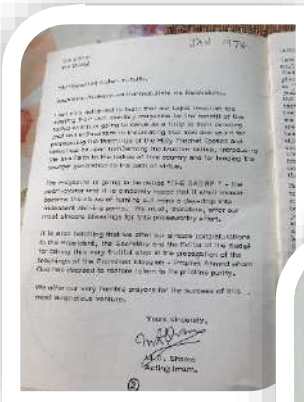
رسالہ "الصدیقہ" زیر نگرانی محترمہ امتہ الحفیظ سلام صاحبہ شائع ہوا جس کی مدیرہ سیّدہ ثریا صادق صاحبہ (انگلش) اور محترمہ طیبہ شہناز صاحبہ (اردو) تھیں۔ یہ رسالہ وقتاً فوقتاً شائع ہوا۔ بعد ازاں ایک رسالہ "صدف" کے نام سے اور کچھ عرصہ کے بعد دوبارہ "الصدیقہ" کے نام سے زیر نگرانی محترمہ امتہ الحفیظ سلام صاحبہ شائع ہوا۔

1989ء میں صد سالہ جوبلی نمبر "النصرت" کے نام سے زیر نگرانی محترمہ امتہ الرشید احمد صاحبہ شائع ہوا جس کی مدیرہ محترمہ طیبہ شہناز صاحبہ ہی تھیں۔
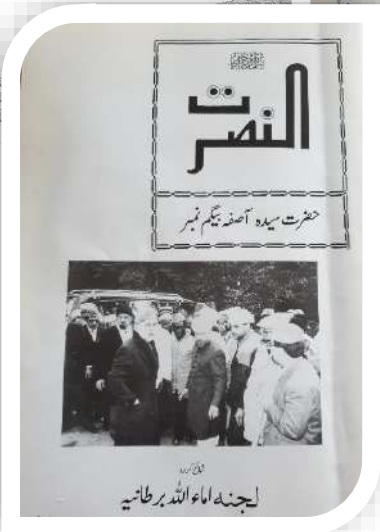
اسی ٹیم کے تحت 1992ء میں حضرت سیدہ آصفہ بیگم صاحبہؒ کے وصال پر لجنہ اماء اللہ برطانیہ کو ایک خصوصی شمارہ شائع کرنے کی توفیق ملی۔

2003ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے وصال کے اگلے سال لجنہ اماء اللہ برطانیہ نے ایک خصوصی شمارہ شائع کرنے کی سعادت پائی۔

یہ رسالہ اپنے ارتقاء کی منزلیں طے کرتا زیر صدارت محترمہ شمائلہ ناگی صاحبہ کے دور میں "النصرت" کے نام سے ہی شائع ہوتا رہا جب کہ سیکرٹری اشاعت کی خدمات محترمہ ڈاکٹر فریحہ خان صاحبہ سر انجام دیتی رہیں اور اس کے اردو اور انگریزی دونوں حصوں کی مدیرہ محترمہ شرمین بٹ صاحبہ تھیں۔

بعد ازاں محترمہ ناصرہ رحمان صاحبہ کی زیر صدارت یہ رسالہ شائع ہوتا رہا جب کہ سیکرٹری اشاعت کی خدمات محترمہ زاہدہ بشیر صاحبہ سر انجام دیتی رہیں اور اس کے اردو حصے کی مدیرہ محترمہ حامدہ فاروقی صاحبہ اور انگریزی حصے کی مدیرہ محترمہ شرمین بٹ صاحبہ تھیں۔

آجکل یہ رسالہ محترمہ ڈاکٹر فریحہ خان صاحبہ کی زیرِ صدارت شائع ہو رہا ہے جب کہ سیکرٹری اشاعت کے طور پر خاکسار اس خدمت کی توفیق پا رہی ہے۔ 2019ء تک اس کے اردو حصے کی مدیرہ محترمہ سائحہ معاذ صاحبہ جبکہ انگریزی حصے کی مدیرہ محترمہ ندرت مبشر صاحبہ تھیں۔ دونوں مدیرات کے بیرون ملک جانے کے بعد سے اس کے اردو حصے کی مدیرہ محترمہ فریدہ بشارت صاحبہ جبکہ انگریزی حصے کی مدیرہ محترمہ قانتہ قریشی صاحبہ ہیں۔

پس خدا تعالیٰ نے نشر و اشاعت کے اس زمانہ میں اعلیٰ اور جدید طریقے مہیا فرما دیئے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں صحابہ کے پاس آج کل کے وسائل اور جدید طریقے موجود نہیں تھے اس کے باوجود انہوں نے تبلیغِ اسلام کا حق ادا کر دیا۔ آج ہمارے پاس جو طریقے موجود ہیں وہ آنحضرت ﷺ کے غلام صادق کے زمانہ میں ملنے مقدّر تھے۔ پس ایک تو یہ زمانہ کتابیں پھیلانے کا ہے جو مسیح موعود علیہ السلام کا زمانہ ہے اور اس وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے روحانی خزائن کا ایک بے بہا سمندر ہمارے لئے چھوڑا ہے۔ آپؑ کے صحابہ نے بھی اس کو پھیلانے میں خوب کردار ادا کیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خطبہ جمعہ 15 اکتوبر 2010ء میں فرماتے ہیں:

”یہ اُس خدا کا کلام ہے جو زمین و آسمان کا مالک ہے، جو سب سچوں سے سچا ہے۔ پس ہمارا خدا وہ خدا ہے جو قادر و توانا ہے۔ جو اپنی عظیم تر قدرت سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں مقدر انقلابات کو بھی سچا کر کے دکھا رہا ہے اور دکھائے گا۔ اگر ضرورت ہے تو اس بات کی کہ ہم اُس انقلاب کا حصہ بننے کے لئے، اُن نعمتوں سے حصہ لینے کے لئے جو اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ کے لئے مقدر کی ہیں اپنی کوششوں کو بھی حرکت میں لائیں۔ پس اللہ تعالیٰ کی تقدیر کا حصہ بننے کے لئے ہمیں اپنے اندر بھی انقلاب پیدا کرنا ہو گا، جس سے ہم میں سے ہر ایک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے مقصد کا حصہ بن کر ان انعامات کو حاصل کرنے والا بن جائے جو آپ ہی کے ساتھ خدا تعالیٰ نے مقدر کر دیئے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں اپنی تائیدات کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں جو نشانات دکھائے ہیں، دکھا رہا ہے اور دکھائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ“

اللہ تعالیٰ ہمیں یہ توفیق عطا فرمائے کہ ہم نئے دَور کی ایجادات سے بھرپور استفادہ کرتے ہوئے اپنی تعلیمی، تبلیغی اور تربیتی صلاحیّتوں میں اضافہ کرتے چلے جائیں۔ نیز خلیفۂ وقت کے لئے سلطان نصیر اور اسلام احمدیت کی خدمت گزار وجود بن کے اس میدان میں آگے بڑھتے چلے جائیں۔ آمین۔